جلد دوم

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

۱ آسیب کا علاج

۲ بدعاتِ مروّجہ

۳ بدعاتِ رمضان

۴ بیعت کی حقیقت

۵ تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: خطبات الرشید جلد ثانی

بمقام: جامع مسجد دارالافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: رجب ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

ملنے کے پتے

1. پورے پاکستان میں "ضربِ مؤمن" کے تمام دفاتر میں دستیاب۔
2. دارالاشاعت، اُردو بازار، کراچی۔
3. ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور۔
4. ادارۃ المعارف، دارالعلوم، کراچی۔
5. مظہری کتب خانہ، گلشن اقبال، کراچی۔
6. میمن اسلامک پبلشرز، لیاقت آباد ۱/۱۸۸، کراچی۔
7. اقبال بک ڈپو، صدر، کراچی۔

اجمالی فہرست

خطباتُ الرشیدْ

جلد ثانی

عرضِ ناشر

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے گرانقدر مواعظ کی دوسری جلد حضرات قارئین کی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہے ہیں۔ الحمد للہ! مواعظ کی پہلی جلد نے صرف چار ماہ کے عرصہ میں بے پناہ مقبولیت حاصل کرلی۔ چنانچہ حضرت مفتی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کے متوسلین اور قارئین کی طرف سے شدید تقاضا ہوا کہ مواعظ کی جلد ثانی بھی جلد آنی چاہیے۔ چنانچہ ''جامعۃ الرشید'' کے استاذ مولانا عبداللہ میمن صاحب نے اس کو فوراً مرتب فرمایا اور جناب بھائی جمال عبداللہ عثمان صاحب اور جناب خورشید عالم صاحب نے اس کو کمپوز کرکے اور اس کی تصحیح کرکے چار ماہ کے مختصر عرصہ میں تیار کردیا اور اب یہ علمی جواہر پارے کا حسین گلدستہ آپ کے سامنے ہے۔ اس سے استفادہ کرنا آپ کا کام ہے۔ خود بھی پڑھیں، اپنی اولاد کو پڑھائیں اور اپنے دوست احباب کو پڑھنے کی ترغیب دیں اور دینِ اسلام کو صحیح صورت میں پھیلانے میں ہمارے ساتھ تعاون فرمائیں۔

محمد سلیم

ناظم کتاب گھر ناظم آباد کراچی

تفصیلی فہرست مضامین

عنوان	صفحہ

آسیب کا علاج

صفحہ	عنوان
۴۳	۶ مجاہدین کے لیے سمندر کا تابع ہوجانا
۴۳	۷ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ
۴۴	۸ شیخ سعدی کے وقت کے ایک بزرگ
۴۵	۹ قصبہ ''مشائخ'' کے ایک بزرگ
۴۵	۱۰ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ
۴۶	آج کے مسلمان کی بہادری اور بزدلی
۴۷	عاملوں کے عاشق
۴۹	لڑکیوں پر جن عاشق ہوگئے
۵۰	لڑکی کو جنات مروڑ دیتے ہیں
۵۰	کمرے پر جنات کا قبضہ
۵۲	عاملوں کا امتحان لیجیے
۵۳	امتحان کے دو قصے
۵۳	پہلا قصہ
۵۴	دوسرا قصہ
۵۴	حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام
۵۵	اس زمانے کے بدعمل عاملوں کا حال
۵۵	مریض کو اُلو بنانے کے طریقے
۵۷	غیب کی خبروں کے بارے میں لوگوں کا حال
۶۰	جن یا سفلی سے انکار نہیں
۶۰	اکثریت پر جن یا سفلی نہیں ہوتا

صفحہ	عنوان

بدعات مروّجہ اور رسوم باطلہ

عنوان	صفحہ

بدعاتِ رمضان

عنوان	صفحہ

بیعت کی حقیقت

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود

عنوان	صفحہ

صفحہ	عنوان

عنوان	صفحہ

اَلْمُؤْمِنُ الْقَوِيُّ خَيْرٌ وَّاَحَبُّ اِلَى اللّٰهِ مِنَ الْمُؤْمِنِ الضَّعِيْفِ

قوی مؤمن اللہ کے ہاں ضعیف مؤمن سے زیادہ بہتر اور زیادہ محبوب ہے (صحیح مسلم)

آسیب کا علاج

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۴۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: آسیب کا علاج

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ۱۸؍رجب ۱۴۱۶ھ

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: رجب ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۳۱۰۱۹

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وعظ

آسیب کا علاج

۱۸؍رجب ۱۴۱۶ھ

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ٥ (۲-۱۹۴)

’’اور اللہ سے ڈرتے رہو اور یقین رکھو کہ بے شک اللہ ڈرنے والوں کے ساتھ ہے۔‘‘

درسِ عبرت:

میرا معمول ہے کہ مسجد کی چھت پر کھڑا ہو کر باہر سڑک کا نظارہ کرتا ہوں اس دوران کئی دعائیں کرتا ہوں اور عبرت کے کئی اسباق بھی حاصل کرتا ہوں، ان میں سب سے اہم سبق یہ کہ جب باہر سڑک پر نظر پڑتی ہے تو عموماً بچے چلتے پھرتے ہوئے نظر آتے

ہیں، ان میں بعض بچے بالکل کمسن ہوتے ہیں لیکن ایک بات سب میں مشترک ہوتی ہے وہ یہ کہ بچے اپنے گردوپیش کے ماحول سے بے نیاز ادھرادھر بھاگتے رہتے ہیں، خوب اچھلتے کودتے اور طرح طرح کی چھلانگیں لگاتے ہیں کوئی بڑاایسی حرکتیں کرتے ہوئے شرماتا ہے دیکھنے والے بھی اسے برا سمجھتے ہیں مگر بچوں کواس سے کوئی سروکارنہیں کوئی ان کی اس حرکت پر کتنا ہی تعجب کرے بلکہ ہنسے مذاق اڑائے مگر بچے ان باتوں سے بالکل بے نیاز بھاگتے چلے جاتے ہیں کوئی جھجک نہیں کوئی تردد نہیں خوب مزے لے لے کر بھاگتے ہوئے الٹی سیدھی چھلانگیں لگاتے جاتے ہیں اس طرف انہیں کوئی دھیان بھی نہیں ہوتا کہ کوئی انہیں دیکھ رہا ہے یا نہیں یا دیکھنے والے کیا کہیں گے، وہ اپنی اچھل کوداور مستیوں میں مگن ہیں۔بچوں کی اس اداء سے ایک اہم سبق یہ ملتا ہے کہ جس مسلمان کوتعلّق مع اللہ کی دولت نصیب ہوجائے اس کے دل کا رخ ایسا سیدھا ہوجاتا ہے کہ پھرارد گرد کا خیال ہی نہیں رہتامخلوق سےاس کی نظر ہٹ جاتی ہے مخلوق اس پر ہنستی رہے، مذاق اڑائے، طعنے دے مگراسے کسی کی پروانہیں وہ اپنے کام میں لگا رہتا ہے ع

خلقے پس دیوانہ و دیوانہ بکارے

اللہ تعالیٰ کے محبوب بندوں کی نظرمخلوق سے ہٹ جاتی ہےلوگ انہیں کچھ بھی کہتے رہیں وہ اپنی لگن میں مگن رہتے ہیں،ان کی کیفیت یہ ہوتی ہے ؎

کچھ نہ ہم کو علم رستے کا نہ منزل کی خبر
جارہے ہیں جس طرف ہم کو لیے جاتا ہے دل

محبّ صادق کی کیفیت:

جس نے اپنادل محبوب کودے دیا، جومخلوق کی بجائے خالق کے سامنے جھک گیاوہ مخلوق کی رضا کی پروا کیا کرے گا وہ تو اپنی مرضی کوبھی فنا کردیتا ہے اس کی خواہشات

مرضیٔ مولیٰ کے تابع ہو جاتی ہیں، اس کی زندگی کا مقصد صرف اور صرف محبوب کی رضا طلبی ہے، ایسا شخص کبھی پریشان نہیں ہوتا پریشان ہو بھی کیونکر اسے تو زندگی کا مقصد حاصل ہو گیا، زندگی کا سب سے بڑا مقصد ہے وصال محبوب، تصور کیجیے دنیا میں کوئی اپنے محبوب سے مل جائے وہ اپنے محبوب کے ہاتھ میں ہاتھ دیئے جا رہا ہو تو اسے کس کی پروا ہوگی، جب فانی محبوب سے مل کر انسان اس قدر خوش ہوتا ہے تو محبوب حقیقی کے وصال میں کیسی لذت ہوگی پریشانی اور بے چینی تو ایسے شخص کے کبھی قریب بھی نہیں پھٹکتی، یہ ہمہ وقت شادان وفرحاں رہتا ہے، اللہ تعالیٰ سب کو یہ کیفیت عطاء فرمادیں۔

کچھ عرصہ پہلے جب میں نماز فجر کے بعد روزانہ اور عصر کے بعد یوم الخمیس کو مشق جہاد کے لیے نکلتا تھا تو گاڑی خود چلاتا تھا، کراچی میں راستوں کا مجھے زیادہ علم نہیں گاڑی چلاتے ہوئے کبھی راستہ بھول جاتا تو پریشان ہونے کی بجائے یونہی اندازے سے کوئی رخ متعین کر لیتا اور گاڑی اس رخ پر چلتی رہتی، میں سوچتا کہ پریشان ہونے کی کیا بات ہے گاڑی کراچی شہر میں ہی گھوم رہی ہے کہیں گم تو نہیں ہو گئے اپنے شہر میں ہی پھر رہے ہیں، بس چلتے چلتے کبھی گاڑی دائیں جانب موڑ دی کبھی بائیں جانب، اس طرح مختلف اطراف میں گھومتے پھرتے یہ شعر بھی پڑھتا جاتا ؎

کچھ نہ ہم کو علم رستے کا نہ منزل کی خبر
جا رہے ہیں جس طرف ہم کو لیے جاتا ہے دل

لیکن اس کے ساتھ یہ بھی خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے کہ راستہ بھول جانے کے باوجود بے فکر اور مطمئن وہی رہتا ہے جسے منزل پر پہنچنے کا یقین ہو دوسری بات یہ کہ اسے کسی معین وقت پر کہیں پہنچنا ضروری نہ ہو، اگر کچھ دیر ہو جائے تو فکر کی بات نہیں، یہ اس لیے بے فکر چلا جاتا ہے کہ اگر راستے سے تھوڑا سا ادھر ادھر ہو گئے تو کیا فرق پڑا، بہر حال اپنے شہر کے اندر ہی ہیں کسی دوسرے شہر تو نہیں پہنچ گئے یا جنگل وغیرہ میں تو نہیں ہیں

اسے مکمل اطمینان ہے کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اپنے گھر پہنچ ہی جائیں گے۔ یہ سوچ کر وہ بڑی خوشی اور اطمینان سے گھومتا پھرتا ہے لیکن اس کے مقابلے میں ذرا سوچیں کہ کوئی دوسرے شہر جارہا ہے اور بہت دور کی مسافت ہے، چلتے چلتے راستہ بھٹک گیا، آگے دو تین راستے آگئے معلوم نہیں کہ کس پر چلنا ہے ایسے ہی اندازے سے کسی راستہ پر چل پڑے مگر دل دھک دھک کررہا ہے کہ معلوم نہیں یہ راستہ صحیح ہے یا نہیں، ایک تو یہ پریشانی دوسری طرف آفتاب غروب ہونے والا ہے، علاقہ سنسان اور راستے میں کوئی نشان کوئی پتھر وغیرہ بھی نہیں کہ جس سے کچھ اندازہ ہوجائے کہ یہ راستہ کدھر کو جاتا ہے۔

ایک بار میرے ساتھ عجیب قصہ پیش آیا، حیدرآباد سے خیر پور گھوڑے پر جارہا تھا، ایک روز چلتے چلتے راستے میں ریت کے ٹیلے آگئے ایسی جگہ راستے کے کوئی نشان نہیں ہوتے، ریت پر آمدورفت سے پاؤں کے نشان نہیں بنتے ذرا سا نشان ظاہر ہوتا ہے مگر وہ بھی دیرپا نہیں ہوتا جلدی ہی مٹ جاتا ہے، اگر کچی زمین پر ریت نہ ہو تو اس پر پاؤں کے نشان بن جاتے ہیں، ایسی جگہ پر بار بار چلنے سے راستہ بن جاتا ہے جسے پگڈنڈی کہتے ہیں ایسے رستے پر نئے مسافر کو پریشانی نہیں ہوتی وہ راستہ چلتا رہتا ہے لیکن کہیں پاؤں کے نشان نہ ہونے کی وجہ سے راستہ گم ہوجائے تو ناواقف شخص بھٹک جاتا ہے اور اسے سخت پریشانی ہوتی ہے۔ یہی قصہ میرے ساتھ پیش آیا، گھوڑے پر جارہا تھا چلتے چلتے شام کے وقت راستے میں ریت کے ٹیلے شروع ہوگئے، راستے کا کوئی نام ونشان نہیں ہر طرف سنسان جنگل ادھر آفتاب غروب ہونے والا تھا، مجھے کچھ فکر ہوئی کہ اس بیابان میں رات کیسے گزاروں گا، بس اسی فکر میں جارہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے غیب سے مدد فرمادی، وہاں سے کافی دور ایک شخص نظر آیا جو گھوڑے پر سوار کہیں جارہا تھا۔ میں نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ اس نے رہبر بھیج دیا گو اس سے واقفیت نہیں مگر اتنا تو معلوم ہے کہ کسی آبادی کی طرف جارہا ہے، میں نے اپنے گھوڑے کا رُخ اس کی طرف موڑ دیا

لیکن وہ رہبر صاحب مجھ سے بہت آگے تھے اور مزید یہ کہ وہ گھوڑے کو بہت تیز بھگائے لے جا رہے تھے میں نے بھی اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا دی۔ اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا کہ ایک تو رہبر مل گیا دوسرے اس سے پیچھے بھی نہیں رہا تھوڑی ہی دیر میں میرا گھوڑا بھی اس کے قریب پہنچ گیا اس کے پیچھے پیچھے چلتا رہا کچھ دیر چلنے کے بعد ایک بستی آ گئی رات وہاں بسر کی صبح اٹھ کر اپنی منزل کی جانب چل پڑے۔ راستہ بھٹک جانے سے انسان کو بڑی پریشانی ہوتی ہے۔

دونوں قسموں کا فرق بتا رہا تھا کہ راستہ بھولنے والے دو انسان بظاہر ایک ہی نوعیت کے ہیں مگر ایک خوش و خرم جا رہا ہے اور دوسرا سرگرداں اور پریشان، فرق یہ ہے کہ جو شخص مطمئن ہے اسے منزل پر پہنچنے کا یقین ہے وہ سیر و تفریح کر رہا ہے وہ یہ سوچتا ہے کہ اگر راستہ بھٹک بھی گیا تو کیا پروا گھومتا پھرتا آخر اپنی منزل پر پہنچ ہی جاؤں گا۔ لیکن جو شخص جنگل، بیابان یا پہاڑوں میں سفر کر رہا ہے وہ راستہ بھول جائے تو اس کی یہ کیفیت نہ ہوگی بلکہ وہ بہت پریشان ہوگا اور جب تک منزل کا پتا نہ چل جائے اس کی پریشانی ہر لحہ بڑھتی ہی رہے گی۔ ان مثالوں سے سمجھئے کہ دنیا میں جو شخص صراط مستقیم سے بھٹک گیا اسے کبھی سکون نہیں مل سکتا ہمیشہ کی بے چینی اور پریشانی اس کا مقدر ہے اور جو شخص صراط مستقیم پر قائم ہے وصل محبوب کی خاطر منزلیں طے کرتا جا رہا ہے وہ کبھی پریشان نہیں ہو سکتا بظاہر خواہ کیسے ہی پریشان کن حالات ہوں مگر اس کا دل پر سکون ہوگا بلکہ مصائب میں بھی وہ یہ سوچ سوچ کر خوش ہوگا کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ۝ (۱۶-۱۲۸)

اللہ تعالیٰ متقین کے ساتھ ہے یعنی جو اللہ کی نافرمانی چھوڑ دے اللہ اس کے ساتھ ہے۔

دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ۝ (۲-۱۵۳)

تیسری جگہ فرمایا:

وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُتَّقِیۡنَ۝ (۲-۱۹۴)

چوتھی جگہ فرمایا:

وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الۡمُحۡسِنِیۡنَ۝ (۲۹-۶۹)

اور پانچویں جگہ ارشاد فرمایا:

وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۝ (۸-۱۹)

مفہوم سب کا ایک ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت اور اس کی معیت اپنے نیک بندوں کے ساتھ ہے، نیک بندوں سے مراد محض نوافل، اذکار و تسبیحات اور کثرت سے حج و عمرے کرنے والے نہیں بلکہ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچتے ہیں وہ لوگ جو اس کے قوانین کی خلاف ورزی سے ڈرتے ہیں۔ ذرا سوچیے! اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے کتنی محبت ہے کس قدر شفقت ہے بار بار مختلف عنوانوں سے یہ حقیقت بیان فرما رہے ہیں اور بندوں کو یقین دلانے کے لیے اعلانوں پر اعلان فرما رہے ہیں کہ اگر تم میرے بندے بن جاؤ میری نافرمانی سے باز آجاؤ تو میں تمہارے ساتھ ہوں:

انی معکم (۸-۱۲)

اللہ کی مدد مختلف طریقوں سے آتی ہے، اپنے بندوں کی مدد کو کبھی فرشتے بھیجتے ہیں جو نیک بندوں کے قلوب پر اترتے اور انہیں صبر و اطمینان القاء کرتے ہیں جس کی وجہ سے ان لوگوں میں ایسی ایمانی قوت اور ایسا حوصلہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ دین کے مقابلے میں آنے والی بڑی سے بڑی رکاوٹ کا بھی ہمت کے ساتھ مقابلہ کرتے ہیں، پورا شیطانی لشکر مل کر بھی ان کے پائے استقامت میں لغزش نہیں پیدا کرسکتا، دین پر ایسی مضبوطی سے جم جاتے ہیں کہ سارا جہاں مل کر بھی انہیں ہلا نہیں سکتا، یہ ہے القاء ربانی، بتایئے! ایسا شخص کبھی پریشان ہوسکتا ہے؟ پریشانی تو کبھی اس کے قریب بھی نہیں آسکتی

اس کا تو ایک ہی نعرہ ہے کہ میرا اللہ میرے ساتھ ہے لہٰذا مجھے کسی کی پروانہیں۔

راجہ کے بیٹے کا قصہ:

عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک ریاست راجہ کے سپرد کر رکھی تھی وہ راجہ مر گیا، دستور یہ تھا کہ راجہ کے مرنے کے بعد اس کا بیٹا تخت نشین ہوتا تھا مگر یہاں یہ مشکل پیش آئی کہ راجہ کا بیٹا ابھی کمسن تھا۔ عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس کے بچے کو میرے پاس لاؤ میں دیکھ کر فیصلہ کروں گا۔ جب اسے لائے تو عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ حوض میں نہانے کے لیے تیار کھڑے تھے اس بچے کو وہیں لا کر پیش کر دیا گیا، آپ نے بچے سے دل لگی کے طور پر اسے دونوں بازوؤں سے پکڑا اور حوض پر لٹکا کر اس سے پوچھنے لگے کہ گرا دوں؟ بچے کا جواب سنیے! کہتا ہے کہ حضور! جس کا ہاتھ آپ جیسے بادشاہ کے ہاتھ میں ہو اسے ڈوبنے کا کیا خطرہ۔ بچے کے اس جواب سے بادشاہ بہت خوش ہوئے اور اسی لمحہ فیصلہ صادر فرما دیا کہ اسے اس کے والد کی جگہ تخت پر بٹھا دو۔ دیکھیے! کتنی عبرت کی بات ہے کہ ایک کافر بچے کو اپنے ہی جیسی ایک مخلوق پر وہ اعتماد کہ گہرے پانی پر لٹک رہا ہے اور بظاہر موت کے منہ میں ہے مگر اعتماد کتنا قوی ہے کہ فوراً بلا خوف وخطر کہتا ہے کہ جس کا ہاتھ آپ جیسے بادشاہ کے ہاتھ میں ہو اسے ڈوبنے کا کیا خطرہ۔

مسلمان کو اللہ پر اعتماد نہیں:

افسوس آج کے مسلمان کو اللہ پر وہ اعتماد نہیں آتا، مسلمان کہلاتا ہے، یہ مخلوق ہے اللہ خالق ہے، قادر مطلق ہے، بندوں کے ساتھ رحیم ہے، کریم ہے، بار بار اعلانوں پر اعلان، وعدوں پر وعدے کر رہا ہے کہ تم میرے بندے بن جاؤ تو میں تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں، میں تمہارے ساتھ ہوں بس ایک شرط پوری کر دو تم میرے بندے بن جاؤ، میری بغاوت چھوڑ دو۔ ذرا سوچیے اور مقابلہ کر کے دیکھیے ایک طرف تو کافر اور کافر کی اولاد اسے مخلوق بادشاہ پر اتنا اعتماد اور دوسری طرف مسلمان اور

مسلمان کی اولاد اسے اللہ پر، اپنے خالق کے وعدوں پر اعتماد نہیں آتا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ہندو زادے نے اپنے ہاتھ بادشاہ کے ہاتھ میں دے دیئے تھے خود کو اس کے سپرد کردیا تھا مگر آج کے مسلمان کے لیے یہ کام مشکل ہے کہ وہ اپنا ہاتھ اللہ کو پکڑا دے اور اسے اللہ کے وعدوں پر یقین آجائے یہ نہ اللہ کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتا ہے نہ اللہ پر اعتماد و یقین کرتا ہے۔ اس بے اعتمادی کا نتیجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر خوف مسلط کردیا ہے، ہر وقت ڈرتا رہتا ہے کانپتا رہتا ہے۔

اللہ کے نافرمانوں پر عبرتناک عذاب:

اللہ تعالیٰ کا مجھ پر ایک بہت بڑا کرم یہ ہے کہ لوگ جو مجھ سے ٹیلی فون پر اپنے مسائل اور پریشانیوں کے بارے میں بات کرتے ہیں تو ان میں بعض ایسی خبریں بھی ہوتی ہیں کہ جن سے مجھے بہت عبرت حاصل ہوتی ہے اور ان کے ذریعے معرفت الٰہیہ میں ترقی ہوتی ہے۔ کسی نے فون پر بتایا کہ ان کے مکان کے سامنے باہر گلی میں رات کے دو بجے کسی عورت کے زور زور سے رونے کی چیخنے چلانے کی خطرناک قسم کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں، ہم نے سمجھا کہ کہیں محلے میں کوئی حادثہ ہوگیا ہوگا، سردی زیادہ تھی اس لیے باہر نکل کر نہیں دیکھا۔ صبح کو محلے والوں نے بتایا کہ آپ کے گھر کی طرف سے جب رونے کی آواز آئی تو ہم نے سمجھا کہ آپ کے ہاں کوئی حادثہ کوئی موت وغیرہ ہوگئی ہے پھر جب ہم نے باہر دیکھا تو آپ کے گھر کے باہر دروازے کے قریب ایک عورت کھڑی ہوئی تھی جو عجیب عجیب حرکتیں کررہی تھی اور بہت چیخ چیخ کر بہت ڈراونی آوازوں سے رو رہی تھی ہم سب لوگ ڈر کی وجہ سے گھروں سے باہر نہیں نکلے، سب اپنے اپنے گھروں سے جھانک جھانک کر دیکھ رہے تھے اور خوف کی وجہ سے سہم رہے تھے لرز رہے تھے کہہ رہے تھے کہ یہ بلا ہے کھا جائے گی۔ میں نے کہا کہ اسے پکڑ کر میرے پاس کیوں نہیں لائے؟ تو جواب ملا کہ وہ سارے لوگ تو بہت ڈر رہے تھے

کانپ رہے تھے کہ یہ بلا ہے کھا جائے گی۔ میں نے کہا واہ سبحان اللہ! پورے محلے کے مرد ایک عورت سے ڈر گئے، میں اسے بار بار یہی کہتا رہا کہ اسے پکڑ کر یہاں کیوں نہیں لائے؟ میں بھی دیکھ لیتا بلا کیسی ہوتی ہے لیکن اسے پکڑتا کون وہ تو سب ڈر رہے تھے۔ دراصل اللہ کے نافرمان کو ہر چیز ڈراتی ہے اور جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے ہر چیز ڈرتی ہے۔

نافرمانوں پر عذاب کی دو قسمیں:

دنیا گناہوں میں مست ہے اس لیے طرح طرح کے عذابوں میں طرح طرح کی مصیبتوں میں آفتوں میں گرفتار ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نافرمانوں پر جو وبال پڑتا ہے عذاب آتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

ایک تو یہ ہے کہ واقعۃً کوئی چیز ہوتی ہے، کوئی نہ کوئی مصیبت اس پر پڑی رہتی ہے۔

دوسری قسم:

دوسری یہ کہ حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہوتا لیکن نافرمانوں کے دل و دماغ پر یہ خیال مسلّط ہو جاتا ہے کہ کچھ ہے، کچھ ہے، کچھ ہے، ہر وقت ڈرتے رہتے ہیں۔ کسی معدوم چیز کو موجود کر دکھانا اللہ پر تو کچھ بھی مشکل نہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایسے ایسے تصرفات ہوتے رہتے ہیں کہ وہ تھوڑی چیز کو زیادہ کر دکھائیں اور زیادہ کو کم کر دکھائیں، غزوہ بدر کے بارے میں فرمایا:

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ۝ (۳-۱۳)

اور فرمایا:

اِذْ یُرِیْکَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنَامِکَ قَلِیْلاً ط وَلَوْ اَرٰکَھُمْ کَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ ط اِنَّہٗ عَلِیْمٌ م بِذَاتِ الصُّدُوْرِ o وَاِذْ یُرِیْکُمُوْھُمْ اِذِ الْتَقَیْتُمْ فِیْٓ اَعْیُنِکُمْ قَلِیْلاً وَّیُقَلِّلُکُمْ فِیْٓ اَعْیُنِھِمْ لِیَقْضِیَ اللّٰہُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلاً ط وَاِلَی اللّٰہِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ o (۸-۴۳،۴۴)

غزوہ بدر میں کفار مسلمانوں سے تین گنا تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے کبھی تو یوں تصرف فرمایا کہ ہر فریق کو دوسرا فریق خود سے دوگنا نظر آتا تھا، کافر جو تین گنا تھے وہ حقیقت سے کم دوگنا نظر آ رہے تھے اور مسلمان جو درحقیقت ایک تہائی تھے وہ کافروں کی تعداد تین گنا سے بھی دوگنا یعنی حقیقت سے چھ گنا زیادہ نظر آ رہے تھے۔ اور کبھی یوں تصرف فرمایا کہ ہر فریق دوسرے کو خود سے کم نظر آ رہا تھا۔ اسی طریقے سے جو لوگ نافرمانیاں نہیں چھوڑتے انہیں ڈرانے کے لیے اللہ تعالیٰ ایسی ایسی چیزیں دکھاتے رہتے ہیں کہ جن کا کوئی وجود ہی نہیں، اللہ تعالیٰ ان کے دل و دماغ میں ایسی چیزیں ظاہر فرماتے ہیں تاکہ یہ ہر وقت خوف اور پریشانی کے عذاب میں گرفتار رہیں کہ وہ بلا آئی، وہ مصیبت آئی، کسی نے سفلی کر دیا، کبھی چڑیل آ گئی، کبھی ڈائن آ گئی، کہیں آسیب ہو گیا، کہیں جن چڑھ گیا، اس پر کالا ہو گیا، پیلا ہو گیا، ہر وقت عذاب ہی عذاب میں مبتلا رہتے ہیں۔ ایک شخص نے مجھ سے کہا کہ میرے ایک رشتہ دار کا انتقال ہو گیا، میں نے اسے قبر میں اتارا تو اب وہ مردہ ہر وقت میرے ساتھ لگا رہتا ہے اللہ کے لیے اس سے میری جان چھڑائیے۔ یہ شخص اس خوف سے مرا جا رہا تھا کہ وہ مردہ اسے بھی قبر میں لے جا کر ہی چھوڑے گا، ایک شخص نے کہا کہ اس کے ساتھ ہر وقت سرخ ٹوپیوں والے جنات کی فوج لگی رہتی ہے جو بہت ہی ڈراتی ہے، یہ فوج اس وقت بھی میرے ساتھ ہے میں سرخ ٹوپیوں والی فوج کو دیکھ رہا ہوں، مجھے ان سے بچائیں۔ ایسے بہت سے

واقعات ہیں مجھ سے زیادہ آپ لوگوں کو معلوم ہوں گے، لوگ کس قدر ڈرتے رہتے ہیں اور کتنے عامل ہیں جن کا گزارہ ہی اسی پر ہے، ذرا دیکھیں کراچی کی گلی گلی میں عامل بیٹھے ہوئے ہیں اور لوگ ان کے پاس بھاگے جا رہے ہیں، یہ عامل لوگوں کی قمیصیں سونگھ رہے ہیں، بنیان سونگھ رہے ہیں اور بتا رہے ہیں کہ تجھ پر اتنے جن ہیں اور اس پر فلاں نے سفلی کر دیا ہے حالانکہ ہوتا کچھ بھی نہیں مگر آج کے مسلمان کو کچھ نہ ہوتے ہوئے بھی سب کچھ نظر آ رہا ہے کیوں نظر آ رہا ہے اس لیے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑتا جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اسے اس عذاب میں گرفتار رکھتے ہیں، اللہ کے نافرمانوں کو سکون تو کبھی مل ہی نہیں سکتا، فرمایا:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى ۝ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ۝ قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ۝ وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ۝ (۲۰-۱۲۴ تا ۱۲۷)

’’اور جو شخص میری اس نصیحت سے اعراض کرے گا تو اس کے لیے تنگی کا جینا ہوگا اور قیامت کے روز ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے وہ کہے گا کہ اے میرے رب! آپ نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟ میں تو آنکھوں والا تھا، ارشاد ہوگا کہ ایسے ہی تیرے پاس ہمارے احکام پہنچے تھے پھر تو نے ان کا کچھ خیال نہ کیا اور ایسے ہی آج تیرا کچھ خیال نہ کیا جائے گا، اور اس طرح اس شخص کو ہم سزا دیں گے جو حد سے گزر جائے اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لائے اور واقعی آخرت کا عذاب ہے بڑا سخت اور دیرپا۔‘‘

یہاں تاکید کے ساتھ فرماتے ہیں کہ جس نے میرے ارشادات سے اعراض کیا اور میرے احکام کی تعمیل نہ کی میں اس پر اس کی دنیا کی زندگی تنگ رکھوں گا، اسے دنیا بھر

کی سلطنت مل جائے، دنیا بھر کی عزت ومنصب مل جائے، پوری دنیا سمٹ کر اس کے قدموں میں آجائے، مال ودولت، جاہ وحشمت، عظمت وشہرت سب کچھ مل جائے مگر ہم نے یہ فیصلہ کرلیا ہے اور قطعی طور پر یہ طے کر رکھا ہے کہ اس کے قلب میں کبھی بھی سکون نہیں آنے دیں گے۔ چاہے وہ ٹی وی دیکھ دیکھ کر دل بہلائے یا گانا گا کر یا سن سن کر دل بہلائے، خواہ عاملوں کے ''پلیتے'' سونگھ سونگھ کر سکون حاصل کرنے کی کوشش کرے، (یہ لفظ ''فتیلہ'' ہے عوام نے اسے پہلے فلیتے بنایا اور پھر پلیتے، جو عاملوں کے حالات کے عین مطابق ہے) دنیا بھر کے تعویذ گنڈے کر لے، جتنے چاہے وظیفے پڑھ لے ہم اسے ہمیشہ پریشان ہی پریشان رکھیں گے۔ یہ فیصلہ تو دنیوی زندگی کے لیے ہے اور آخرت میں ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے وہ کہے گا:

''یا اللہ! دنیا میں تو میں اندھا نہیں تھا تو نے مجھے آخرت میں اندھا کر کے کیوں اٹھایا؟''

جواب ملے گا:

''تو دنیا میں میرے احکام کی طرف سے اندھا ہو گیا تھا اس لیے آج ہم نے تجھے اندھا کر کے اٹھایا ہے۔''

یہ تو حشر کا معاملہ ہے آگے حساب وکتاب اور اس کے بعد کے مراحل اس سے بھی سخت ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے وہ وقت آنے سے پہلے سب کو اس وقت کے لیے تیاری کی توفیق اور فکر آخرت عطاء فرمائیں۔

کسی کو خواب میں کسی کو بیداری میں اللہ تعالیٰ ڈراتے رہتے ہیں، یہ بھی ایک مستقل عذاب ہے، کہتے ہیں خواب میں بہت ڈر لگتا ہے بہت ڈر لگتا ہے، کسی کو اللہ تعالیٰ خوابوں میں ڈراتے ہیں کسی کو بیداری میں ڈراتے رہتے ہیں، کوئی کہتا ہے کہ ہمارے گھر کے سامنے ایک بوٹی پڑی ہوئی تھی، اللہ کے بندے! اگر کسی کوے نے یا کسی بلی نے تیرے گھر کے سامنے بوٹی لا کر چھوڑ دی تو کیا وہ بوٹی تجھے کھا جائے گی؟ کوئی کہتا ہے

کہ وہاں مسور کی دال پڑی ہوئی ہے، فلاں جگہ ایک پتلے میں سوئیاں لگی ہوئی تھیں، فلاں چیز، فلاں چیز، اللہ جانے کس کس چیز سے یہ لوگ ڈرتے رہتے ہیں، فرمایا:

وَكَذٰلِكَ نُوَلِّي بَعْضَ الظّٰلِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ○
(۶-۱۲۹)

اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو نافرمانوں سے پٹواتے ہیں۔ نافرمانوں کو پٹوانے کے لیے انہیں سزا دینے کے لیے اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو ان پر مسلّط نہیں فرماتے، اللہ کے بندے تو لگے رہیں عبادت میں اور نافرمانوں کو نافرمان ہی ماریں وہی آپس میں لگے رہیں ایک دوسرے کو خوب ماریں پیٹیں۔ اللہ تعالیٰ ایک نافرمان کے دل میں یہ بات ڈال دیتے ہیں کہ کپڑے کا کوئی پتلا سا بنالو اور اس میں چاروں طرف سوئیاں لگا کر فلاں کے دروازے پر پھینک دو یا وہاں بیری کا درخت ہے اس میں کوئی کپڑا وغیرہ باندھ دو، لوگوں میں مشہور ہے کہ بیری کے درخت پر جن بہت ہوتے ہیں، بس اس نے جو دیکھا کوئی پتلا یا درخت پر کپڑا لٹک رہا ہے تو اس کی تو چیخیں نکل جائیں گی ارے بھاگو بھاگو عامل کے پاس۔ پہلا عذاب تو اللہ نے اسے دلایا کسی خیالی دشمن کے ذریعے جو کہیں ہے نہیں یا کسی جھوٹے فریبی کے ذریعے جس نے ایسے ہی کوئی مصنوعی عمل کر دیا، اور دوسرا عذاب بدعمل عامل کی صورت میں کہ اس نے کہہ دیا ارے ارے کوئی جن آ گیا، کسی نے سفلی کر دیا، ہے کچھ بھی نہیں مگر یہ خوف سے مرا جا رہا ہے۔

اللہ سے ڈرنے والوں سے ہر چیز ڈرتی ہے:

ایک بہت اہم بات سُن لیجیے اور اسے دلوں میں بٹھا لیجیے اللہ کرے کہ دلوں میں اتر جائے، سنیے:

”جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے دنیا کی ہر چیز ڈرتی ہے اور جو اللہ سے نہیں ڈرتا اسے دنیا کی ہر چیز ڈراتی ہے۔“

اللہ کرے کہ یہ دو جملے ہر مسلمان کے دل میں اتر جائیں اگر یہ حقیقت اس کے دل میں بیٹھ گئی، سمجھ میں آگئی تو تمام پریشانیاں جاتی رہیں گی۔ اللہ سے ڈرنے والوں کی ہیبت اور رعب کے کچھ قصے بتادوں۔

اللہ سے ڈرنے والوں کی ہیبت کے چند قصے:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم:

ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سفر میں آرام کی غرض سے ایک درخت کے سائے میں تشریف فرما ہوئے، تلوار درخت پر لٹکا دی، اتنے میں دشمن کا ایک شخص آیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تلوار میان سے کھینچ کر کہنے لگا:

من یمنعک منی؟

''مجھ سے تمہیں کون بچائے گا؟''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اللہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمانا تھا کہ اس کافر پر لرزہ طاری ہوگیا اور تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تلوار اٹھائی اور فرمایا:

''تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟''

اس نے معافی مانگی اور عہد کیا کہ آیندہ کبھی آپ کے خلاف کسی دشمن کی مدد نہیں کرے گا، آپ نے اسے چھوڑ دیا۔ جب انسان اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کر لیتا ہے تو پھر ہر مخلوق پر اس کی ہیبت اور رعب قائم ہو جاتا ہے۔

② شیر مجاہد کا غلام:

حضرت سفینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روم میں لشکر سے بچھڑ گئے یا قید سے چھوٹ کر

بھاگے، اچانک ایک شیر سامنے آ گیا انہوں نے اس سے فرمایا:

''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا غلام ہوں لشکر سے بچھڑ گیا ہوں۔''

وہ شیر دم ہلاتا ہوا ان کے ساتھ ہولیا، جہاں کہیں کوئی خطرے کی آواز سنتا اس طرف جھپٹتا، اس سے نمٹ کر پھر ان کے ساتھ چلنے لگتا حتیٰ کہ ان کو لشکر تک پہنچا کر واپس چلا گیا۔

۳ جنگل کے تمام جانور مجاہدین کے تابع:

حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانہ میں حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''فتح افریقہ'' کے بعد مصالح جہاد کے پیش نظر وہاں ایک نیا شہر ''قیروان'' بسایا اس شہر کی بنیاد کا قصہ یہ ہے:

حضرت عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے فوجیوں نے کہا:

''یہاں درندے اور سانپ بچھو وغیرہ موذی جانور بہت ہیں اس لیے ہمیں یہاں ٹھہرنے میں خطرہ ہے۔''

حضرت عقبہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لشکر سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو جمع کیا جو اٹھارہ تھے پھر اعلان کیا:

ایتھا الحشرات والسباع نحن اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فارحلوا عنا فانا نازلون فمن وجدناہ بعد قتلناہ

''اے زمین کے اندر رہنے والے موذی جانورو اور درندو! ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب ہیں، یہاں رہنا چاہتے ہیں، اس لیے تم یہاں سے چلے جاؤ اس کے بعد تم میں سے جس کو بھی پائیں گے قتل کر دیں گے۔''

سو لوگوں نے خوف ناک منظر دیکھا کہ شیر، بھیڑیئے اور سانپ اپنے بچوں کو اٹھائے غول درغول بھاگے جا رہے ہیں، یہ دیکھ کر دشمن کی قوم ''بربر'' کے بہت سے لوگ

مسلمان ہو گئے۔

۴ مجاہدین کے لیے جانوروں کا کلام کرنا اور اپنی جان پیش کرنا:

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قادسیہ میں ایک ماہ قیام فرمایا، لشکر کے پاس خورونوش کا سامان نہ رہا تو آپ نے حضرت عاصم بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ''میسان'' کی طرف بھیجا، انہوں نے لشکر کے خورونوش کے لیے کوئی گائے بکری تلاش کی مگر دستیاب نہ ہوئی، اہلِ فارس کا ایک چرواہا ایک ''بن'' کے پاس ملا، اس سے دریافت کیا کہ کوئی گائے بکری مل سکتی ہے؟ اس نے جھوٹ کہہ دیا کہ مجھے خبر نہیں، ''بن'' کے اندر سے ایک بیل نے آواز دی:

كذب عدو الله هاهنا

''اللہ کے دشمنوں نے جھوٹ بولا، ہم یہاں موجود ہیں۔''

عاصم ''بن'' میں جا کر اس کو پکڑ لائے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کو لشکر پر تقسیم کیا، لوگوں نے کئی دن تک خوب کھایا۔

حجاج بن یوسف کے زمانہ میں اس کے سامنے اس قصہ کا تذکرہ آیا اس نے لوگوں کو بلا کر تصدیق کی غرض سے پوچھا:

''لوگ اس واقعہ سے متعلق کیا خیال کرتے تھے۔''

انہوں نے کہا:

''لوگ اس واقعہ سے اس پر استدلال کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں سے راضی ہیں اور فتوحات ان کے ہمرکاب ہیں۔''

حجاج نے کہا:

''یہ جب ہوسکتا ہے کہ پورا لشکر صالح و متقی ہو۔''

لوگوں نے کہا:

''لشکر کے دلوں کی بات تو ہمیں معلوم نہیں لیکن ظاہر میں ہم نے جو کچھ دیکھا ہے وہ یہ ہے کہ دنیا کے بارہ میں ان سے زیادہ زاہد اور دنیا کے ساتھ ان سے زیادہ بغض رکھنے والا ہم نے کہیں کوئی نہیں دیکھا ان میں کوئی بزدل اور کوئی شریر اور کوئی غدار نہ تھا۔''

۵ مجاہدین کا دریائے دجلہ میں گھوڑے دوڑانا:

مجاہدین اور کسریٰ کے درمیان دریائے دجلہ حائل تھا، امیر لشکر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو انتہائی کوشش کے باوجود کوئی کشتی نہ مل سکی، ادھر دجلہ میں بہت زبردست طوفان بپا تھا، بہت ہولناک موجوں کے تصادم سے دریا جھاگ پھینک رہا تھا، پانی بالکل سیاہ نظر آ رہا تھا، حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دجلہ کے کنارے اپنے لشکر سے خطاب فرمایا، پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی پھر فرمایا:

''دشمن تک پہنچنے کے لیے اس دریا کو عبور کیے بغیر کوئی راستہ نہیں میں نے اس سمندر کو قطع کر کے دشمن تک پہنچنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔''

پورے لشکر نے اس فیصلہ کا پرجوش خیر مقدم کیا، آپ نے حکم دیا:

''دریا میں گھوڑے ڈال دو۔''

دشمن نے یہ منظر دیکھا تو چلانے لگے:

''دیوانے دیوانے۔''

پھر آپس میں کہنے لگے:

''تم انسانوں سے قتال نہیں کر رہے، تمہارے مقابلے میں جنات ہیں۔''

دریا میں گھوڑے اتارتے وقت حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لشکر کو یہ کلمات ورد کرنے کا حکم دیا:

نستعین باللہ ونتوکل علیہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل ولا حول

ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم

پھر آپ نے دریا میں گھوڑا ڈال دیا، ساتھ ہی پورے لشکر نے بھی بے دھڑک دریا میں اپنے گھوڑے ڈال دیئے ایک شخص نے دریا میں گھوڑا ڈالتے وقت کہا:

''اس نطفہ سے ڈرتے ہو؟''

پھر اس نے یہ آیت پڑھی:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا (۳-۱۴۵)

''اور اللہ کے حکم کے بغیر کسی شخص کو موت آنا ممکن نہیں اس کی متعین میعاد لکھی رہتی ہے۔''

دریا میں ایسے اطمینان سے باہم باتیں کرتے جارہے تھے جیسے زمین پر چل رہے ہوں اگر کوئی گھوڑا تھک جاتا تو اللہ تعالیٰ اس کے سامنے دریا میں ٹیلا بلند فرمادیتے وہ اس پر رک کر تازہ دم ہوکر پھر دریا میں چلنے لگتا، دریا کے سفر میں حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمارہے تھے:

حسبنا اللہ ونعم الوکیل واللہ لینصرن اللہ ولیہ ولیظھرن اللہ دینہ ولیھزمن اللہ عدوہ ان لم یکن فی الجیش بغی او ذنوب تغلب الحسنات

''اللہ کی قسم اللہ اپنے دوستوں کی ضرور مدد کرے گا اور اپنے دین کو ضرور غالب کرے گا اور اپنے دشمنوں کو ضرور مغلوب کرے گا جب تک لشکر میں ظلم نہ ہو اور نیکیوں پر گناہ غالب نہ ہو جائیں۔''

اللہ تعالیٰ کی مدد سے پورا لشکر صحیح سلامت دریا کے دوسرے کنارے پر پہنچ گیا، گھوڑے دریا سے نکلے تو پھریریاں لے کر اپنی گردنوں کے بال جھاڑ رہے تھے اور مستی سے ہنہنا رہے تھے۔

لشکر مدائن میں داخل ہوا تو اس کو بالکل خالی پایا، کسریٰ اپنی فوج سمیت وہاں سے بھاگ چکا تھا، مجاہدین کو بے حد وحساب بے بہا خزانے ہاتھ لگے۔

٦ مجاہدین کے لیے سمندر کا تابع ہو جانا:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرتدین سے جہاد کے لیے حضرت علاء حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو امیر لشکر بنا کر بحرین کی طرف بھیجا، ایک خشک میدان پر گزر ہوا لوگ پیاس کی شدت کی وجہ سے ہلاکت کے قریب پہنچ گئے، حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ گھوڑے سے اترے پھر یہ دُعاء کی:

یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم اسقنا

ایک نہایت معمولی سا بادل اُٹھا اور فوراً اس زور سے برسا کہ سب نے پیا، برتنوں کو بھر لیا اور سواریوں کو پلایا، یہاں سے نبٹ کر دشمن کے تعاقب کے لیے ''دارین'' کا قصد کیا، وہاں پہنچنے کے لیے سمندر کو عبور کرنا پڑتا تھا، سمندر ایسا زبردست تھا کہ اس میں کبھی بھی کوئی نہ اس سے پہلے داخل ہو سکا نہ بعد، مرتدین نے کشتیاں بھی جلا ڈالی تھیں تاکہ مسلمان ان کا تعاقب نہ کر سکیں، حضرت علاء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دو رکعتیں پڑھ کر دُعاء کی:

یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم اسقنا

پھر گھوڑے کی باگ پکڑ کر سمندر میں کود پڑے اور لشکر سے فرمایا:

''اللہ کا نام لے کر کود جاؤ۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:

''ہم پانی پر چل رہے تھے، اللہ کی قسم! نہ ہمارا قدم بھیگا نہ موزہ بھیگا نہ گھوڑوں کے سم بھیگے اور چار ہزار کا لشکر تھا۔''

۷ حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی بیوی بہت تند مزاج تھیں، شیخ کی زندگی

کو اپنی بدخلقیوں سے تلخ کر رکھا تھا، ایک بار ایک مرید حضرت شیخ کی زیارت کے لیے حاضر ہوئے شیخ جنگل تشریف لے جا چکے تھے، مرید نے دروازے پر دستک دی، شیخ کی اہلیہ نے پوچھا کہ کیوں آئے ہو؟ مرید نے بصد احترام حضرت شیخ کا نام لیا اور عرض کیا کہ زیارت کے لیے حاضر ہوا ہوں، بیوی نے شیخ کا نام سنتے ہی ان کی سینکڑوں شکایتیں بیان کر کے کہا کہ احمق ہو، عمر ضائع کرنے کے لیے اتنا طویل سفر کیا، شیخ کی حقیقت کو مجھ سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے، مرید بہت آزردہ خاطر ہوئے، روتے ہوئے جنگل کی طرف گزرے، دیکھا کہ شیخ شیر پر سوار ہیں اور لکڑیوں کا گٹھا بھی شیر پر لادے ہوئے ہیں اور ہاتھ میں سانپ کا کوڑا، شیخ نے مرید کی افسردگی سے سمجھ لیا کہ یہ بے چارہ بیوی کا تنگ کیا ہوا ہے، آپ نے فرمایا کہ کچھ غم نہ کرو، اللہ تعالیٰ نے بیوی ہی کی بدمزاجی پر صبر کرنے سے مجھے یہ درجہ عطاء فرمایا ہے ۔

گر نہ صبرم می کشیدے بار زن
کی کشیدے شیر نر بیگار من

⑧ شیخ سعدی کے وقت کے ایک بزرگ:

شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ میں نے انہیں شہر ’’رود بار‘‘ کے میدان میں چیتے پر سوار دیکھا، اس ہولناک منظر سے میں ایسا گھبرایا کہ چلنے سے عاجز ہو گیا میرے پاؤں جم گئے۔ انہوں نے میرا یہ حال دیکھ کر مسکراتے ہوئے لبوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ سعدی! اس سے تعجب مت کر تو اللہ کے حکم سے گردن نہ موڑ تو کوئی چیز تیرے حکم سے گردن نہ موڑے گی ۔

تو ہم گردن از حکم داور مپیچ
کہ گردن نہ پیچد زحکم تو ہیچ

۹ قصبہ ”مشائخ“ کے ایک بزرگ:

حیدر آباد سے مشرق شمال کی طرف ایک قصبہ ہے ”مٹیاری“ اس سے کچھ ہٹ کر ایک اور قصبہ ہے اس کا نام ہے ”مشائخ“ مشائخ کے معنی ہیں دینی اعتبار سے بڑے بڑے لوگ، بہت بڑے عالم کو بھی شیخ کہتے ہیں اور بہت بڑے بزرگ کو بھی شیخ کہتے ہیں، شیخ کی جمع ہے مشائخ۔ اس قصبے میں کسی زمانے میں بہت بڑے بڑے علماء اور بہت بڑے بڑے بزرگ گزرے ہیں اسی نسبت سے قصبے کا نام ”مشائخ“ مشہور ہوگیا۔ ایک بار میرا وہاں جانا ہوا، وہاں بڑے بڑے علماء اور بزرگوں کی قبریں ہیں ایک قبر پر لکھا ہوا تھا کہ یہ بزرگ چیتے پر سواری کرتے تھے اور ہاتھ میں سانپ کا چابک ہوتا تھا۔ اگر ایسی روایات کی تایید قرآن وحدیث سے نہ ہوتی اور معتبر ذرائع سے ایسے علماء اور بزرگوں کے قصے نہ سنے ہوتے تو ہم سمجھتے کہ یہ ایسے ہی مریدوں نے قصے بڑھا چڑھا کر لکھ دیئے ہیں۔

۱۰ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ:

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنا یہ قصہ بیان فرمایا کہ ایک بار میں خانقاہ سے اپنے گھر کی طرف جا رہا تھا ایک بہت تنگ گلی سے گزرنے لگا تو دیکھا سامنے سے ایک بہت مشہور مرکھنا سانڈ آرہا تھا، جو مارنے میں بہت مشہور تھا، لوگوں کے پیچھے بھاگ کر انہیں مارتا تھا، مجھے خیال ہوا کہ اگر میں واپس لوٹتا ہوں تو یہ میرے پیچھے بھاگے گا میں بچ تو نہیں سکوں گا اور آگے بڑھنے میں یہ مشکل کہ گلی بہت تنگ ہے فرمایا کہ جیسے میری نظر اس پر پڑی اور اس نے بھی میری طرف دیکھا تو وہ مجھ سے اتنا ڈرنے لگا کہ گویا سکڑ سکڑ کر دیوار کے اندر گھسنے لگا ایسا لگ رہا تھا کہ جیسے یہ اس کوشش میں ہے کہ دیوار پھٹ جائے اور اسے راستہ مل جائے اتنا ڈر رہا تھا میں بے خطر اس کے پاس سے گزر گیا۔ بات وہی ہے کہ اللہ سے ڈرنے والوں سے دنیا کی ہر چیز ڈرتی ہے۔

(اس قسم کے اور بھی کئی قصے آگے آرہے ہیں۔ جامع)

یہ لوگ اللہ سے ڈرنے والے تھے اس لیے اللہ نے مخلوق کا خوف ان کے قلوب سے نکال دیا۔

آج کے مسلمان کی بہادری اور بزدلی:

آج کے مسلمان کی بہادری کا تو یہ عالم ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بھی نہیں ڈرتا، اس کے عذاب کو اس کی پکڑ کو خاطر میں نہیں لاتا ادھر بزدلی کا یہ عالم ہے کہ دنیا کی ہر چیز سے ڈرتا ہے۔ یہ بات لوگوں کو سمجھاتے سمجھاتے میری عمر گزر گئی مگر ان کی سمجھ میں نہیں آرہی بس ایک شور ہے کہ جن چڑھ گئے، آسیب نے پکڑ لیا یا کسی نے سفلی کر دیا، فلاں دشمن نے جادو کر دیا، فلاں نے کالا کر دیا، بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں عاملوں کے پیچھے، مجھ سے جب کوئی یہ رونا روتا ہے تو میں ایک ہی بات کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیں، صحیح صحیح مسلمان بن جائیں نہ آسیب رہے گا نہ سفلی، کوئی پریشانی نہیں رہے گی لیکن ان کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت میں آئے ہوئے ہیں، ہر لمحہ اذیت میں گزر رہا ہے مگر پھر بھی نافرمانی سے باز نہیں آتے، دراصل یہ گناہ کی تاثیر ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے کرتے دل سیاہ ہو گئے، سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی ختم ہو گئی، گناہوں کا زنگ قلوب پر ایسا چڑھ گیا کہ اپنے فائدے کی بات بھی سمجھ میں نہیں آتی ذہن اسے قبول ہی نہیں کرتا عمل تو بعد کی بات ہے، نافرمانی اور بغاوت بہت بڑی نحوست ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب سے بڑے باغیوں یعنی کفار و مشرکین سے متعلق فرمایا کہ جہنم میں جلنے کے باوجود اس بغاوت کی نحوست دل سے نہیں نکلے گی چنانچہ وہاں پہنچ کر زبان سے بار بار یہی فریاد کریں گے کہ یا اللہ! ہمیں دنیا میں واپس بھیج دے وہاں جا کر ہم تیری نافرمانی نہیں کریں گے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ یہ جھوٹے ہیں اگر انہیں دنیا میں بھیج دیا جائے تو بھی کفر و شرک اور بغاوت سے باز نہیں آئیں گے۔ ذرا اندازہ کیجیے! اللہ کی بغاوت سے انسان کی فطرت

کیسی مسخ ہو جاتی ہے کہ جہنّم کو دیکھ کر بھی ان کے دماغ درست نہ ہوں گے وہاں پہنچ کر بھی جھوٹ بولیں گے اللہ تعالیٰ کو دھوکا دینے کی کوشش کریں گے کہ ہمیں ایک بار دنیا میں لوٹا کر دیکھیے ہم کتنے فرماں بردار بن کر دکھاتے ہیں، اللہ تعالیٰ تو سب کچھ جانتے ہیں وہ تاکید کے ساتھ فرمارہے ہیں کہ پکی بات ہے کہ یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں:

وَلَوْ تَرٰٓی اِذْ وُقِفُوْا عَلَی النَّارِ فَقَالُوْا یٰلَیْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُکَذِّبَ بِاٰیٰتِ رَبِّنَا وَنَکُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ o بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا کَانُوْا یُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ط وَلَوْ رُدُّوْا لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَکٰذِبُوْنَ o (۶-۲۷،۲۸)

’’اور اگر آپ اس وقت دیکھیں جب کہ یہ جہنّم کے پاس کھڑے کیے جائیں گے تو کہیں گے ہائے کیا اچھی بات ہو کہ ہم پھر واپس بھیج دیے جائیں اور اگر ایسا ہو جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کو جھوٹا نہ بتائیں اور ہم ایمان والوں سے ہو جائیں بلکہ جس چیز کو اس کے قبل دبایا کرتے تھے وہ ان کے سامنے آگئی ہے اور اگر یہ لوگ پھر واپس بھی بھیج دیئے جائیں تو بھی یہ وہی کام کریں گے جس سے انہیں منع کیا گیا تھا اور یقیناً یہ بالکل جھوٹے ہیں۔‘‘

جب اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتے کرتے دل سیاہ ہو جاتا ہے تو یہی کیفیت ہو جاتی ہے عذاب دیکھ رہے ہیں سر پر آچکا ہے پھر بھی ہدایت نہیں ہوتی۔ یہ تو اہل جہنّم کا آخری انجام بیان کیا گیا ہے، دنیا میں اس کا نمونہ دیکھنا چاہیں تو نافرمانوں کے حالات دیکھ لیں کہ طرح طرح کے مصائب اور عذابوں میں مبتلا ہیں پریشانیوں میں گھرے ہوئے ہیں، سکون کی نعمت چھن چکی ہے، زندگی اجیرن ہوگئی ہے لیکن اس کے باوجود نافرمانی سے باز نہیں آتے اپنی باغیانہ روش نہیں چھوڑتے۔

عاملوں کے عاشق:

جن لوگوں کے ذہنوں پر آسیب اور سفلی کا بھوت سوار ہے عاملوں کے دروازوں پر

دھکے کھاتے پھر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جن کے قلوب اللہ کی عظمت اور محبت سے خالی ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کو یوں رسوانہیں کرتے انہیں دردر کے دھکے نہیں دلاتے آج کل عامل بہت زیادہ ہوگئے ہیں پورے ملک میں جہاں جائیں ان کا جال پھیلا ہوا ہے اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ جہالت اور بے دینی بہت پھیل گئی ہے جس کے نتیجے میں لوگوں کی پریشانیاں بڑھ گئی ہیں، نئی سے نئی مصیبتوں، آفات اور امراض کی بہتات ہے اس لیے ہر عامل کو بآسانی شکار مل جاتا ہے جو بھی ان کے ہتھے چڑھ جائے ان کی ایک ہی تشخیص ہوتی ہے کہ تم پر کسی نے سفلی کردیا ہے، تم پر اتنے اتنے جنات ہیں، جو بھی آفت زدہ اور پریشان حال ان کے پاس پہنچ جاتا ہے ایک تو اسے پہلے سے ہی یقین ہوتا ہے کہ اس پر سفلی ہے دوسرے عامل بھی یہی تشخیص کرتا ہے جس سے مریض کا یقین اور پختہ ہوجاتا ہے کہ واقعۃً سفلی ہے۔ دراصل قصہ یہ ہے کہ ان عاملوں کے دماغ پر سفلی ہے، ان کی بداعمالیوں کی وجہ سے ان پر سفلی سوار ہے اس لیے انہیں سب پر سفلی ہی نظر آتا ہے اور ان عاملوں کے عاشقوں کی ایسی مت ماری گئی ہے کہ اگر ان سے کہا جائے کہ یہ عاملوں کا چکر ٹھیک نہیں ان کے پاس نہ جایا کریں تو فوراً وہ عامل کی تعریف شروع کردیتے ہیں کہ یہ کوئی ایسا ویسا عامل نہیں بلکہ عالم ہیں، بعض عاملوں کا تعارف اس سے بھی اونچے الفاظ میں کرواتے ہیں کہ وہ بہت بڑے مفتی ہیں بعض کے بارے میں کہتے ہیں کہ تبلیغی بزرگ ہیں لیکن یہ بات خوب سمجھ لیں کہ کوئی عامل کتنا ہی بڑا بزرگ نظر آتا ہو فضاء میں اڑتا ہوا نظر آئے وہ بھی صحیح بات نہیں کرے گا، جو بھی ایک مرتبہ اس کے پاس چلا جائے خواہ وہ بیمار ہو یا بالکل تندرست، مرد ہو یا عورت اس پر جن ضرور چڑھائے گا، تجربہ کرکے دیکھ لیجیے یہ ناممکن ہے کہ کوئی اس کے دروازے سے خالی ہاتھ لوٹے، اس کا تو تصور بھی نہ کیجیے کہ وہ کسی کو یہ کہہ دے کہ تمہیں کچھ نہیں تم بالکل ٹھیک ہو بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ایک بات کہتا ہوں کہ جس عامل کو آپ جتنا بڑا بزرگ سمجھ کر

جائیں گے وہ اپنی شان کے مطابق اتنا ہی بڑا چکر چلائے گا۔ بعض صحیح بزرگ بھی یہ کام کرتے ہیں مگر وہ بہت کم ہیں جو جھوٹ بول کر غلط بیانی کر کے جھوٹ موٹ کا جن یا سفلی چڑھا کر عوام سے پیسا لوٹنے کے لیے اپنا نام کرنے کے لیے، واہ واہ کروانے کے لیے عوام کو فریب نہیں دیتے، انہیں پریشان نہیں کرتے چکروں میں نہیں ڈالتے بلکہ عوام کو مانوس کر کے انہیں دین کی طرف لانے کی نیت سے شریعت کے مطابق صحیح صحیح کام کرتے ہیں، ان کی تفصیل آگے بتاؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

لڑکیوں پر جن عاشق ہوگئے:

کسی نے فون پر بتایا کہ ایک شخص کی کئی جواں سال بیٹیاں ہیں، ان کی شادیاں نہیں ہورہیں والدین کی عقل مندی دیکھیے کہ مناسب کوشش اور دین دار رشتہ تلاش کرنے کی بجائے عامل کے پاس پہنچ گئے کہ بچیوں کے رشتے کیوں نہیں ہورہے، بھلا عامل کا اس معاملے سے کیا تعلق؟ عامل نے جواب دیا کہ ان لڑکیوں پر جن عاشق ہیں وہ شادی نہیں ہونے دیتے اور مزید بتایا کہ ان کی والدہ پر بھی جن عاشق ہیں۔ کس قدر شرم کی بات ہے، میں نے کہا کہ سارے خاندان پر ہی جن عاشق ہورہے ہیں اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ آدم کی اولاد نہیں بلکہ جنوں کی بیٹیاں ہیں، ان کی لڑکیاں پریاں ہیں اس لیے کوئی انسان ان کا رشتہ لینے کو تیار نہیں ہورہا، خیر یہ تو مزاح کی بات تھی، میں نے ان سے کہا کہ جن ون کچھ نہیں اس عامل کے چکر سے نکلو۔ اس پر انہوں نے جواب دیا کہ وہ کوئی معمولی آدمی نہیں مفتی صاحب ہیں۔ میں نے کہا کہ عامل جتنا بڑا ہوگا چکر بھی اتنا ہی بڑا اور گمراہ کن چلائے گا، اگر صحیح عالم دین اور مفتی ہوتا تو لڑکیوں کے والدین کو سمجھاتا کہ ان پر کوئی سفلی کوئی جن نہیں آپ اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں سے بچیں اس کے ساتھ صحیح تعلق جوڑیں، اعتدال میں رہ کر کوشش کریں اور اچھے دین دار رشتے دیکھ کر لڑکیوں کی شادی کردیں۔ اس کی بجائے وہ تشخیص کر رہا ہے کہ تمہاری لڑکیوں پر جن

عاشق ہیں، کیا کسی عالم دین کو یہ جواب زیب دیتا ہے؟ والدین بے چارے پہلے ہی پریشان تھے اس نے انہیں ایک نئی پریشانی میں ڈال دیا۔ میں نے سمجھایا کہ کوئی بھوت نہیں یہ نام نہاد مفتی جھوٹ کہتا ہے اس سے دور بھاگو، اللہ تعالیٰ نے انہیں سمجھ دے دی اس کے چکر سے بچ گئے اس کے پاس جانا چھوڑ دیا ورنہ آگے چل کر وہ مفتی نہ جانے اور کیا کیا چکر دیتا۔ والدین کی عقل دیکھیے کہ یہ گھریلو قسم کا مسئلہ دین دار حضرات کے مشورہ سے خود حل کرنے کی بجائے عامل کے پاس پہنچ گئے کہ بچیوں کی شادیاں کیوں نہیں ہوتیں، کیا رکاوٹ ہے، اس عامل نے کہہ دیا کہ جن عاشق ہیں اور انہوں نے یقین کر لیا کہ واقعۃً جنات عاشق ہیں اور وہی رکاوٹ ڈال رہے ہیں۔

کسی لڑکی نے مجھے لکھا کہ وہ ایک عامل کے پاس گئی تو اس نے درمیان میں قرآن رکھ کر اسے اپنے سینے سے لگا کر خوب بھینچا اور کہا:

''اب ہم دونوں آپس میں بھائی بہن بن گئے۔''

کیسے خبیث لوگ ہیں قرآن مجید کو بدکاری کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔

لڑکی کو جنات مروڑ دیتے ہیں:

کسی نے بتایا کہ ایک لڑکی کو جنات جب چاہتے ہیں آ کر مروڑ دیتے ہیں اور وہ ٹیڑھی ہو جاتی ہے۔ والدین یقین کیے بیٹھے ہیں کہ یہ جنات کا کام ہے یہ نہیں کہ کسی معالج کو دکھائیں تشخیص کرائیں کہ یہ کس قسم کا دورہ ہے کون سی بیماری ہے اس طرف کوئی توجہ نہیں بس یہی بات دماغ میں بیٹھ گئی کہ جن سوار ہیں۔

کمرے پر جنات کا قبضہ:

ایک اور بات اس سے بھی زیادہ عجیب سنی کہ ایک کمرے پر جنات کا قبضہ ہو گیا وہ جنات کہتے ہیں کہ خبردار! کوئی اس میں قدم نہ رکھے ورنہ گردن توڑ دیں گے، سوچیے! جنات کو کمرے سے کیا کام وہ تو پہاڑوں اور جنگلوں میں رہتے ہیں، غرض ان وہم کے

مریضوں کو ہر جگہ جن نظر آتے ہیں کسی قسم کا مسئلہ ہو کوئی سی پریشانی ہو جنات ہیں جنات، ارے آسیب ہو گیا، آسیب، کیا خرافات ہیں۔ وہ کمرا جن لوگوں نے جنات کے حوالے کر دیا تھا یہاں دارالافتاء بھی تعویذ لینے آتے تھے، مجھے بہت تعجب ہوا، یہ قصہ سن کر میں نے ان لوگوں کی گوشمالی کی اور انہیں اچھی طرح بجایا، میں نے کہا دیکھیے بات ہے صحیح صحیح اور صاف صاف کہ دارالافتاء کی نسبت کو بدنام نہ کریں اگر یہاں تعلق رکھنا ہے تو کچی پکی باتیں ذہن سے نکال دیں ورنہ یہاں آنا چھوڑ دیں، اچھی طرح سوچ کر فیصلہ کریں اگر یہاں سے تعلق رکھنا ہے تو اللہ کا نام لے کر کمرا کھول دیں کوئی جن ون نہیں۔ بحمداللہ تعالیٰ بات ان کی سمجھ میں آ گئی کمرا کھولا تو کچھ بھی نہیں تھا، اب روزانہ اس میں جا رہے ہیں آ رہے ہیں کوئی جن نہیں پکڑتا۔ درحقیقت یہ آج کے مسلمان پر نافرمانی کا وبال ہے، جنات کے وجود کا انکار نہیں، یہ بھی ممکن ہے کہ کسی انسان پر ان کا تسلط ہو مگر وہ تو شاذ و نادر ہزاروں لاکھوں میں کسی پر ہو تو ہو یہ گھر گھر جن کہاں سے آ گئے؟ یہ نافرمانیوں کا وبال ہے، جسے اپنے اوپر جنات کا شک گزرے اسے چاہیے کہ نافرمانیاں چھوڑ دے توبہ واستغفار کرے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرے کوئی جن اس کے قریب بھی نہیں آئے گا سب بھاگ جائیں گے۔ کئی ایسے قصے پیش آئے ہیں کہ دارالافتاء سے تعلق رکھنے والوں نے نیا مکان خریدا جو بہت مدت سے خالی پڑا ہوا تھا، لوگ انہیں ڈراتے تھے کہ جو مکان زیادہ مدت خالی پڑا رہے اس پر جنات قبضہ کر لیتے ہیں، پھر کہتے ہیں کہ کئی تجربے بھی ہوئے کہ اس مکان میں جو بھی رہا اسے جنات نے بہت پریشان کیا، مگر دارالافتاء سے تعلق رکھنے والے ایسے مکانوں میں بے خطر بہت سکون واطمینان سے رہ رہے ہیں، بعض نے حفاظت کے لیے تعویذ مانگا تو میں نے کہا کہ آپ کا دارالافتاء سے تعلق ہونے کی وجہ سے جنات آپ سے ڈرتے ہیں، اس لیے آپ کو تعویذ کی کوئی ضرورت نہیں، چنانچہ وہ تعویذ کے بغیر ہی آرام سے رہ رہے ہیں، کوئی جن وغیرہ ان کے قریب بھی نہیں پھٹکتا۔

عاملوں کا امتحان لیجیے:

ایک بات بہت عجیب ہے کہ ان عاملوں کو کسی بھی نوعیت کی تکلیف بتائیں کوئی جسمانی مرض ہو، معاشی پریشانی ہو، کوئی گھریلو ناچاقی ہو، کچھ بھی ہو ان کی تشخیص ہر ایک کے بارے میں یہی ہوگی کہ کسی نے سفلی کر دیا ہے، بندش لگادی ہے اور اتنے اتنے جن ہیں۔ مجھے ان لوگوں پر بہت تعجب ہوتا ہے جو ان کی باتوں پر یقین کر لیتے ہیں، اچھے خاصے پڑھے لکھے دانشور قسم کے لوگ عاملوں کے سامنے ایسے احمق بن جاتے ہیں کہ وہ جو کچھ کہہ دیں ان کی طرف سے **آمنا و صدقنا**، اللہ کے بندو! کبھی ان بدعمل عاملوں کا امتحان بھی تو لے کر دیکھو۔ امتحان کا طریقہ بہت آسان سا ہے جو کرنا چاہے کر لے وہ یہ کہ کسی اچھے خاصے تندرست شخص کو کسی عامل کے پاس لے جائیں وہ جا کر عامل سے کہے کہ میری طبیعت کچھ خراب ہے، یہ جھوٹ بھی نہیں دل میں یہ نیت کر لے کہ تجھے دیکھ دیکھ کر طبیعت خراب ہو رہی ہے دل چاہ رہا ہے کہ تیری ایسی ٹھکائی لگاؤں کہ تیرا دماغ درست ہو جائے تو نے زمین پر شر پھیلا رکھا ہے اللہ کے بندوں کو جھوٹ بول بول کر پریشان کر رکھا ہے، تیرے شر سے اللہ کی زمین کو پاک کر دوں، دل میں یہ نیت رکھیں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت پر عمل کریں، انہوں نے بھی تو اپنی قوم سے یہی کہا تھا کہ میں بیمار ہوں، میری طبیعت خراب ہو رہی ہے یعنی تمہارے بتوں کو دیکھ دیکھ کر طبیعت خراب ہو رہی ہے ان کی گردنیں اُڑانے کے لیے طبیعت بگڑ رہی ہے۔ آپ بھی اسی طرح کریں اور یہ تجربہ کرنے کے لیے کسی معمولی سے عامل کے پاس نہ جائیں بلکہ کسی بڑے کا انتخاب کریں اس کا امتحان لیں، اس سے کہیں کہ طبیعت خراب ہو رہی ہے وہ آپ کا ہاتھ دیکھے گا یا آپ کا رومال یا قمیص یا بنیان سونگھے گا پھر بتائے گا کہ آپ پر کسی نے سفلی کر دیا ہے یا کہے گا کہ آسیب کا اثر ہے یا یہ کہ اتنے اتنے جنات ہیں یا یہ کہ گھر میں بندش ہے۔ اس طرح ان بدعمل عاملوں نے اللہ کی مخلوق کو وسوسوں میں ڈال رکھا ہے

اچھے خاصے تندرست وتوانا انسان کو الو بنا کر بیمار کر دیتے ہیں، ایک قصہ بہت مشہور ہے کہ بچوں کو چھٹی کرنے کا شوق ہوا تو اس کے لیے یہ تدبیر نکالی کہ ایک نے استاذ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''استاذ جی آپ کی طبیعت کچھ خراب معلوم ہو رہی ہے خیریت تو ہے؟'' استاذ نے ڈانٹ کر کہا کہ کہاں خراب ہے، میں تو بالکل ٹھیک ہوں، پھر دوسرے لڑکے نے جا کر ایسے ہی کہا تو استاذ بولے ہاں کچھ سر میں درد ہے، اس لڑکے نے آ کر دوسروں کو بتایا کہ سر میں درد تو میں ڈال آیا ہوں، کچھ اور زور لگاؤ تو چھٹی ہو جائے گی، چنانچہ تین چار بچوں کے یکے بعد دیگرے کہنے سے استاذ کو بخار ہو گیا تو انہوں نے بچوں کی چھٹی کر دی۔ میں عاملوں کا امتحان لینے کے بارے میں کہہ رہا تھا ان کا امتحان لے کر دیکھیں تو ان کے فریب کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔

امتحان کے دو قصے:

ایسے افراد جنہوں نے خود مجھے اپنے قصے بتائے اس وقت ان میں سے دو کے قصے سن لیں شاید کہ ہدایت ہو جائے اور ان عاملوں کے چکر سے بچ جائیں۔

پہلا قصہ:

ایک شخص نے اپنا قصہ بتایا کہ ایک مرتبہ میرے بھائی کی طبیعت خراب ہوئی تو انہیں وہم پڑ گیا کہ کسی نے کچھ کر دیا ہے لہٰذا عامل کے پاس جانا ضروری ہے۔ کسی کے ذہن میں کوئی غلط بات بیٹھ جائے تو نکالنا بہت مشکل ہوتا ہے ان پر بھی یہ وہم سوار ہو گیا کہ کسی نے سفلی کر دیا ہے کسی عامل کے پاس چلو، بار بار اصرار کرنے لگے بڑوں کا بھی یہی اصرار کہ لے چلو لے چلو، میں مجبور ہو گیا اور بادل نخواستہ انہیں عامل کے پاس لے گیا میری طبیعت پریشان تو تھی ہی عامل بھی یہی سمجھا کہ یہی ہے میرا شکار لہٰذا بھائی کو چھوڑ کر میرا رومال لے لیا اور سونگھتے ہی ایک دم پھینک کر کہنے لگا کہ تم پر اتنے جنات ہیں، میں نے کہا کہ مجھے تو کچھ بھی نہیں میں تو مریض کو دکھانے لایا ہوں، مریض ایک طرف بیٹھا

ہے اس سے بات نہیں کرتا اور تندرست آدمی پر جن چڑھا دیئے۔

(حضرت اقدس بہت مدت تک انہیں مجلس وعظ میں کھڑا کر کے لوگوں کو دکھاتے رہے اور ان کا قصہ سناتے رہے۔ جامع)

دوسرا قصہ:

ایک ڈاکٹر صاحب نے اپنا قصہ بتایا کہ ان کے ایک عزیز بیمار تھے مختلف علاجوں سے فائدہ نہیں ہو رہا تھا اس لیے انہوں نے فیصلہ کیا کہ کسی عامل سے رجوع کیا جائے وہ ایک عامل کے پاس چلے گئے اور ان ڈاکٹر صاحب کو اپنے ساتھ لے گئے، اس نے مریض کی قمیص ایک بار ناپی تو بڑی دوسری بار ناپی تو چھوٹی پائی، اس نے کہا کہ آپ پر جنات کا اثر ہے۔ ڈاکٹر صاحب تجربہ کرنے کے لیے اپنی قمیص بھی ساتھ لے گئے تھے انہوں نے وہ قمیص عامل کو دی اور یہ نہیں بتایا کہ یہ میری ہے، عامل نے اسے بھی ناپا تو کہا کہ جنات کا اثر ہے، ڈاکٹر صاحب نے بتایا کہ یہ تو میری قمیص ہے تو عامل نے کہا کہ آپ پر بھی جنات کا اثر ہے، انہوں نے کہا کہ میں تو بالکل ٹھیک ہوں لیکن وہ اپنی بات پر اڑ گیا کہ نہیں نہیں آپ پر بھی جنات کا اثر ہے۔ یہ ہیں ان نام نہاد عاملوں کے کرتوت۔ بہت سے عامل ایسے بھی ہیں کہ انہیں آتا جاتا کچھ نہیں ایسے ہی لوگوں کو الو بناتے ہیں، بناتے کیا ہیں ان کے پاس جانے والے پہلے سے ہی الو ہوتے ہیں۔

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام:

حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان کے غلام نے کھانے کی کوئی چیز دی آپ نے کھالی پھر اس نے بتایا کہ میں نے ایک شخص کو قسمت شناسی کا عمل کر کے کچھ بتا دیا حالانکہ میں یہ فن نہیں جانتا تھا، میں نے اسے فریب دیا، اس نے مجھے اس کا عوض دیا، آپ نے اسی میں سے کھایا ہے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حلق میں انگلی ڈال

کرتے کر دی۔ (صحیح بخاری)

اس زمانے کے بدعمل عاملوں کا حال:

وہ زمانہ تو تھا چودہ سو سال پہلے کا اب تو اس معاملے میں لوگ کتنی ترقی کر گئے ہیں کچھ نہ پوچھئے اب تو کتنے لوگ ایسے ہیں جو کچھ بھی نہیں جانتے بس بابا بن کر بیٹھ گئے اور دنیا بھاگی جارہی ہے ان کے پاس کسی کو کچھ دے دیا کسی کو کچھ دے دیا۔ یہی حال سفلی کرنے والوں کا ہے کچھ جانتے نہیں بس کسی دھاگے پر گرہیں لگا دیں کسی بیری میں باندھ دیا، کسی کے دروازے پر پتلا ڈال دیا، کسی کے دروازے پر مسور کی دال ڈال دی، کسی کے سامنے آٹے کا پیڑا ڈال دیا، کسی کے گھر میں گوشت کی بوٹی پھینک دی، بس لوگ سمجھتے ہیں کہ کچھ ہوگیا، یہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر عذاب ہے، پہلا عذاب تو دیا مصنوعی جادو سفلی کرنے والوں کے ذریعے کہ وہ کچھ جانتے ہی نہیں، بس کسی کو پریشان کرنے کے لیے ایسے ایسے فریب اور جھوٹ موٹ کے چکر چلاتے رہتے ہیں، اس کے بعد پھر اللہ تعالیٰ نے اور پٹائی لگانے کے لیے کسی عامل کے پاس بھیج دیا، عامل کے پاس گیا تو اس نے قمیص سونگھی یا بنیان سونگھا یا رومال سونگھا قمیصیں اور بنیانیں سونگھتے سونگھتے ان کے اپنے دماغ ہی خراب ہوگئے ہیں، پھر وہ عامل اسے بتاتا ہے کہ تجھ پر کسی نے سفلی کردیا ہے، تجھ پر اتنے جن ہیں، عورتوں کو بتاتے ہیں کہ تجھ پر جنات عاشق ہوگئے ہیں، اس لیے تجھے شادی نہیں کرنے دیتے۔

مریض کو اُلّو بنانے کے طریقے:

یہ بے دین عامل عوام کو کیسے کیسے الو بناتے ہیں کچھ اس کی تفصیل بھی سن لیجیے:

۱ پہلے بتا چکا ہوں کہ اچھے خاصے تندرست انسان کا رومال یا قمیص یا بنیان وغیرہ سونگھ کر اس پر جھوٹ موٹ کے جنات یا سفلی چڑھا دیتے ہیں۔

[۲] مریض کی قمیص یا بنیان کی پیمائش کرتے ہیں پھر مریض پر دم کر کے دوبارہ ناپتے ہیں، بعض ڈوری لے کر سر سے پاؤں تک ناپتے ہیں پھر دم کرنے کے بعد دوبارہ ناپتے ہیں، بعض کوئی چھڑی ناپ کر مریض کے جسم پر پھیرنے کے بعد اسے دوبارہ ناپتے ہیں، ان چیزوں کی دوبارہ پیمائش پہلی پیمائش سے کچھ کم یا زیادہ ہو جاتی ہے، یہ کرتب دکھا کر بے دین لوگوں کو الو بناتے ہیں کہ دیکھیے پہلے اتنی تھی اور اب اتنی ہو گئی ہے۔ اس لیے اس پر آسیب یا سفلی کا اثر ہے اس مکر وفریب کی حقیقت بھی سن لیں، یہ بدعمل فریبی عامل پیمائش میں تین طریقے سے فریب کرتے ہیں:

① ٹیڑھی چال یعنی سیدھا ناپنے کی بجائے ٹیڑھا ناپتے ہیں اور دوسری بار سیدھا ناپتے ہیں تو اس طرح پیمائش میں فرق آجاتا ہے۔

② پہلی بار کھینچ کر ناپا دوسری بار ڈھیلا۔

③ ہاتھ کو آگے یا پیچھے ذرا سا سرکا لیتے ہیں۔

لوگ اپنی پریشانی کی وجہ سے ان کی حرکتوں پر توجہ نہیں دیتے یا یوں کہیں کہ لوگ ان کے ہاتھوں بے وقوف بننے کے لیے پہلے ہی تیار ہوتے ہیں اس لیے انہیں پتا نہیں چلتا کہ کیا ہو رہا ہے۔

[۳] یہ بدعمل عامل بہت ہوشیار ہوتے ہیں لوگ اپنے جو حالات بتاتے ہیں اس سے یہ ان کی نفسیات کا اندازہ لگا کر اسی کے مطابق چکر چلاتے ہیں۔ مثلاً یہ تو سب جانتے ہیں کہ گھروں میں عموماً عورتوں کی لڑائیاں رہتی ہیں ساس بہو کا جھگڑا، دیورانی جٹھانی کا جھگڑا، نند بھاوج کا جھگڑا وغیرہ، ایسے حالات کا اندازہ لگا کر عورتوں کو بتاتے ہیں کہ تجھ پر تیری دیورانی یا جٹھانی نے جادو کیا ہے یا تیری ساس تیرا گھر برباد کروانا چاہتی ہے اس سے ہوشیار رہنا۔ جاہل عورتوں کے دماغ میں تو پہلے ہی سے ان کے خلاف زہر بھرا ہوتا ہے عامل کی بات سن کر وہ اس کی معتقد ہو جاتی ہیں کہ دیکھیے کتنے بڑے بزرگ ہیں کیسی ٹھیک ٹھیک باتیں بتاتے ہیں۔ اس طرح یہ بدعمل عامل اللہ تعالیٰ

کی زمین پر فساد کا بیج بوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں باہم الفت ومحبت پیدا کرنے کی بجائے نفرتیں اور عداوتیں پیدا کرتے ہیں۔ یہ سب کچھ اللہ کے باغیوں پر ان کی نافرمانیوں کا وبال ہے، اللہ تعالیٰ نافرمانوں کو کیسے کیسے عجیب عجیب عذاب دیتے ہیں ذرا گنتے جائیے:

① پہلے تو کسی سے آٹے کا پیڑا پھنکوایا، اس سے ڈرتا ہے۔

② دوسرا عذاب یہ کہ کسی بدعمل عامل کے پاس بھجوایا، اس نے ڈرایا یہ ڈرنا خود عذاب ہے۔

③ عامل کو پیسے دیئے، یہ عامل کئی کئی ہزار روپے لیتے ہیں، یہ ایک مستقل عذاب ہے۔

④ عامل نے فلیتے پلیتے بنا کر دے دیئے کہ انہیں جلا کر ان کی طرف دیکھو اور سونگھو، یہ سارے کام چھوڑ کر بیٹھا ہوا ان فلیتوں کو دیکھ رہا ہے، سونگھ رہا ہے، اس کا دھواں اس کے اندر جا رہا ہے، دماغ میں اور پیٹ میں اتر رہا ہے، سارا کچھ اندر سے کالا ہو رہا ہے، پھر اس کی وجہ سے کھانس بھی رہا ہے، ناک سے پانی بہہ رہا ہے، یہ ایک مستقل عذاب ہے۔

اللہ کی نافرمانی ایسی چیز ہے جس کی وجہ سے انسان سکون سے محروم ہو جاتا ہے۔

غیب کی خبروں کے بارے میں لوگوں کا حال:

گناہوں کا سب سے بڑا وبال یہ پڑتا ہے کہ انسان کی عقل مسخ ہو جاتی ہے:

نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ط (۵۹-۱۹)

نافرمانوں کو اپنے نفع ونقصان میں تمیز نہیں رہتی، عقل کو ریورس گیئر لگ جاتا ہے، اسی لیے لوگ صرف وہی واقعات دیکھتے ہیں جہاں اسباب کامیاب ہو گئے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیاطین دنیا میں امور تکوینیہ کے بارے میں ملائکہ کی باتیں سننے اوپر جاتے ہیں، ان کا بڑا رئیس زیادہ اوپر چڑھ جاتا ہے اور کوئی بات

سن لیتا ہے، اسے آگ کا شعلہ مار کر جلا دیا جاتا ہے، جلنے سے پہلے تھوڑی سی بات نیچے والے شیاطین کو جلدی سے پہنچا دیتا ہے، کبھی کبھی اللہ تعالیٰ اسے بندوں کے امتحان کے لیے کامیاب فرما دیتے ہیں، وہ شیاطین نیچے آکر یہ خبر اپنے دوستوں بدعمل عاملوں کو بتاتے ہیں پھر وہ شکار پھانسنے کے لیے اس کے ساتھ کئی گنا زیادہ جھوٹی خبریں ملا کر لوگوں کو غیب کی خبریں بتاتے رہتے ہیں اور لوگوں کا حال یہ ہے کہ ان غیب کی خبروں میں سے سینکڑوں ہزاروں خبریں غلط ہوئیں تو ان کی طرف توجہ نہیں دیتے کہ کتنی خبریں غلط ہوئیں، سینکڑوں ہزاروں میں سے کوئی ایک بات صحیح ہوگئی تو سب اسے ہی پکڑیں گے کہ اس نے یہ بتایا تھا ہوگیا، دیکھیے اس کی بات صحیح نکلی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ تفصیل ان آیات کی تفسیر میں بیان فرمائی ہے:

وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ٥ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ٥ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ٥ (۱۵-۱۶تا۱۸)

اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ٥ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ٥ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ٥ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ٥ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ٥ (۳۷-۶تا۱۰)

حضرت سلیمان علیہ السلام لاٹھی پر ٹیک لگا کر کھڑے ہوئے تھے جنات سے کام کروا رہے تھے، اسی حالت میں آپ کا انتقال ہوگیا مگر جنات کو پتہ نہ چل سکا اس لیے وہ کام کرتے رہے جب ان کی لاٹھی کو دیمک نے کھا لیا اور وہ گر گئے تو جنات کو پتا چلا کہ آپ کا انتقال ہو چکا ہے، اس کے بعد جنات کہنے لگے کہ اگر ہم غیب جانتے تو اتنی مشقت میں گرفتار نہ رہتے:

وَمِنَ الْجِنِّ مَنْ يَّعْمَلُ بَيْنَ يَدَيْهِ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ؕ وَمَنْ يَّزِغْ مِنْهُمْ عَنْ

اَمْرِنَا نُذِقْهُ مِنْ عَذَابِ السَّعِيْرِ o يَعْمَلُوْنَ لَهٗ مَا يَشَآءُ مِنْ مَّحَارِيْبَ وَتَمَاثِيْلَ وَجِفَانٍ كَالْجَوَابِ وَقُدُوْرٍ رّٰسِيٰتٍ ط اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا ط وَقَلِيْلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُوْرُ o فَلَمَّا قَضَيْنَا عَلَيْهِ الْمَوْتَ مَا دَلَّهُمْ عَلٰى مَوْتِهٖٓ اِلَّا دَآبَّةُ الْاَرْضِ تَاْكُلُ مِنْسَاَتَهٗ ج فَلَمَّا خَرَّ تَبَيَّنَتِ الْجِنُّ اَنْ لَّوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ الْغَيْبَ مَا لَبِثُوْا فِي الْعَذَابِ الْمُهِيْنِ o (۳۴-۱۲تا۱۴)

ہد ہد تو ایک چھوٹا سا پرندہ ہے اس نے ملک سبا کا پتا چلا لیا ملکہ، اس کے تخت اور وہاں کے عوام کے حالات حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتا دیے جبکہ جنات پتا نہ چلا سکے:

وَتَفَقَّدَ الطَّيْرَ فَقَالَ مَالِيَ لَآ اَرَى الْهُدْهُدَ ز اَمْ كَانَ مِنَ الْغَآئِبِيْنَ o لَاُعَذِّبَنَّهٗ عَذَابًا شَدِيْدًا اَوْ لَاَاذْبَحَنَّهٗٓ اَوْ لَيَاْتِيَنِّيْ بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ o فَمَكَثَ غَيْرَ بَعِيْدٍ فَقَالَ اَحَطْتُّ بِمَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ وَجِئْتُكَ مِنْ سَبَاٍ م بِنَبَاٍ يَّقِيْنٍ o اِنِّيْ وَجَدْتُّ امْرَاَةً تَمْلِكُهُمْ وَاُوْتِيَتْ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ وَّلَهَا عَرْشٌ عَظِيْمٌ o وَجَدْتُّهَا وَقَوْمَهَا يَسْجُدُوْنَ لِلشَّمْسِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ فَصَدَّهُمْ عَنِ السَّبِيْلِ فَهُمْ لَا يَهْتَدُوْنَ o (۲۷-۲۰تا۲۴)

غالباً مثنوی میں ہے کہ ہد ہد نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ میں زمین کے اندر پانی کی گہرائی معلوم کر لیتا ہوں اس لیے لشکر کے ساتھ مجھے رکھا کریں جہاں پانی کی گہرائی کم ہوگی میں بتا دوں گا وہاں لشکر ٹھہرے تو زمین سے پانی نکالنے میں سہولت ہوگی۔ جنات بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع تھے، ان میں سے کوئی یہ دعویٰ نہ کر سکا، اس سے بھی ثابت ہوا کہ جنات کو تو ہد ہد جیسے چھوٹے سے پرندے جتنا بھی علم نہیں، ان حقائق اور قرآن سے ثابت واقعات کے باوجود بے دین

لوگوں کی عقل میں یہ بات نہیں آرہی گناہوں کے وبال سے قلب کی صلاحیت ختم ہو جاتی ہے ان لوگوں کے ذہنوں میں سوائے اس کے کوئی بات آتی ہی نہیں کہ جن ہے، آسیب ہے، کسی نے سفلی کر دیا، کالا کر دیا، پیلا کر دیا، بندش لگادی، جو بھی پریشان حال ملے گا یہی کہے گا لیکن میں یقین سے کہتا ہوں کہ یہ بدعمل عامل لوگوں کو بے وقوف بنا کر خوب خوب ان سے مال لوٹ رہے ہیں اور ان کا سکون برباد کر رہے ہیں، ان سے دور بھاگیں، ان کے شر سے بچنے کی کوشش کریں۔

جن یا سفلی سے انکار نہیں:

میری باتیں سن کر کسی کو اشکال ہو سکتا ہے کہ یہ تو کہہ رہا ہے کہ جن نہیں ہوتے مگر ہم تو خود دیکھتے ہیں کہ عورتیں تڑپ رہی ہوتی ہیں اور ان کی زبان پر جن بولتے ہیں، انہیں بار بار دورے پڑتے ہیں آخر یہ جن نہیں تو کیا ہے؟ اس بارے میں کچھ وضاحت کرنا چاہتا ہوں:

① جن اور جادو کے وجود سے انکار نہیں یہ دونوں چیزیں قرآن مجید سے ثابت ہیں۔

② جن اور جادو کا انسان پر اثر کرنا، اس سے بھی انکار نہیں یہ بھی قرآن مجید سے ثابت ہے۔

③ جن کسی کو پکڑ لے یا کسی پر کوئی جادو کر دے تو اس کا علاج ہے، اس سے بھی انکار نہیں، اس کا علاج ہوتا ہے۔

④ علاج کرنے والے نیک بھی ہیں، برے بھی ہیں، بدعقیدہ بھی ہیں، بدعقیدہ بلکہ کافر و مشرک کے علاج سے بھی فائدہ ہو جاتا ہے، اس سے بھی انکار نہیں۔

یہ چاروں نمبر تو مسلمات ہیں ان سے انکار نہیں، اب یہ سمجھیں کہ میں جو بتاتا رہتا ہوں تو میرا مقصد کیا ہوتا ہے اس کی وضاحت سمجھ لیں۔

اکثریت پہ جن یا سفلی نہیں ہوتا:

جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ان پر کوئی جن ہے یا جادو ہے، کہتے ہیں کہ اس پر کوئی اثر

ہے، ان کے بارے میں میرے ایک دو نہیں بے شمار تجربے ہیں کہ ان میں سے اکثریت پر جن یا جادو کا کوئی اثر نہیں ہوتا، اکثریت ایسے لوگوں کی ہوتی ہے جن پر نہ جن ہے نہ جادو بلکہ کچھ دوسری وجوہ ہوتی ہیں۔

مریضوں کی تین قسمیں:

ان مریضوں کی تین قسمیں ہیں:

① مرض

② مکر

③ وہم

① مرض:

کوئی جسمانی یا دماغی مرض ہوتا ہے مگر جنات کا یہ بھوت سروں پر ایسا سوار ہے کہ خود وہ مریض بھی اور اس کے اعزہ واقارب بھی یہی سمجھتے ہیں کہ جن چڑھے ہوئے ہیں جلدی سے بلاؤ کسی عامل کو، ایک عامل سے فائدہ نہیں ہوا تو دوسرے عامل کے پاس لے جاؤ، وہ عامل لگا ہوا ہے اس کا جن اتارنے پر اور مریض کو دورے پڑ رہے ہیں مرگی کے، فائدہ کیا خاک ہوگا؟ بلکہ الٹا نقصان ہے، دین کا نقصان تو ظاہر ہی ہے پیسے کا بھی نقصان ہے، اس سے بھی بڑھ کر مریض کی جان کو خطرہ ہے۔ صحیح طریقہ تو یہ ہے کہ جیسے ہی مرض کی ابتداء ہو اعتدال میں رہ کر کسی معالج سے رجوع کریں تاکہ بروقت مرض کا علاج ہو جائے مگر یہ لوگ عاملوں کے چکروں میں پڑ کر وقت ضائع کرتے ہیں اس دوران مرض بڑھتا رہتا ہے اور خطرناک حد تک پہنچ جاتا ہے یا تو آخر وقت تک انہیں مرض کا علم ہی نہیں ہوتا اور اگر ہوتا بھی ہے تو اس وقت کہ جب مرض پیچیدہ صورت اختیار کر چکا ہوتا ہے اس صورت میں علاج بہت مشکل اور مہنگا ہوتا ہے۔

۲ مکر:

ان پر سفلی یا جن وغیرہ کچھ بھی نہیں ہوتا یہ لوگ مکر کرتے ہیں یوں شاید آپ لوگوں کی سمجھ میں نہ آئے اس لیے اس بارے میں چند قصے سُن لیجیے۔

مکر کے قصے:

۱ ایک عورت پر جن سوار ہو گئے اس کی زبان پر ایک ہی مطالبہ کہ اسے ٹھٹا لے چلو، ٹھٹا لے چلو، اس کے بغیر ہم نہیں چھوڑیں گے۔ میں مریض کے حالات سے صرف ایک دو باتیں سن کر ہی فوراً حقیقت حال سمجھ لیتا ہوں، چنانچہ اس کے مطالبے سے میں سمجھ گیا کہ مکر کر رہی ہے، میں نے اسے پیغام بھجوایا کہ تم پر کوئی جن ون نہیں تم اپنے گھر والوں کو بے وقوف بنا رہی ہو، اگر تمہارا کوئی مطالبہ ہے تو مجھے بتا دو شاید میں تمہاری کچھ مدد کر دوں ورنہ میں تمہارے گھر والوں کو بتا دوں گا کہ یہ جھوٹ بول رہی ہے مکر کر رہی ہے اس پر کوئی جن ون نہیں، اس طرح تمہاری عزت بھی جائے گی اور مطالبہ بھی پورا نہیں ہوگا۔ یہ سن کر اس عورت نے بتایا کہ اصل قصہ یہ ہے کہ میری شادی کو اتنے سال ہو گئے اور میرے ہاں اولاد نہیں ہو رہی کسی نے بتایا ہے کہ ٹھٹا میں ایک بزرگ کی قبر ہے وہاں جانے سے اولاد ہو جاتی ہے لیکن میرے والد اور شوہر کسی طرح مجھے ٹھٹا لے جانے پر راضی نہیں ہوتے میں نے اپنی بات منوانے کے لیے یہ ڈھونگ رچایا ہے تاکہ یہ لوگ مجبور ہو کر مجھے لے جائیں۔

۲ ایک شخص نے بتایا کہ اس کے بیٹے پر جن چڑھا ہوا ہے چھتیس گھنٹے سے بالکل بے ہوش ہے نہ کچھ کھایا نہ پیا، نہ پیشاب نہ پاخانہ، میں نے کہا کہ وہ مکر کر رہا ہے، انہوں نے کہا کہ ایسا مکر کیسے ہو سکتا ہے کہ اتنی طویل مدت تک کوئی بلا حس وحرکت پڑا رہے کھانے پینے اور پیشاب پاخانے کی کوئی حاجت ہی نہیں، میں نے کہا کہ میں اس سے خلوت میں بات کر کے منوا دوں گا کہ مکر کر رہا ہے، میں نے اس سے خلوت میں کہا

کہ مجھے خوب معلوم ہے کہ تو مکر کر رہا ہے اگر تو صاف صاف بتادے کہ تیرا کیا مطالبہ ہے جسے منوانے کے لیے ایسا مکر شروع کیا ہے تو میں تیرا مطالبہ منوانے کی کوشش کروں گا اور تیرے مکر کا راز کسی کو نہیں بتاؤں گا تیری عزت رہ جائے گی اور امید ہے کہ تیرا مطالبہ بھی پورا ہو جائے گا اور اگر تو نے صحیح بات نہ بتائی تو ایسی ٹھکائی لگاؤں گا کہ تجھے راز اگلنا ہی پڑے گا جس سے تیرے تین نقصان ہوں گے:

① ٹھکائی۔

② پھر وہ راز میں سب کو بتاؤں گا تو تیری بدنامی ہوگی۔

③ جس مطالبے کی خاطر تو اتنی بڑی مصیبت اٹھا رہا ہے وہ بھی پورا نہیں ہوگا۔

تو اس لڑکے نے بتایا کہ اس سے ایسی غلطی ہوگئی ہے کہ اس کے والد کی طرف سے سزا ملنے کا خطرہ ہے اس سے بچنے کے لیے اور والد کی سختی کو نرمی اور محبت سے بدلنے کے لیے میں نے یہ مکر کیا ہے۔

۳ جدہ میں ہندوستان کا کوئی خاندان بس رہا ہے ان کی لڑکی پر جن چڑھ گیا وہ بہت پریشان تھے میرے بارے میں انہیں معلوم ہوا کہ مکہ مکرمہ میں آیا ہوا ہے تو لڑکی کے علاج کے لیے تین چار مرد میرے پاس پہنچے، میں نے ان کی تھوڑی سی بات سنتے ہی فیصلہ سنا دیا کہ اس پر جن نہیں چڑھا ہوا عشق چڑھا ہوا ہے، پھر جب انہوں نے جن کے مطالبات کی کچھ تفصیل بتائی تو میرے فیصلے کی مکمل تصدیق ہوگئی، میں نے ان سے کہا کہ اگر وہ لڑکی مجھ سے علاج کروانا چاہتی ہے تو باضابطہ بذات خود مجھ سے خط وکتابت کرے ان شاء اللہ تعالیٰ بہت جلد علاج ہو جائے گا مگر انہوں نے بعد میں کوئی رابطہ نہیں کیا۔

بحمد اللہ تعالیٰ مریض کو دیکھتے ہی فوراً ورنہ اس کے بارے میں صرف کوئی ایک آدھ جملہ سنتے ہی مجھے اس کے حالات کا پتا چل جاتا ہے کہ اس کی حقیقت کیا ہے۔

۴ پنجاب کے بہت دور کے علاقے سے ایک شخص نے لکھا کہ اس کی کسی غلطی کی وجہ سے اس کی بیوی اس پر حرام ہوگئی ہے مگر بیوی کو چھوڑنے سے پورا خاندان سخت ناراض ہوگا اور باہم بہت سخت عداوت پیدا ہوجائے گی اس لیے میں نے یہ تدبیر لگائی ہے کہ اپنے اوپر جن چڑھالیا، مصنوعی طور پر بے ہوش ہوجاتا ہوں اور ایسے ظاہر کرتا ہوں کہ جن مجھے بہت سخت تکلیف دے رہا ہے، چیختا ہوں، چلاتا ہوں، جن کہتا ہے کہ اپنی بیوی کو طلاق دے دو ورنہ تجھے جان سے مار ڈالوں گا۔ مجھے کوئی صحیح تدبیر بتائیں کہ میں کیا کروں؟ میں نے جواب لکھا کہ جو تدبیر آپ کررہے ہیں وہی ٹھیک ہے، ایسے ہی کبھی اپنے اوپر مصنوعی حملہ طاری کرکے طلاق دے دیں، بعد میں رشتے داروں کو بتائیں کہ اللہ کا کرم ہوگیا کہ جان بچ گئی۔

۵ اندرونِ سندھ سے کسی نے اپنی کسی عزیزہ کے لیے آسیب کا تعویذ منگوایا میں نے بھیج دیا تو انہوں نے دوبارہ لکھا کہ اس تعویذ سے فائدہ نہیں ہوا، جن کہتا ہے کہ اسے آپ کے پاس لے چلیں وہاں جاکر علاج کروائیں، میں سمجھ گیا کہ اس عورت کو کراچی کی سیر وتفریح کا شوق ہے جن ون کچھ نہیں سیر کراچی کے لیے مکر کررہی ہے اس لیے میں نے دوبارہ وہی تعویذ بھیج دیا میرے ہاں ہر مرض اور ہر مشکل کے لیے تعویذ تو ایک ہی ہے، عطائی کی سنا کی پڑیا کی طرح، میں اس تعویذ کو ''ثناء'' کی پڑیا کہتا ہوں یعنی اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء، میں نے وہ تعویذ بھیج دیا اور ساتھ لکھ دیا کہ یہ تعویذ بہت زبردست ہے اس کے استعمال کا طریقہ یہ ہے کہ صبح علی الصباح کسی درخت سے کوئی چھڑی کاٹ کر لائیں دو بالشت آٹھ انگل لمبی اور ایک انگل موٹی پھر اس تعویذ کو پانی میں حل کرکے وہ پانی اس چھڑی پر لگائیں اور مریض کے صبح نہار منہ ایک ہی سانس میں سات بار بہت کھینچ کر لگائیں اس سے مریض کو ایسے معلوم ہوگا کہ آگ کا چابک لگ رہا ہے اس لیے اس تعویذ کا نام ہے ''ناری تعویذ'' مریض بہت چیخے چلائے گا مگر آپ فکر نہ کریں درحقیقت یہ ناری تعویذ کے کوڑے آسیب پر پڑرہے ہوں گے وہ چیخے گا مریض کو کوئی

تکلیف نہ ہوگی مطمئن رہیں۔ بس جیسے ہی میرا وہ خط پہنچا جن بھاگ گیا۔

اس میں کوئی بات بھی غلط نہیں فہم دین رکھنے والے اس کا صحیح مطلب سمجھ سکتے ہیں۔

۶ ایک شخص نے ایسے ہی اپنے اوپر جن چڑھا رکھا تھا میں نے اس کے مصنوعی جن سے کہا کہ اب کی بار تو تجھے چھوڑ دیتا ہوں اگر آئندہ پھر کبھی آیا تو تیری ایسی ٹھکائی لگاؤں گا کہ دنیا بھر کے جنات کی نسلیں قیامت تک یاد رکھیں گی، پھر مریض نے بتایا کہ اب جن اس پر نہیں چڑھتا مگر دیوار پر بیٹھ کر ڈراتا ہے، تو میں نے اس سے کہا کہ دیوار پر ہی تو بیٹھتا ہے تم پر تو نہیں چڑھتا پھر تم کیوں ڈرتے ہو اور اگر پھر بھی ڈر لگتا ہے تو اس کا علاج بھی یہی ہے کہ ٹھکائی لگائی جائے، اس کے بعد مریض نے بتایا کہ اب جن اسے نہیں ڈراتا۔

خوب غور سے سنیے! میں کبھی بھی آسیب کو مارتا نہیں آسیب تو میرا نام سن کر ہی بھاگ جاتے ہیں انہیں مارنے کی کیا ضرورت البتہ جنات میں میری ہیبت پھیلنے سے پہلے ایک آسیب نے حماقت سے مجھ پر حملہ کر دیا تو میں نے اسے ایک طمانچہ لگایا جس سے وہ بے ہوش ہو کر گر گیا اور وہ طمانچہ ''کراماتی طمانچہ'' کے نام سے مشہور ہو گیا۔ یہ جتنے قصے بتائے ہیں ان لوگوں کے بارے میں ہیں جن سے متعلق معلوم ہو گیا تھا کہ مکر کر رہے ہیں ان کو بھی صرف دھمکی دینی مقصود تھی مارنے کا ارادہ نہیں تھا صرف دھمکی ہی سے ان کا مکر اتر جاتا تھا ''تعویذ ناری'' کے ساتھ بھی جو چھڑی سے پٹائی لگانے کا لکھا تھا وہ بھی اسی یقین پر کہ اس کی نوبت نہیں آئے گی بلکہ یہ نسخہ سنتے ہی مریض درست ہو جائے گا۔ دوسروں کو بھی ہدایت کرتا ہوں کہ کسی کو ماریں ہرگز نہیں۔ بلکہ علماء کو وصیت کرتا ہوں کہ لوگوں کے آسیب اور سفلی وغیرہ اتارنے کے دھندے نہ کریں، اپنی اور دوسروں کی آخرت بنانے کی فکر کریں، اللہ کی زمین پر ایک اللہ کی حکومت قائم کرنے کی جدوجہد کریں، آسیب اور سفلی کے حملے نافرمانوں پر ہوتے ہیں، انہیں چھوڑ دیجیے کہ اللہ کے قانون کے مطابق ایک دوسرے کے لیے عذاب بنے رہیں:

وَ کَذٰلِکَ نُوَلِّیْ بَعْضَ الظّٰلِمِیْنَ بَعْضًا ۢ بِمَا کَانُوْا یَکْسِبُوْنَ ۝
(٦-١٢٩)

میں پہلے بھی تعویذ بہت کم دیتا تھا جس کی تفصیل کا بیان آگے آ رہا ہے اب کئی سالوں سے وہ بھی چھوڑ دیا۔

۳ وہم:

وہم کا اثر ہوتا ہے جسے آج کل کی اصطلاح میں نفسیاتی اثر کہتے ہیں۔ انہیں نہ کوئی بیماری ہوتی ہے نہ آسیب اور نہ ہی یہ مکر کرتے ہیں بلکہ وہم کے مریض ہوتے ہیں، خود ہی سوچ سوچ کر اپنے ذہن میں یہ بات بٹھا لیتے ہیں یا دوسرے لوگ بٹھا دیتے ہیں کہ کسی نے سفلی کر دیا ہے یا کوئی جن چڑھ گیا ہے۔

کہیں شاذ و نادر ہزاروں میں ایک دو پر جن یا سحر کا اثر ہوتا ہے باقی سارے قصے ایسے ہی بنائے ہوئے ہوتے ہیں کچھ اثر وثر نہیں ہوتا۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ اگر اثر ہوتا ہے تو ان عاملوں کے دماغوں پر ہوتا ہے جنہیں ہر ایک پر کچھ نہ کچھ نظر آتا رہتا ہے۔

طریق علاج:

اب سنیے ان تینوں قسموں کے مریضوں کا طریق علاج۔

پہلی قسم:

پہلی قسم بتائی تھی مرض، انہیں جسمانی امراض ہوتے ہیں مگر الزام دیتے ہیں جنات کو کہ جن گلا گھونٹ رہے ہیں، مار رہے ہیں، بلا وکسی عامل کو یہ پتا نہیں کہ مریض کو مرگی کا دورہ پڑ رہا ہے یا کوئی اور جسمانی تکلیف ہے جس کی وجہ سے وہ تڑپ رہا ہے، ایسے میں کسی جسمانی معالج کی طرف رجوع کریں، علاج کروائیں مگر نہیں یہاں تو ہر مرض کی ایک ہی تشخیص ہے اور ہر مریض کا ایک ہی علاج ہے جنات سفلی، جنات سفلی، جنات

سفلی، اللہ تعالیٰ اس قوم کو عقل عطاء فرمائیں۔ مسلمان کی حالت دیکھ دیکھ کر میرا دل کڑھتا ہے، دل میں درد اٹھتا ہے، اللہ کے بندو! ذرا یہ تو سوچو کہ یہ تکالیف اور پریشانیاں کہاں سے آرہی ہیں؟ کس کے حکم سے آرہی ہیں؟ ذرا اس حقیقت کو سوچیں۔ چلیے آپ کی بات تسلیم کرلیتے ہیں کہ کوئی جسمانی مرض نہیں جنات کا اثر ہے یا کسی نے سفلی کردیا ہے تو یہ سوچیے کہ یہ جنات کس کے حکم سے تنگ کررہے ہیں اگر کسی نے سفلی کردیا تو اسے جرأت کیسے ہوئی کہ آپ پر سفلی کرے، اس کے دل میں یہ خیال کس نے ڈال دیا کہ فلاں پر سفلی کرواسے پریشانی میں مبتلا کرواور اس کا جینا دوبھر کردو، ان باتوں کو سوچیے، سوچنے سے یہ حقیقت از خود دل میں اترے گی کہ یہ سب کام اللہ تعالیٰ کی مشیت سے ہورہے ہیں، کائنات کی تمام چیزیں اسی کے قبضے میں ہیں، جب ہر جگہ اسی کا حکم چلتا ہے تو اسے راضی کیے بغیر کوئی کام بن ہی نہیں سکتا، ہر پریشانی کا علاج اس مالک کو راضی کرنے سے ہی ہوگا اسے راضی کیے بغیر اس کی نافرمانی چھوڑے بغیر دنیا میں کبھی بھی سکون نہیں مل سکتا۔ جب وہ ناراض ہوتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے اور انسان اپنے فائدے کی بجائے نقصان کے کام کرتا چلا جاتا ہے، یوں اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب بڑھتا جاتا ہے جس کی ایک مثال تو یہی ہے کہ جسمانی مرض ہے کسی معالج کو دکھادیں یا کسی عقل مند سے مشورہ کرلیں تاکہ اس کی تشخیص اور علاج آسانی سے ہوجائے مگر یہ نافرمانیوں کا وبال ہے کہ آسان کام کو پیچیدہ کرلیا، اس طرف ذہن جاتا ہی نہیں مریض ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرجاتا ہے مگر پھر بھی حقیقت سمجھ میں نہیں آتی اور اس کی موت کے بعد بھی یہی کہتے ہیں کہ جنات نے ماردیا، پہلے سے بھی زیادہ خوفزدہ ہوجاتے ہیں۔ صحیح طریقہ یہی ہے کہ اعتدال میں رہ کر جسمانی امراض کا علاج کیا جائے۔

دوسری قسم:

سب سے زیادہ خطرناک قسم مکر ہے یعنی جو مکار جھوٹ بول کر دھوکا دے کر جن سوار

کر لیتے ہیں والدین اور تمام گھر والوں کو پریشانی میں ڈال دیتے ہیں، اس کے علاج کے مختلف طریقے مکر کے قصوں کے بیان میں بتا چکا ہوں جن میں سے سب سے زیادہ موثر ''ناری تعویذ'' ہے اس کی تفصیل بھی بتا چکا ہوں۔ اس ناری تعویذ کے استعمال کی نوبت نہیں آئے گی، ناری تعویذ کا نام سن کر ہی مکار مریض اٹھ کر بیٹھ جائے گا اور کہے گا کہ میں اب بالکل ٹھیک ہوں جنات بھاگ گئے۔ تعویذ ایسا ہونا چاہیے کہ جس کا نام سن کر ہی جن بھوت سب غائب ہو جائیں۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آسیب کے علاج کے بارے میں اپنے زمانے کے عوام کا یہ عمل بتایا ہے کہ مریض کی گردن پر پاؤں رکھ کر دباتے تھے۔ شاید یہ علاج ایسے ہی مکار لوگوں کا ہوگا جو مختلف مقاصد کے لیے اپنے مطالبات منوانے کے لیے مکر کر کے جنات کا ڈھونگ رچاتے ہیں، ایسے مکاروں کے لیے یہ نسخہ واقعۃً تیر بہدف معلوم ہوتا ہے، اگر اس زمانے کے مکاروں پر بھی یہی نسخہ استعمال کیا جائے تو یہ سلسلہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے۔

تیسری قسم:

تیسری قسم نفسیاتی مریضوں کی ہے، یہ نہ جسمانی مریض ہوتے ہیں نہ آسیب زدہ ہوتے ہیں، درحقیقت انہیں کچھ نہیں ہوتا تندرست اور صحیح سالم ہوتے ہیں لیکن بیٹھے بٹھائے ان پر یہ وہم سوار ہو جاتا ہے کہ ان پر آسیب ہے یا کسی نے سفلی کر دیا ہے یہ نفسیاتی اور ذہنی مریض ہوتے ہیں ابتداء میں تو ان کا وہم کم ہوتا ہے لیکن جب عاملوں کے پاس جاتے ہیں اور وہ ہاتھ دیکھ کر یا بنیان وغیرہ سونگھ کر تشخیص کرتا ہے کہ تجھ پر اتنے اتنے جنات سوار ہیں تو ان کا وہم یقین سے بدل جاتا ہے، جن وِن کچھ نہیں ہوتے خود ساختہ جن اپنے اوپر مسلط کر لیتے ہیں۔ یہ وہم اور پریشانی بھی درحقیقت نافرمانیوں کی وجہ سے ہے، تقویٰ ہر پریشانی کا علاج ہے۔ اس قسم کے ڈرپوک اور وہم پرست لوگوں کو

عاملوں کے پاس بھیجنے کی بجائے انہیں سمجھانے کی کوشش کی جائے کہ تمہیں کچھ نہیں ذہن سے یہ بات نکال دو اور زبان سے بھی بار بار کہو کہ مجھے کچھ نہیں، اس طرح بار بار کہنے سے یہ وہم نکل جائے گا اور سب سے بڑی بات یہ کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیں، توبہ کریں اور اطاعت کا راستہ اختیار کریں ان شاء اللہ تعالیٰ تمام پریشانیاں کافور ہو جائیں گی۔

ایک شخص نے اپنے کسی عزیز کے بارے میں بتایا کہ اس پر کسی نے سفلی کر دیا ہے، آٹے کے پیڑے پر کچھ پڑھ کر ان کے گھر پھینک دیا جس سے مریض کا بہت برا حال ہے، نزع جیسی حالت معلوم ہوتی ہے کھانا پینا بند ہو گیا ہے کوئی چیز حلق میں نہیں اتر رہی، خود کوئی چیز اٹھا کر منہ میں ڈالنا تو درکنار ہم اس کے منہ میں چمچی سے پانی ڈالتے ہیں تو وہ بھی حلق میں نہیں اترتا، بس آخری وقت معلوم ہوتا ہے۔ میں آٹے کے پیڑے کے قصے سے سمجھ گیا کہ یہ محض وہم ہے اس لیے میں نے انہیں علاج کے لیے یہ نسخہ بتایا کہ ہاتھ میں تسبیح لے کر سو بار گن کر یہ وظیفہ پڑھیں:

''حضرت مفتی صاحب فرماتے ہیں کہ تجھے کچھ نہیں۔''

ان کے علاج کی خاطر میں نے اپنے نام کے ساتھ حضرت وغیرہ جیسے الفاظ خود ہی لگا لیے بس یہی وظیفہ پڑھنے سے مریض بالکل صحیح ہو گیا۔

ایک دَر کا فقیر:

کوئی شخص فون پر مجھے بتا رہا تھا کہ اس کے کسی رشتہ دار پر جادو ہو گیا ہے میں نے کہا کہ میں ایسی باتیں بالکل نہیں سنتا میں ٹیلی فون پر سوائے دینی مسائل کے اور کچھ نہیں بتاتا، اگر کوئی دُعاء کے لیے کہتا ہے تو اس سے مجھے خوشی ہوتی ہے کہ یہ اللہ کی طرف متوجہ ہے، جادو اور سفلی وغیرہ کی باتیں چھوڑ دیجیے۔ اس نے کہا کہ جادو کا اثر تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوا۔ میں نے کہا کہ جب کوئی دارالافتاء میں آئے گا تو اسے عقل

آ جائے گی بات سمجھ میں آ جائے گی، اس قسم کی باتیں میں فون پر نہیں بتایا کرتا، دوسرے لوگ دین کا کوئی مسئلہ پوچھیں گے، اللہ کا قانون پوچھیں گے آپ جادو کا علاج پوچھ کر اتنا قیمتی وقت ضائع کر رہے ہیں، یہ کہہ کر میں نے ٹیلی فون بند کر دیا۔

ایک شخص نے ٹیلی فون پر کہا کہ کسی نے مجھے آپ کا ٹیلی فون نمبر بتایا ساتھ ہی یہ بھی کہا کہ آپ دُعاء کرتے ہیں اور جو دُعاء آپ کرتے ہیں قبول ہو جاتی ہے۔ میں نے کہا شاباش! کوئی تو عقل مند ملا، میں دُعاء کرتا ہوں آگے قبول کرنا اس مالک کے اختیار میں ہے، بندے کا کام تو اپنے مالک کو پکارنا ہے اور بس، البتہ اس رب کریم سے اچھا گمان رکھنا چاہیے اس کی رحمت سے قبول کی امید رکھنی چاہیے۔ اس نے کہا کہ مجھے کسی نے بتایا ہے جس سے بہت خوشی ہوئی، پھر اس نے پوچھا کہ اور کیا کرتے ہیں؟ میں نے کہا اور نصیحت کرتا ہوں کہ اللہ کی بغاوت چھوڑ دو تو یہ دنیا جنت بن جائے گی، بس یہ دو کام کرتا ہوں۔ اس پر مجھے بہت خوشی ہوئی کہ بحمد اللہ تعالیٰ کچھ لوگوں کو تو ہدایت ہو رہی ہے۔ جس نے فون کیا تھا اس نے کہا کہ مجھے کسی دوسرے نے بتایا ہے۔ اللہ کرے کہ سب یہ حقیقت سمجھ جائیں کہ یہاں تو دُعاء ہی ہوتی ہے، بس ایک دروازہ ہے، ایک دروازہ، ایک دروازہ، بس اسی سے عرض معروض کرتے ہیں آگے اس کی مرضی قبول کرے یا نہ کرے ایک مالک ہے ایک دروازہ ہے، یہ زبان، یہ ہاتھ اور یہ دل تو صرف اسی ایک دروازے ہی کی طرف توجہ کرنا جانتے ہیں اس کے سوا نہ کوئی دوسرا دروازہ ہے نہ کسی جانب توجہ ؎

در پر کسی کے بیٹھ بھی رہ پاؤں توڑ کر
اے دل خراب وخوار کیوں دربدر ہے تو

اللہ تعالیٰ کا فیصلہ کان کھول کر سن لیجیے اللہ کرے کہ بات دلوں میں اتر جائے، ارشاد فرمایا:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشَاكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا

لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (۳۹-۲۹)

رب کریم نے دلوں سے ہر قسم کی پریشانیاں چھانٹ کر سکون پیدا کرنے کا نسخہ بتادیا کہ صرف ایک اللہ کے دروازے کے فقیر بن جاؤ، غیر اللہ سے امیدیں وابستہ کرنے والے کبھی بھی سکون نہیں پا سکتے، ہروقت پریشان ہی پریشان رہتے ہیں ؎

مصیبت میں ہے جان کس کس کو دیں دل
ہزاروں تو دلبر ہیں اور ہم اکیلے

اللہ پر توکل واعتماد اور چار چیزوں کا دعویٰ:

میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور محض انہی پر توکل واعتماد کی بناء پر چار چیزوں کا دعویٰ کرتا ہوں:

① کوئی سرکش سے سرکش آسیب بھی میرے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔

② مجھ پر کسی کا کوئی جادو نہیں چل سکتا۔

③ مجھ پر کسی کی توجہ یا مسمریزم وغیرہ کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔

④ میرے سامنے کسی پر وجد نہیں چڑھ سکتا، اگر میرے حالات سے بے خبری کی وجہ سے میرے سامنے کسی پر وجد آجائے تو میری ذرا سی توجہ سے فوراً اتر جائے گا ایک لمحہ بھی برقرار نہیں رہ سکتا۔

اب کچھ قصے سُن لیجیے ان قصوں سے مقصد ہے ایک ہدایت کی بات جو آخر میں بتاؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ، دُعاء کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ ہدایت عطاء فرمادیں۔

سبق آموز قصے:

۱ غیب کی خبریں بتانے والی عورت:

کسی نے ٹیلی فون پر بتایا کہ ایک عورت پر کوئی بزرگ جن آتا ہے۔ میں نے کہا کہ

بڑا بدمعاش ہے وہ بزرگ جو عورتوں پر آتا ہے بزرگوں کو یہی کام رہ گیا کہ عورتوں پر آیا کریں۔ اس شخص نے بتایا کہ جب اس پر جن چڑھتا ہے تو پھر وہ قوالی کرتی ہے، ناچتی ہے، کودتی ہے، ترنم سے اشعار پڑھتی ہے اور غیب کی خبریں بتاتی ہے۔ میں نے کہا کہ ایسے نہیں ہوسکتا آپ لوگ اس کا امتحان کریں وہ کیسے غیب کی خبریں بتا سکتی ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب جب اس پر جن آئے تو ہم آپ سے اس کی بات کروادیں؟ میں نے کہا کہ ہاں میں تو پہلے سے تیار ہوں ایسے بزرگوں کا دماغ ٹھیک کرنے کے لیے، ضرور بات کروائیں۔ پھر ایک دن کسی نے فون کیا اور بتایا کہ اس پر جن آیا ہوا ہے۔ میں نے کہا اسے ٹیلی فون پر بلائیں، جب وہ ٹیلی فون پر آئی تو ایسا معلوم ہورہا تھا کہ کود رہی ہے، ناچ رہی ہے، غزلیں پڑھ رہی تھی جیسے بڑی مستی میں ہے۔ میں نے اسے ڈانٹ کر کہا کہ سیدھی ہوجا پہلے مجھ سے بات کر۔ اس کی مستی تو میری ایک ڈانٹ سے ہی اتر گئی، پھر میں نے اس سے پوچھا کہ تو غیب کی خبریں بتاتی ہے؟ کہنے لگی "ہاں" میں نے پوچھا کہ بتاؤ میری کلائی میں گھڑی کون سی ہے؟ تو بڑے عجیب انداز سے بولی: "کیمی" میں نے کہا چل خبیث! کیمی جیسی بے کار گھڑی تو میرے کسی بچے نے بھی کبھی نہیں پہنی اور تو مجھے بتارہی ہے کہ میری کلائی میں کیمی ہے، چل مکار خبیث جھوٹ بولتی ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ دوسرا جو تمہارے ساتھ ہے اسے ٹیلی فون دو، میں نے اسے بتایا کہ یہ خبیث کہہ رہی ہے کہ میرے ہاتھ میں کیمی ہے، میں اس پر ہتک عزت کا دعویٰ کردوں تو؟ کیمی گھڑی میرے ہاتھ میں؟ ایسی حماقت، میں نے کہا کہ آپ لوگ ذرا اس کا امتحان لیا کریں دوسرے کمرے میں جا کر کوئی کام یا کوئی بات کریں پھر اس سے پوچھیں تو وہ نہیں بتا سکے گی۔ لاکھوں باتوں میں سے کوئی ایک اتفاقاً صحیح ہوجاتی ہوگی تو لوگوں نے ڈرا رکھا ہے کہ اس پر بزرگ آتے ہیں، بزرگ بھی ایسے نالائق کہ مرد کے پاس نہیں آتے عورتوں ہی پر آتے ہیں۔

۲ نقلی صحابی پر ضرب کلیمی:

ایک جن خود کو صحابی بتاتا تھا اس کی زیارت اور اس سے دُعاء کروانے اور تعویذ لینے کے لیے بہت بڑا مجمع لگنے لگا، کئی بڑے بڑے علماء و مشائخ بھی اس کے پھندے میں آگئے اور اس کی بارگاہ میں حاضری دینے لگے، مجھے علم ہوا تو میں اس کی مجلس میں جا پہنچا، وہ اپنی صحابیت بگھار رہا تھا مجلس میں ایک مشہور شیخ الحدیث و مفتی اور ایک مشہور شیخ طریقت عالم بھی باادب سرنگوں بیٹھے تھے، مگر مجھے دیکھ کر اس کے دماغ سے خمار صحابیت کافور ہوگیا پھر وہ خود ہی ہرن ہوگیا، حاضرین مجلس یہ طرفہ دیکھ کر حیران رہ گئے، اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے میرے ذریعے انہیں شیطان کے نرغے سے بچالیا۔

فالحمد للہ علیٰ ذلک وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب.

۳ طنابیں ٹوٹ گئیں خیمے ہی اُڑ گئے:

ایک خاتون پر آسیب کا حملہ ہوا، ایک عامل کو بلایا گیا، اس کے علاج سے اُلٹا نقصان یہ ہوا کہ اس کی دوسری بہن پر بھی حملہ شروع ہوگیا، عامل صاحب پوری رات عملیات پڑھتے تھے، کئی راتیں اسی طرح گزاریں مگر اثر الٹا، حتیٰ کہ اس لڑکی کے تین بھائی بھی آسیب کی لپیٹ میں آگئے، یہ کل پانچ بھائی بہن تھے، پورا خاندان ہی گرفتار ہوگیا۔ دفع آسیب کے لیے مکان میں اذانیں دینے کا سلسلہ شروع کیا گیا، شب و روز مسلسل بآواز بلند اذانوں کی آوازیں محلے بھر میں گونج رہی تھیں، مگر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا، پورا محلّہ پریشان تھا، خاندان کے پانچوں افراد پر پے در پے اس قدر شدید حملے ہو رہے تھے کہ جانکنی کی صورت نظر آ رہی تھی، بالآخر جنات کے قبیلے کا رئیس بولا کہ اس لڑکی کے سسرال والے اسے پسند نہیں کرتے وہ اسے رکھنا نہیں چاہتے اور طلاق دینے میں بے عزتی سمجھتے ہیں اس لیے انہوں نے فلاں عامل کے ذریعے ہمیں بھیجا ہے کہ اس

لڑکی کو جان سے ماردو۔لڑکی کی ساس نے اس مقصد کے لیے فلاں عورت کو فلاں عامل کے پاس بھیجا ہے،اس عامل نے یہ کام ہمارے ذمہ لگایا ہے۔ پھراس رئیس جن نے اپنے قبیلے کے ایک جن کواس کے نام سے پکار کراس سے پوچھا کہ بتاؤ میں صحیح کہہ رہا ہوں؟اس نے تصدیق کی،پھراسی طرح رئیس نے دوسرے جن کا نام لے کر پکارا اور اس سے پوچھا تو اس نے بھی تصدیق کی،اس طرح اس نے دوشہادتوں سے اپنا دعویٰ ثابت کیا،اس کے بعد بولا کہ اگراب بھی آپ لوگوں کواس حقیقت پر یقین نہیں آتا تو اس لڑکی کی ساس اور فلاں عورت جسے اس نے عامل کے پاس بھیجا تھا دونوں کو یہاں بلاؤ اگرانہوں نے یہ حقیقت تسلیم نہ کی تو ہم ان پر مسلط ہوجائیں گے اوراقرار کرواکر چھوڑیں گے، یہ کہہ کراس لڑکی پر بہت زبردست حملہ کیا،اس کے جسم کو ایسا مروڑا کہ زندگی سے مایوسی ہونے لگی۔یہ حالت دیکھ کرلڑکی کے والد نے اپنے سمدھی کو ٹیلی فون کیا اورسارا قصہ بتا کر بڑی لجاجت سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ کے لیے میری بچی کوطلاق دےدو اس کی جان نہ لو۔سمدھی نے سمجھانے کی بہت کوشش کی اورکہا کہ جنات کی باتیں قابل اعتبار نہیں ہوتیں، یہ ہمارے درمیان اختلاف پیدا کرنے کے لیے جھوٹ بول رہے ہیں۔مگرلڑکی کےوالد نے پریشانی کے عالم میں چندمنٹ کےاندرکئی بارٹیلی فون کیا اور ہر بار بہت لجاجت سے یہی کہا کہ جان لیوا حملے ہورہے ہیں،میری بچی کی جان جارہی ہےاللہ کے لیے ہمارے حال پررحم کھائیے،فوراً طلاق دے کرمیری بچی کی جان بچالیجیے۔ سمدھی صاحب پریشان ہوکرمیرے پاس آئے اورآسیب زدہ مکان میں چلنے کی درخواست کی، میں اس قسم کے معاملات کی خاطر کہیں نہیں جایا کرتا مگراس قصے میں چونکہ دونوں جانب علماء ومشائخ کا خاندان تھا بالخصوص سمدھی صاحب کا مجھ سے گہراتعلق تھا اس لیے میں ان کے ساتھ چلنے پرآمادہ ہوگیا۔سمدھی صاحب اوران کی اہلیہ کے علاوہ اس عورت کوبھی ساتھ لیا جس کے بارے میں جنات کا دعویٰ تھا کہ اسے عامل کے پاس بھیجا گیا ہے،جب محل وقوع کی طرف روانہ ہوئے تو جنات کا رئیس بولا کہ حضرت مفتی صاحب

تشریف لا رہے ہیں اس لیے ہم جا رہے ہیں۔ان سے بہت کہا گیا کہ وہ دونوں خواتین بھی ساتھ آ رہی ہیں جنہیں آپ نے بلوایا تھا اس لیے اب آپ ان کی آمد کا انتظار کریں اور کوئی فیصلہ کر کے جائیں۔مگر انہوں نے ایک نہ سنی اور یہ جملہ کہہ کر کہ حضرت مفتی صاحب تشریف لا رہے ہیں اس لیے ہم جا رہے ہیں، وہ سب چلے گئے۔ہم لوگ جب ان کے مکان پر پہنچے تو پانچوں، مریض بالکل تندرست تھے۔کمروں کی دیواریں، کھڑکیاں اور دروازے سب تعویذوں سے بھرے پڑے تھے، یہ تعویذ ساری ساری رات پڑھنے والے عامل صاحب نے لگوائے تھے،معلوم ہوا کہ انہوں نے کمروں کے فرش میں بھی جگہ جگہ تعویذ دفن کروائے تھے۔میں نے ان لوگوں سے کہا کہ سب تعویذ نکال کر جلا دو۔اس کے بعد اس خاندان پر آسیب کا کوئی اثر نہیں ہوا، چونکہ جنات کی اس یورش کی دور دور تک بہت شہرت ہو گئی تھی اس لیے بہت دور سے ایک مشہور بزرگ عالم نے بذریعہ فون سمدھی صاحب سے اس قصے کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے جواب دیا کہ حضرت مفتی صاحب کے تشریف لے جانے سے جنات کے خیموں کی طنابیں ٹوٹ گئیں اور خیمے ہی اُڑ گئے۔یہ قصے اس لیے بتا رہا ہوں کہ اس سے مقصد ایک ہدایت کی بات ہے جو آخر میں بتاؤں گا۔

۴ جنات کا فرار:

ایک بار میں حیدر آباد جا رہا تھا ان دنوں سپر ہائی وے نہیں بنا تھا اس لیے براستہ ٹھٹا حیدر آباد جا رہے تھے، گاڑی ایک عقیدت مند کی تھی جسے وہ خود چلا رہے تھے۔ٹھٹا کے قریب پہنچے تو انہوں نے بتایا کہ یہاں ایک عامل ہے جنات اس کے تابع ہیں اور وہ جنات کے ذریعے عجیب عجیب کرتب دکھاتا ہے مثلاً کسی جن کا نام لے کر اس سے کہتا ہے کہ فلاں چیز لاؤ تو وہ فوراً سامنے موجود نظر آتی ہے پھر کہتا ہے کہ فلاں چیز لے جاؤ تو وہ فوراً غائب ہو جاتی ہے، پھر وہ مجھ سے کہنے لگے کہ آپ اس کے کرتب دیکھیں گے؟

میں نے کہا کہ ایسے واہیات لوگوں سے ملنے کی مجھے فرصت نہیں اور نہ ہی میں ایسی خرافات دیکھا کرتا ہوں مگر انہوں نے از راہ بے تکلفی یہ حرکت کی کہ عامل کے مکان کے سامنے گاڑی روک کر کہنے لگے کہ اب تو ہم اس کے مکان پر پہنچ گئے، میں نے کہا چلیے پہنچ گئے تو دیکھ لیتے ہیں۔ وہ عامل پہلے سے مجھے جانتا نہیں تھا انہوں نے جب اسے باہر بلایا اور جنات کے تصرفات دکھانے کے لیے کہا تو اس عامل نے بتایا کہ ابھی کچھ دیر پہلے سب جنات یہ کہہ کر بھاگ گئے کہ حضرت مفتی صاحب تشریف لا رہے ہیں اس لیے ہم جا رہے ہیں۔ انہوں نے اس سے بہت اصرار کیا کہ جنات کو بلاؤ۔ اس نے کہا کہ وہ اتنی دور بھاگ گئے ہیں کہ میں انہیں پکاروں گا تو میری آواز وہاں تک نہیں پہنچے گی جب تک آپ یہاں ہیں وہ نہیں آئیں گے۔

⑤ عامل معمول:

بہت مدت کا ذکر ہے جبکہ میری عمر بیس پچیس سال کے درمیان ہوگی، میں شروع ہی سے ایسا ہوں، جنات وغیرہ سب کی پٹائی لگاتا رہتا ہوں شروع ہی سے، میرے اللہ نے مجھے اسی کام کے لیے تو پیدا فرمایا ہے شیاطین کی پٹائی لگانے کے لیے، میں جا رہا تھا دیکھا کہ ایک میدان میں میلا لگا ہوا ہے کوئی مداری کرتب دکھا رہا ہے، میں نے قریب جا کر دیکھا تو عامل معمول کی بات چیت ہو رہی تھی میں بھی کھڑا ہو گیا، معمول پر کالا کپڑا ڈالا ہوا ہے اور وہ ایسے لیٹا ہوا ہے جیسے مردہ عامل اس سے پوچھ رہا ہے کہ وہ جو بس آ رہی ہے اس کا نمبر کیا ہے وہ بتا دیتا ہے، پھر اس کے بعد اس مداری نے تعویذ بیچنے شروع کر دیئے لوگ آ آ کر بتا رہے ہیں کہ یہ بیماری ہے یہ پریشانی ہے اور وہ سب کو تعویذ دیتا جا رہا ہے پھر سب سے پیسے جمع کر کے ؏

تماشا دکھا کر وہ بھاگا مداری

میں نے سوچا اسے پکڑنا چاہیے یہ لوگوں کو الو بنا کر ان سے رقمیں لوٹ کر بھاگ رہا

ہے، میں نے اپنی گھڑی ایک دو گھنٹے آگے یا پیچھے کرلی تا کہ وہ اندازے سے وقت نہ بتاسکے پھر اس سے پوچھا کہ بتاؤ میری گھڑی پر کیا بجا ہے؟ وہ عامل جلدی سے میری طرف بھاگا میرا بازو پکڑا گھڑی دیکھنے کے لیے میں نے کہا کہ تجھے دیکھنے نہیں دوں گا ایسے ہی بتاوہ نہیں بتاسکا، میں نے سب لوگوں سے کہا کہ پکڑو اسے یہ کچھ نہیں، تم لوگوں کو فریب دے رہا ہے مکر کررہا ہے وہ سب اس کے پیچھے پڑ گئے کہ ہمارے پیسے واپس کرو۔ میں نے اسے دیکھنے اس لیے نہیں دیا کہ عامل معمول کا آپس میں تعلق ہوتا ہے جو بات عامل کی نظر میں آتی ہے معمول بتادیتا ہے یہ مسمریزم کا طریقہ ہے۔

۶ کراماتی طمانچہ:

دارالعلوم ٹنڈو اللہ یار میں مشرقی پاکستان کے ایک نوجوان طالب علم پر ایک آسیب مسلط ہوگیا، اس کا مطالبہ تھا کہ میں اس کا ہم سبق ہوں، اسے میں بذریعہ ہوائی جہاز ڈھاکا لے جاؤں گا کرایہ دارالعلوم کی طرف سے دیا جائے وہاں جا کر ہم دونوں فلاں مولانا صاحب سے درس نظامی کی تکمیل کریں گے، اس کے بعد دونوں ایم اے کریں گے پھر میں اپنی بہن کی شادی اس سے کروں گا۔ حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دفع آسیب کے لیے اپنی مشہور انگوٹھی اسے دی تو اس نے بہت گستاخانہ انداز سے انگوٹھی پھینک دی اور دارالعلوم سے جہاز کے کرایے کا مطالبہ جاری رکھا۔ حضرت عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجبوراً بغرض حفاظت ایک اور طالب علم بھی اس کے ساتھ کیا اور اسے دو آدمیوں کا کرایہ دارالعلوم سے بطور قرض دے دیا۔ انہوں نے ہوائی جہاز کے ٹکٹ خرید لیے پھر اپنے ایک دوست سے ملاقات کے لیے یہاں دارالافتاء میں آگئے، ان کے دوست نے مجھے سارا قصہ بتایا، میں نے کہا کہ ایک تو مدرسہ سے رقم قرض لے کر جائے پھر مولانا کی شان میں گستاخی بھی کرے اور پھر میرا اللہ اسے یہاں ہسپتال میں بھیج دے تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ یہ یہاں سے بغیر آپریشن کے ہی چلا جائے۔

میں حفلۃ العلماء میں بیٹھا کام کر رہا تھا کہ اس آسیب زدہ نوجوان نے ادھم مچادیا، چلا چلا کر اشعار پڑھنے لگا اور خوب اچھلنے کودنے لگا، میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ اس نے بتایا کہ اس پر جن چڑھ گیا ہے میں نے کہا بہت اچھا میں اس کمرے میں جیسے ہی گیا تو وہ جن سرخ سرخ آنکھوں سے میری طرف دیکھ کر بڑے جوش اور غضب کے ساتھ آگے بڑھا میں نے اسے زوردار طمانچہ مارا تو وہ بے ہوش ہوکر گر پڑا، چارپائی قریب تھی غنیمت تھی چارپائی پر گرا فرش پر گرتا تو پتا نہیں کیا بنتا، کچھ دیر بے ہوش پڑا رہا میں سمجھا کہ مرگیا کم بخت، پھر تھوڑی دیر بعد آہستہ آہستہ آنکھیں کھولیں اور کہنے لگا کہ میں جارہا ہوں آیندہ کبھی بھی نہیں آؤں گا۔ حاضرین اس طمانچے کی زبردست آواز سُن کر حیران رہ گئے، پڑوس میں بھی اس طمانچے کی آواز سنائی دی۔ یہ طمانچہ ''کراماتی طمانچہ'' کے نام سے مشہور ہوگیا۔ میں نے ہوائی جہاز کے ٹکٹ واپس کروا کر رقم دارالعلوم میں واپس بھجوادی۔ کیا کیا سناؤں، ہر قصے میں یہ یاد رکھیں کہ مقصد ایک ہدایت کی بات ہے جو آخر میں بتاؤں گا۔

۷ نام سنتے ہی جن بھاگ گیا:

ایران میں میرے ایک شاگرد ہیں۔ وہاں کسی پر جن چڑھ گیا لوگوں نے ان سے کہا کہ آپ چل کر اس کا جن اُتاریں، انہوں نے کہا کہ میں آسیب کا علاج نہیں جانتا۔ اس پر وہ لوگ کہنے لگے کہ پھر پاکستان سے کیا پڑھ کر آئے ہو؟ لوگ سمجھتے ہیں کہ مدارس میں جن اتارنے کا علم پڑھایا جاتا ہے۔ ان مولوی صاحب نے بہت معذرت کی لیکن وہ لوگ اصرار کر کے لے ہی گئے۔ مولوی صاحب نے وہاں جا کر آسیب کے سامنے میرا نام لے کر کہا تجھے معلوم نہیں کہ میری پشت پر اس کا ہاتھ ہے۔ یہ سنتے ہی آسیب نے غضب ناک ہو کر اہلِ خانہ سے کہا کہ مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا کہ میرے پاس ایسے مولوی صاحب آرہے ہیں جن کی پشت پر حضرت مفتی صاحب کا ہاتھ ہے۔ یہ کہہ کر

آسیب چلا گیا۔

[۸] آواز سنتے ہی جن بھاگ گیا:

ایک بار ایک عمر رسیدہ مشہور عالم و مفتی نے مجھ سے فون پر کہا کہ میری نواسی پر آسیب کا دورہ پڑا ہوا ہے آپ میری خاطر آ جائیں میں جانتا ہوں کہ آپ ایسے کاموں کے لیے کہیں تشریف نہیں لے جاتے مگر میں نے اس توقع پر یہ جرأت کی ہے کہ آپ میری رعایت فرمائیں گے۔ میں نے کہا کہ پہلے تو میں فون پر ہی اس کی خبر لیتا ہوں آپ لڑکی کو فون پکڑائیں، انہوں نے پکڑا دیا تو میں نے ذرا تیز لہجے سے اس سے کہا کیا بات ہے؟ بس اتنی سی بات سن کر وہ چلانے لگا: ''سلیمان علیہ السلام کی قسم میں جا رہا ہوں'' یہ جملہ اس نے کئی بار دُہرایا اور چلاتا ہوا بھاگ گیا، اگر وہ ذرا ٹھہرتا تو میں اسے دو کبیرہ گناہوں سے توبہ کی تلقین کرتا، ایک کسی کو ایذاء پہنچانا اور دوسرا غیر اللہ کی قسم کھانا مگر اس نے تو کوئی اور بات سنی ہی نہیں صرف میری آواز سن کر ہی بھاگ گیا۔ یہ بات یاد رکھیں کہ آخر میں ایک ہدایت کی بات بتاؤں گا۔

[۹] خاران کی شہزادی:

خاران کے ایک عالم میرے شاگرد ہیں وہ اپنے آسیب زدہ بھائی کو یہاں میرے پاس لے کر آئے اور ان کی عجیب داستان سنائی، کہنے لگے کہ میں انہیں لے کر کئی مشہور عاملوں کے پاس گیا مگر کوئی فائدہ نہ ہوا، ایک عامل نے انہیں بجلی کے جھٹکے لگائے اس سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوا (ان کے جسم میں مختلف مقامات پر سیاہ داغ دکھا کر بتایا) یہ سیاہ داغ بجلی لگانے سے پڑے ہیں، پھر کراچی میں ایک بہت مشہور عامل کے پاس لایا جو بہت بڑے قبرستان میں رہتا ہے، اس قبرستان میں بہت بڑے بڑے درخت ہیں ان درختوں کے ساتھ بہت موٹی اور لمبی زنجیریں لٹک رہی ہیں، عامل نے بتایا کہ ان

زنجیروں کے ساتھ جنات جکڑے ہوئے ہیں۔ عامل نے پانچ سو روپے فیس پیشگی لے لی پھر اپنے مسخر جنات میں سے بعض کا نام پکار کر میرے بھائی کے جن کو گرفتار کرنے کا حکم دیا تو بھائی کے جن نے للکار کر کہا کہ میں خاران کی شہزادی ہوں، میرے ساتھ میری فوج ہے، میرے مقابلے میں کوئی نہیں آسکتا جو چاہے مقابلے میں نکل کر مزا چکھے۔ یہ جنیہ بار بار اسی طرح للکارتی رہی، عامل کے جنات اسے گرفتار نہ کر سکے تو عامل نے دو تین دن زور لگانے کے بعد کہا کہ میرے جنات بکرا مانگتے ہیں انہیں بکرا کھلاؤ تو کام کریں گے، ہم نے بکرا خرید کر دے دیا، اس کے بعد عامل نے اپنے متعدد جنات کو ان کے نام لے کر پکارا اور بھائی کی جنیہ کو گرفتار کرنے کا حکم دیا، اس کے جنات نے ہمارے سامنے بھائی کو فضاء میں الٹا لٹکا کر اس کے ہاتھ پاؤں باندھنے شروع کر دیئے، بھائی کا جسم فضاء میں معلق تھا اور اس کے ہاتھوں اور پیروں میں ایسی حرکات نظر آرہی تھیں جیسے انہیں باندھنے کے لیے مروڑا جا رہا ہے، یہ سب کچھ ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے، بھائی کی جنیہ چلا چلا کر پکارنے لگی کہ ہائے میں پکڑی گئی، میری فوج کہاں گئی؟ پھر تھوڑی دیر بعد بھائی کا جسم زمین پر آ گیا اور عامل نے یقین دلایا کہ اس کی جنیہ گرفتار ہوگئی ہے۔ مگر جب ہم اپنی جائے رہائش پر پہنچے تو جنیہ نے پھر آدبوچا، ہم پھر عامل کے پاس گئے تو اس نے کہا کہ اب میں اس جنیہ کو جان سے ہی مروائے دیتا ہوں، چنانچہ اس نے اپنے متعدد جنات کا نام لے کر پکارا اور انہیں حکم دیا کہ اس جنیہ کو جان سے مار ڈالو۔ انہوں نے پھر بھائی کو فضاء میں الٹا لٹکا لیا، جنیہ پھر چلانے لگی کہ ہائے میں ماری گئی، میری خارانی فوج کہاں گئی؟ آج میری فوج میرے کسی کام نہ آئی۔ پھر تھوڑی دیر بعد کراہنے کی آوازیں شروع ہوگئیں جو آہستہ آہستہ مدہم ہو رہی تھیں جیسے کوئی دم توڑ رہا ہو، بالآخر خاموشی چھا گئی، بھائی کا جسم زمین پر آ گیا، عامل نے کہا کہ بس اب تو اسے ختم ہی کر دیا ہے، مرگئی ہے۔ مگر ہم اپنی جائے رہائش پر پہنچے تو پھر وہی قصہ، جنیہ نے پھر

آدبوچا، میں عامل کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ میرے فیس کے پانچ سو روپے اور بکرے کی قیمت کے دوسو روپے فوراً واپس کرو ورنہ میں اخبار میں اشتہار دے کر تیرے فریب کی اشاعت کروں گا اور میری قوم کی بہت بھاری تعداد یہاں کراچی میں رہتی ہے انہیں ساتھ لے کر تیرے یہ سب درخت کٹوادوں گا جن کے ساتھ زنجیریں لٹکا کر ان سے جنات کو مقید کرنے کا ڈھونگ رچا کر اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو فریب دیتا ہے اور انہیں لوٹ کر حرام کھاتا ہے۔ یہ سن کر عامل نے ڈر کے مارے میری پوری رقم واپس کردی۔ اس کے بعد جنیہ نے خود کہا کہ اگر مجھ سے نجات چاہتے ہو تو اپنے استاذ (حضرت اقدس رحمہ اللہ تعالیٰ۔ جامع) کے پاس لے چلو۔ اس لیے میں اپنے بھائی کو آپ کی خدمت میں لایا ہوں۔

جب ان کا بھائی میرے سامنے آیا تو اس پر بہت سخت لرزہ طاری تھا میں نے اس سے پوچھا کیا ہو رہا ہے؟ آسیب نے جواب دیا کہ آپ سے بہت ڈر لگتا ہے۔ میں نے کہا کہ ڈر لگتا ہے تو بھاگ کیوں نہیں جاتا چل مردود بھاگ یہاں سے۔ اس کے بعد وہ دو تین روز کراچی میں رہے آسیب کا کوئی اثر نہیں ہوا۔

۱۰ خط پڑھتے ہی آسیب رخصت:

پنجاب سے کسی نے خط بھیجا کہ ہمارے لڑکے پر جن چڑھا ہوا ہے بڑے بڑے عامل عاجز آ گئے، بڑے بڑے مشہور ماہر اپنا زور لگا چکے مگر وہ کسی کے قابو نہیں آتا آپ مہربانی فرما کر تعویذ بھیج دیں۔ میں نے تعویذ کی بجائے جن کو خط بھیجا کہ اگر تو مجھے نہیں جانتا تو خاران کی شہزادی سے میرے بارے میں پوچھ لے اور ٹھیک ہو جا ورنہ پھر سوچ لے کہ تیرا کیا بنے گا۔ خط پڑھنے کے بعد جن نے حاضرین سے کچھ الوداعی باتیں کیں اور رخصت ہو گیا۔ ارے! آخر میں ہدایت کی بات بتاؤں گا یہ قصے تو بات پکی کرنے کے لیے سنا رہا ہوں۔

۱۱ جنات میں کراماتی طمانچے کی شہرت:

میرا بیٹا حامد دار العلوم ٹنڈو اللہ یار میں استاذ تھا۔ وہاں ایک لڑکے پر آسیب مسلّط ہوگیا، اسے علاج کے لیے دار العلوم کے شیخ الحدیث حضرت مولانا ظفر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں لایا گیا، مولانا نے آسیب سے پوچھا کہ اس لڑکے کو کیوں پکڑا ہے؟ آسیب نے جواب دیا کہ ہم ہندوستان میں رہتے ہیں، مجھے اپنی لڑکی کے لیے بہتر رشتے کی تلاش تھی، بہت کوشش کے بعد میری نظر مولوی حامد پر پڑی تو یہ ہر لحاظ سے مجھے بہت پسند آئے مگر ان کی اس پر آمادگی بہت مشکل نظر آرہی تھی اس لیے اس کی یہ تدبیر خیال میں آئی کہ یہ لڑکا ان کا دوست ہے، یہ انہیں اس شادی پر راضی کرسکتا ہے اس لیے ہم نے اسے پکڑا ہے جب تک یہ مولوی حامد کو شادی کے لیے راضی نہیں کرتا ہم اسے ہرگز نہیں چھوڑیں گے۔ مولانا نے فرمایا کہ ارے! داماد تو تجھے بنانا ہے حامد کو اور پکڑا ہوا ہے اس کے دوست کو براہِ راست حامد کو کیوں نہیں پکڑتے کہ وہ تمہاری لڑکی سے شادی کرے، اسے پکڑو اس لڑکے کو کیوں پکڑ رکھا ہے؟ آسیب نے جواب دیا کہ اس کی دو وجہیں ہیں:

① ہم اپنے داماد کو تکلیف نہیں پہنچانا چاہتے۔

② ان کے ابا کے ایک ہی طمانچے سے ایک جن بے ہوش ہوگیا تھا، وہ طمانچہ پتھر کی طرح لگا تھا جنات کی پوری دنیا میں اس طمانچے کی شہرت ہوگئی ہے اس لیے ہم مولوی حامد کو پکڑنے سے ڈرتے ہیں کہ اگر ان کے ابا کا طمانچہ لگ گیا تو کیا ہوگا۔

۱۲ شیر کا کان پکڑ کر لائیں:

متعلقین میں سے کوئی اپنے بچے کو میرے پاس لائے اور بتایا کہ اس بچے کو جاگتے میں شیر نظر آتا ہے بچہ اس سے ڈر کر بہت روتا ہے اتنا روتا ہے کہ اس سے کھانا بھی نہیں کھایا جاتا۔ میں نے ان سے کہا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ اب شیر نظر نہیں آئے گا، اس بچے

سے کہا کہ اب اگر شیر نظر آئے تو اسے کان سے پکڑ کر میرے پاس لائیں۔ایک ہفتے بعد وہ دوبارہ اپنے بچے کو لائے تو میں نے اس سے پوچھا کہ شیر نظر آیا؟ اس نے کہا کہ اس دن کے بعد سے نظر نہیں آیا۔ میں نے کہا کہ اپنے گھر میں زور زور سے یوں کہو:

''اوشیر! اوشیر! چل تجھے دارالافتاء لے کر چلوں۔''

اس کے والد نے بتایا کہ بچے نے بار بار پکارا مگر شیر نہیں آیا۔

۱۳ دیو بھاگ گیا:

ایسا ہی ایک قصہ اور سنیے، ایک عورت نے کہا کہ اسے دیو نظر آتا ہے وہ بہت لمبا، بہت موٹا اور بہت کالا ہے بہت ہی خوفناک ہے، اس دیو نے اس عورت سے کہا کہ میں تمہارے گھر میں آتا رہتا ہوں اور یہ جو سامنے بہت بڑی کئی منزلہ عمارت نظر آرہی ہے اگر میں اس کی طرف صرف ایک انگلی کا ذرا سا اشارہ کردوں تو پوری عمارت گر جائے گی۔اس عورت کے بیٹے نے یہ سارا قصہ مجھے بتایا، میں نے کہا کہ ان سے کہو اگر آئندہ دیو نظر آئے تو اس کا کان پکڑ کر اپنے کسی بیٹے کو دیں ان سے کہیں کہ اسے میرے پاس لائیں۔ان کے بیٹے کہنے لگے کہ ہماری امی کہتی ہیں کہ وہ تو بہت اونچا ہے اس کے کان تک میرا ہاتھ کیسے پہنچے گا؟ میں نے کہا کہ اسے ڈانٹ کر کہیں کہ اپنا کان مجھے پکڑاؤ۔وہ پکڑا دے گا اس کا کان پکڑ کر اپنے بیٹے کو دیں وہ یہاں دارالافتاء میں اسے لے کر آئے۔پھر میں بار بار ان سے پوچھتا رہا کہ دیو آیا تو کہتے ہیں کہ اس دن کے بعد نہیں آیا۔میں نے کہا کہ اسے پکاریں ارے دیو! آمیں تجھے دارالافتاء لے کر چلوں۔وہ کہتے ہیں کہ اب دیو آتا ہی نہیں۔

۱۴ جان سے مار دینے کی دھمکی کا جواب:

ایک مولوی صاحب ایسے علاقے کے رہنے والے تھے جہاں کا جادو بہت مشہور ہے، انہوں نے ایک بار مجھے پیغام بھیجا:

’’میں آپ کو ہلاک کرنے کا عمل شروع کر رہا ہوں۔‘‘

یعنی صرف بیمار کرنے کا نہیں بلکہ جان سے مار دینے کا عمل ہے۔ ایسا نہیں کہ انہوں نے یہ بات کہیں کہی ہو جو مجھ تک پہنچ گئی بلکہ قصداً ایک شخص کے ذریعے مجھے یہ پیغام پہنچایا۔ میں نے انہیں کیا جواب دیا یہ تو ذرا بعد میں بتاؤں گا پہلے آپ لوگ ذرا یہاں اپنے دل کو ٹٹولیے کہ اگر آپ کو کوئی ایسا ماہر اور پہنچا ہوا عامل دھمکیاں دینی شروع کر دے کہ بس اب میں تمہاری جان لے کر چھوڑوں گا تو آپ پر اس کا کیا اثر ہوگا؟ میرے خیال میں آج کے مسلمان پر تو یہ الفاظ سنتے ہی کپکپی طاری ہو جائے گی اور بھاگا بھاگا کسی عامل کے پاس جائے گا کہ اللہ کے لیے مجھے بچالو، بچالو، میری جان نکلی جا رہی ہے، فلاں عامل نے اپنا عمل شروع کر دیا ہے اب میری خیر نہیں۔ یہ بے چارہ تو اس کے مارنے سے پہلے ہی مر جائے گا، جسے اللہ تعالیٰ پر یقین اور اعتماد نہ ہو اس کی تو یہی کیفیت ہوگی، اللہ تعالیٰ ہر مسلمان کو ایمان کامل اور یقین کامل عطاء فرمائیں اور ایسی بزدلی سے محفوظ رکھیں۔ ان مولوی صاحب کا پیغام جب میرے پاس پہنچا تو میں نے فوراً اسی قاصد کے ہاتھ جواب کہلا بھیجا کہ آپ کی اس دھمکی کا میرے قلب پر بال برابر بھی اثر نہیں ہوا اس لیے کہ ہوگا وہی جو مقدر ہے۔ مثل مشہور ہے:

’’کووں کے کوسنے سے کہیں ڈھور مرے ہیں۔‘‘

پھر اگر آپ کے عمل سے میں مر بھی گیا تو میرا کیا نقصان؟ فائدہ ہی ہوگا کہ آپ نے ایک مسافر کو وطن پہنچا دیا، یہ آپ کا مجھ پر احسان ہوگا۔ یہ تو ہے میرا تأثر اور میرا عمل یہ ہے، کہ پہلے بھی آپ کے لیے دین و دنیا کی ترقی کی دُعاء کرتا تھا آج سے ان شاء اللہ تعالیٰ زیادہ کروں گا۔ وہ مجھ پر احسان کر رہے تھے تو میں ان پر احسان کیوں نہ کرتا:

هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝ (۵۵-۶۰)

کوئی اس کا یہ مطلب نہ سمجھ لے کہ ان کے شر سے بچنے کی دُعاء شروع کر دی کہ یا

اللہ! انہیں ہدایت عطاء فرما اور ان کے شر سے میری حفاظت فرما، یوں دُعاء نہیں کی بلکہ ان کے حق میں خیر و بھلائی کی دُعائیں کیں کہ یا اللہ! انہیں دُنیا و آخرت کی ترقی عطاء فرما ان کی زندگی میں برکت عطاء فرما، دُعاء تو ان کے حق میں پہلے بھی کرتا تھا اس دھمکی کے بعد مزید اس میں اضافہ کر دیا، ان کے خلاف سوچنے یا بددُعاء کرنے کا تو دل میں خیال تک بھی نہیں آیا۔ اب اس کے بعد کا قصہ سنیے انہوں نے دھمکی تو زور و شور سے دی کہ تجھے مارنے کا عمل شروع کر رہا ہوں پھر معلوم نہیں انہوں نے یہ عمل شروع کیا یا نہیں، اور اگر کیا تو کتنے عرصے تک کرتے رہے، مجھے کچھ معلوم نہیں۔ یہ کوئی آج کا قصہ نہیں بہت پرانا قصہ ہے تقریباً چالیس سال پہلے کا، اس دھمکی سے یا ان کے عمل سے میرا کیا بگڑا؟ الحمد للہ! بال بھی بیکا نہیں ہوا، اتنی مدت گزر گئی الحمد للہ! آپ کے سامنے زندہ بیٹھا ہوا ہوں اور اب بھی جوان ہوں پچھتر سال کی عمر میں بھی بنوٹ کے میدان میں "ھل من مبارز" کے ایسے نعرے لگا رہا ہوں کہ دیکھنے والوں کے طوطے اُڑ جاتے ہیں بڑے بڑے مضبوط جوان بھی وہ منظر دیکھ کر بہت تعجب سے کہتے ہیں:

میدان میں ببر شیر جیسی جست لگا کر نکلنا اور لاٹھی کو تولنا تو رہا الگ ہم تو اس عمر میں آپ کی چال دیکھ کر ہی حیران ہیں، بہت حیرت سے پوچھتے ہیں:

"توڑی وچ کی پوندے او۔"

"ہنڈیا میں کیا ڈالتے ہیں؟"

یہ میرے اللہ کا کرم ہے کہ اس نے مجھے بیماریوں سے محفوظ رکھا ہے کبھی کبھار محبت کی ہلکی سی چٹکی لے لیتے ہیں، جب تک حیات مقدر ہے اللہ تعالیٰ صحت و عافیت سے رکھیں اس صحت و قوت کو ذخیرہ آخرت بنانے کا ذریعہ بنائیں آخر دم تک اپنے دین کی خدمات سے محروم نہ فرمائیں ؎

جینا چاہوں تو کس بھروسے پر
زندگی ہو تو بر در محبوب

میرا تو کچھ نہیں بگڑا البتہ وہ مولوی صاحب خود دنیا سے رخصت ہوگئے شاید ان کے عمل کو ریورس گیئر لگ گیا یا ری ایکشن ہوگیا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں۔ کچھ بات دل میں اتر رہی ہے یا نہیں؟ یہ سارے قصے ایک ہدایت کی بات کی تمہید ہیں۔

۱۵ ایک وجدی کا قصہ:

ایک جہان گردیدہ کہنہ مشق درویش یہاں حلقۃ العلماء میں آگیا جو یمن شام وغیرہ دنیا کے مختلف ممالک میں مشہور ماہرین توجہ سے اس فن میں مہارت حاصل کر چکا تھا، اس نے بصورت وجد اچھل کر بہت زبردست نعرہ لگایا، میں نے اس کی طرف ذراسی توجہ منعطف کی تو بس وہیں کے وہیں فوراً بولتی بند اور بالکل سیدھا ہو کر نہایت آرام وسکون سے بیٹھ گیا۔

۱۶ ایک ملحد پیر کی ناکامی:

ایک ملحد پیر مسمریزم میں بہت شہرت رکھتا ہے چنانچہ اس نے ایک مشہور عالم اور دنیا بھر میں مشہور ادارے کے اونچے درجے کے اُستاذ پر ایسا مسمریزم کیا کہ زبان بالکل بند، اس قسم کے اور بھی کئی قصے مشہور ہیں۔ اس نے ایک بار مجھ پر مسمریزم کرنے کی کوشش کی مگر اسے منہ کی کھانی پڑی۔

۱۷ توجہ کا اثر سلب ہوگیا:

ایک پیر صاحب توجہ ڈالنے میں بہت مہارت وشہرت رکھتے ہیں، مریدوں کو حلقے کی صورت میں بٹھا کر ان کے قلوب پر ایسی توجہ ڈالتے ہیں کہ وہ مذبوح جانور کی طرح تڑپنے لگتے ہیں، ''ہائے ہوئے'' کے نعرے، شوروغل اور چیخ وپکار ایک حشر برپا ہوجاتا ہے۔ میں ایک بار کسی کام سے ایک موضع میں گیا اتفاق سے وہ پیر صاحب بھی وہاں آئے ہوئے تھے میں نے فجر کی نماز پڑھائی، نماز کے بعد انہوں نے حسبِ معمول اپنے

مریدوں کو حلقے میں بٹھا کر توجہ ڈالنے کا عمل شروع کیا، فرداً فرداً ایک ایک کے قلب کی طرف نیزے کی طرح انگلی کا بہت زوردار اشارہ کر کے اسم ذات کی بھرپور زبردست ضربیں لگائیں مگر اس بار کوئی مرید بھی ٹس سے مس نہ ہوا، وہ یہ عمل دیر تک بار بار دُہراتے رہے، ضربوں پہ ضربیں مگر سب بے سود، جب دیکھا کہ کسی پر کچھ بھی اثر نہیں ہو رہا تو کہنے لگے کہ یہ جماعت تو بہت اچھی چلی ہوئی تھی معلوم نہیں آج انہیں کیا ہو گیا۔ اب میں انہیں کیا بتاتا کہ جب تک میں یہاں موجود ہوں آپ اپنے اس کرتب میں کامیاب نہیں ہو سکتے، حالانکہ میں نے ان پر کوئی توجہ نہیں ڈالی تھی مگر یہ میرے اللہ کا کرم ہے کہ میرا وہاں بیٹھنا ہی کافی ہو گیا اور وہ مریدوں پر توجہ ڈالنے کی سرتوڑ کوشش کے باوجود کامیاب نہ ہو سکے۔

۱۸ خواجہ غلطان:

میں جب افغانستان گیا تو ہرات میں کسی نے بتایا کہ یہاں ایک بزرگ کا مزار ہے، اس بزرگ کو ''خواجہ غلطان'' کہتے ہیں، غلطان کے معنی ہیں ''لڑھکا دینے والا'' جو بھی اس کے مزار پر جاتا ہے لڑھک جاتا ہے کیسا ہی پہلوان کیوں نہ ہو، مجلس میں ایک نوجوان نے کہا کہ اسے بھی لڑھکا دیا تھا۔ میں نے کہا کہ اب میرے ساتھ چل اگر تو لڑھک گیا تو تجھے دس کوڑے لگاؤں گا۔ وہ بہت خوف زدہ صورت بنا کر بولا: ''نہیں جاؤں گا۔'' میں نے کہا:

''بس ثابت ہو گیا کہ میرے کوڑے کی طاقت خواجہ غلطان کی طاقت سے زیادہ ہے۔''

ایک مجلس میں بڑے بڑے مجاہد اور بزرگ موجود تھے، میں نے سب کے سامنے للکار کر کہا کہ اگر اس مزار پر میرے ساتھ کسی چھوٹے سے ننھے منے بچے کو بھی لے چلیں تو غلطان اسے بھی نہیں لڑھکا سکے گا۔ پھر مجھے تو اتنا وقت نہ ملا کہ وہاں جاتا البتہ میرے

ساتھ جو لوگ گئے ہوئے تھے ان میں سے جو کچھ لوگوں نے تجربہ کیا ان میں سے ایک تو بہت ہی کمزور سے تھے۔ وہ بتاتے ہیں کہ ہم وہاں مجاوروں سے کہتے رہے کہ غلطان ہمیں کیوں نہیں لڑھکاتا؟ مجاور انہیں طریقے بتانے لگے کہ ایسے بیٹھو، ایسے لیٹو، یہ پڑھو، یہ کرو مگر سب بے کار ان میں سے کوئی ایک بھی نہیں لڑھک سکا۔ یہ قصے خوب غور سے سنیں آخر میں بتاؤں گا ایک ہدایت کی بات۔

۱۹ بزرگی کی علامت:

میرے پاس ایک مولانا صاحب آئے جو مولانا بھی تھے اور سن رسیدہ بھی، یہ اس لیے بتا رہا ہوں کہ یہ دونوں صفتیں انسانی کمالات میں شمار کی جاتی ہیں، علم کا صفت کمال ہونا تو ظاہر ہی ہے عالم دین کو ہر مسلمان قابل احترام سمجھتا ہے اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بڑھاپا بھی عموماً کمال عقل کی علامت سمجھا جاتا ہے، زندگی بھر کے تجارب سے انسان بہت کچھ سیکھ جاتا ہے، اس عمر میں فکرِ آخرت بھی پیدا ہو جاتی ہے، ان میں یہ دونوں کمال تھے جبکہ میں اس زمانے میں بالکل نوعمر تھا تیس پینتیس سال عمر ہوگی، وہ مجھ سے کہنے لگے:

''مجھے بیعت کر لیں اور میری پشت پر ہاتھ رکھ دیں۔''

مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اتنی عمر گزر گئی یہ کسی سے بیعت نہیں ہوئے اب مجھ جیسے نوعمر سے بیعت ہونا چاہتے ہیں آخر میرے اندر انہوں نے کیا خوبی دیکھی، جب وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ آپ سے اس لیے بیعت ہونا چاہتا ہوں کہ آپ کا نام لینے سے ہی جنات بھاگ جاتے ہیں، میں لوگوں کے جنات نکالتا ہوں بعض جن بڑے ضدی اور سرکش ہوتے ہیں انہیں بھگانے کے لیے لمبے لمبے وظیفے پڑھنے پڑتے ہیں کبھی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''القول الجمیل'' (یہ عملیات کی مشہور کتاب ہے) سے وظیفے پڑھتا ہوں کبھی کسی اور کتاب سے مگر ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، اور آپ کا نام

لینے سے ہی جنات بھاگ جاتے ہیں، اس لیے میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا فیصلہ کیا ہے۔ میں نے ان سے کہا:

''آپ نے بزرگی کی علامت خوب پہچانی، اگر آسیب بھگانا ہی بزرگی کا معیار ہے تو ایسی بزرگی کے لیے تو مسلمان ہونا بھی شرط نہیں کئی ہندو بھی لوگوں کے جن اتار دیتے ہیں بلکہ غیر مسلم اس فن میں بہت ماہر ہوتے ہیں آپ ان میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیں۔''

۲۰ ذرا سی ڈانٹ سے وجد غائب:

ایک مسمریزم کا بہت ماہر پیر توجہ کے ذریعے مریدوں پر وجد چڑھانے میں بہت مشہور تھا، ایک بار میرے سامنے اس کے ایک مرید پر وجد چڑھ گیا، میں نے اسے ذرا سی ڈانٹ پلائی تو وہ بالکل سیدھا ہو کر آرام سے خاموش بیٹھ گیا۔

ہدایت کی بات:

اب ہدایت کی بات سنیے، اس کی تمہید میں بھی ایک تھوڑا سا قصہ سُن لیں، تین چار روز کی بات ہے فون پر کسی نے بتایا کہ ان کے جاننے والوں میں سے کسی کے بچے کی طبیعت خراب تھی انہوں نے اپنے پیر صاحب کو دکھایا تو پیر صاحب نے فرمایا کہ اس بچے کو نظر لگ گئی ہے پھر انہوں نے کالی مرچیں پڑھ کر دیں انہیں جلایا تو اس سے نظر اُتر گئی۔ وہ مجھے بھی ترغیب دے رہے ہیں کہ آپ کے بچے کو بھی نظر لگ گئی ہے آپ بھی پیر صاحب سے کالی مرچیں پڑھوالیں۔ ٹیلی فون پر جو بات کر رہے تھے ان کا دارالافتاء سے تعلق ہے، میں نے ان سے کہا:

''جو دارالافتاء سے تعلق رکھتا ہے اس پر صرف اللہ کی نظر رہتی ہے اسے کسی کی نظر نہیں لگ سکتی اس لیے آپ کو مرچیں ورچیں پڑھوانے کی

ضرورت نہیں۔''

بحمداللہ تعالیٰ بات ان کی سمجھ میں آگئی، اب ہدایت کی بات بتانے لگا ہوں غور سے سنیں۔

پیروں کی دو قسمیں:

پیروں کی دو قسمیں ہیں:

پہلی قسم:

ایک وہ جو خدمات علم وجہاد جیسے اہم کام نہیں کرتے خالی ہیں، فارغ بیٹھے ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ عوام کو زیادہ سے زیادہ پھانسا جائے، بے دینی سے بچانے کے لیے، دین کی طرف لانے کے لیے جو طریقے جیسے بھی ہو سکتے ہوں اختیار کرلیں، کسی کو تعویذ دے دیا، کسی کو کالی مرچیں دے دیں، کسی کو کچھ دے دیا، کسی کو کچھ دے دیا، کسی کو کچھ پڑھنے پہ لگا دیا تا کہ زیادہ سے زیادہ لوگ آئیں جب زیادہ لوگ آجائیں گے تو دین کی باتیں بھی کچھ سنتے رہیں گے آہستہ آہستہ دینی ترقی ہوجائے گی۔ ایک قسم کے پیر حضرات تو یہ ہیں۔

دوسری قسم:

دوسرے وہ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے علم اور جہاد جیسی اہم خدمات بہت زیادہ لے رہے ہیں انہیں اتنی فرصت نہیں کہ عوام کو کالی مرچیں دے دے کر اور تعویذ دے کر اور مختلف مقاصد کے لیے مختلف وظیفے بتا کر جمع کریں، پھر انہیں صحیح راستے پر لائیں، انہیں اتنی فرصت نہیں، ان کے لیے اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ پکے لوگ لیں پکے لوگ یہ جو کچے کچے ہیں نا کچے عقیدے والے، کچے کچے جن کا خیال ہے کہ کچھ پڑھنے سے ٹھیک ہوجائے گا، تعویذ لینے سے ٹھیک ہوجائے گا، پانی پینے سے ٹھیک ہوجائے گا، دم کرنے سے ٹھیک ہوجائے گا ان کچے کچے لوگوں کو پہلی قسم کے پیروں کے

لیے چھوڑ دو وہ انہیں پھنساتے رہیں، انہیں فرصت بھی ہے، تم ہو پکے لوگ پکے، جو یہاں آئے وہ آنے سے پہلے پکا ہو کر آئے، اس کا عقیدہ اتنا پختہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلّق رکھنے کے بعد کوئی جن، کوئی آسیب، کوئی نظر، کوئی سحر، کوئی جادو، کوئی سفلی اس پر کچھ اثر نہیں کر سکتا، جس کا عقیدہ اتنا مضبوط ہو جائے یہاں وہی آئے بس صرف وہی دوسرے نہ آئیں، جو لوگ کچے ہیں وہ چلے جائیں مرچوں والوں کے پاس اور یہاں جو آئے وہ تو پکا ہی آئے پکا ہم صرف دُعاء کریں گے دُعاء اور کچھ نہیں کریں گے۔

میں نے کہا تھا نا کہ قصوں کے بعد ایک ہدایت کی بات بتاؤں گا وہ ہدایت کی بات یہی ہے کہ یہاں جو آئے وہ اتنا پکا ہو کر آئے کہ ساری دنیا کہتی رہے کہ تجھ پر نظر ہو گئی اتنی مرچیں جلا دو، اتنے فلیتے پلیتے جلا دو، یہ کرلو وہ کرلو تم پر اتنے جن آ گئے، اتنے ہزار آ گئے ایک ہزار تو ہم نے قتل کر دیے اور ہزار کو قید کر لیا، لوگ کتنا ہی زور لگائیں تو بھی ان واہیات باتوں پر بالکل کان نہ دھرے بلکہ ایسے پیروں کے پاس بھی نہ جائے جو لوگوں کو ہدایت پر لانے کی نیت سے تعویذ وغیرہ جیسے کام کرتے ہیں بس ایک اللہ پر یقین رکھے اللہ پر، بس ایسے ہی لوگ یہاں آئیں۔

دو قصے:

اس بارے میں دو قصے بھی بتا دوں:

جنات پر عالم کا رُعب:

کسی عامل نے جنات سے حضرت مولانا عبدالقدوس گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں کہا کہ انہیں میرے پاس لاؤ، جنات جب خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے ان سے پوچھا کیا بات ہے؟ جنات نے عرض کیا کہ فلاں عامل نے کہا ہے کہ آپ کو اٹھا کر ان کے پاس پہنچا دیں۔ آپ نے فرمایا چلو نالائق، اسے لاؤ یہاں۔ وہ جس نے بھیجا تھا اسی کو اٹھا کر لے آئے، وہ جوان کا رئیس تھا بھیجنے والا، بجائے اس کے کہ انہیں

لے جاتے اسے اٹھا کر لے آئے وہ کہتا رہا، چیختا رہا کہ ارے ارے! مجھے کدھر لے جار ہے ہو انہیں لاؤ، وہ جنات کہتے ہیں، نہیں تجھے لے جائیں گے، ہمیں ایسے عالم نے حکم دیا ہے، اب تجھے لے جا کر چھوڑیں گے۔ بات سمجھ میں آئی؟

متقی کی قوت:

ایک عامل نے کسی جن کو جلا دیا تھا، اس جن کی بیوی نے اپنے بیٹے سے کہا کہ دیکھو! کچھ سیکھو اس عامل نے تمہارے ابا کو جلایا ہے اس سے انتقام لو۔ بیٹا کہیں دور جا کر کئی سال بہت کچھ سیکھتا رہا حصار وغیرہ کرنے اور توڑنے کے فن سیکھے پھر اپنی ماں سے آ کر کہا کہ اب میں اس قابل ہو گیا ہوں کہ ابا کا انتقام لے سکوں۔ ماں نے اس کا امتحان لے کر کہا کہ نہیں ابھی تو کچھ بھی نہیں ہوا اور سیکھ وہ اور سیکھتا رہا پھر کئی سالوں کے بعد ماں نے امتحان لیا تو کہا کہ اب ٹھیک ہے، جاؤ اس عامل سے انتقام لو اسے ختم کر دو۔ جن نے عامل سے کہا کہ تو نے میرے ابا کو جلایا تھا بس اب تیری خیر نہیں پہلے سے تجھے بتا رہا ہوں تا کہ تو یہ نہ کہے کہ اچانک مار دیا، فلاں دن تک تجھے جو کرنا ہے کر لے۔ عامل نے حصار کھینچا تو جن نے توڑ دیا پھر اور حصار کھینچا یہ پھر اندر، اور کھینچا پھر اندر، آخر اسے یقین ہو گیا کہ اب میں اسے نہیں روک سکتا یہ مجھے ختم کر دے گا۔ ایک آدھ دن باقی رہ گیا، مسجد میں ایک سیدھا سادہ نمازی تھا ایسے ہی مسکین سا لیکن پکا تھا پکا، اس کا عقیدہ پکا تھا، اللہ کے ساتھ تعلق پکا تھا، عامل نے اس سے کہا کہ بھائی میں کل تک ضرور مر جاؤں گا بچنے کی کوئی صورت نہیں، آپ میری مغفرت کی دُعاء کر دیجیے۔ اس نے کہا کہ کیسے مر جاؤ گے تمہیں کیسے پتا چلا؟ عامل نے سارا قصہ بتایا، نمازی نے کہا کہ اچھا جب وہ جن تمہیں مارنے کے لیے آئے تو تو میرا نام لینا کہ اس نے کہا ہے کہ مجھے چھوڑ دو۔ وہ جن آیا تو عامل نے اسے بتایا کہ فلاں شخص نے کہا ہے کہ چھوڑ دو تو جن نے کہا کہ تو نے تجربہ کر لیا کہ اب تیرے بچنے کی کوئی صورت نہیں مگر تو نے جس کا نام لیا وہ اللہ کا بندہ ایسا ہے کہ ہم

اس کی بات رد نہیں کرسکتے جاؤ چھوڑ دیا، بخش دیا۔ عامل نے کتنے جتن کیے مگر کامیاب نہ ہوا اور ایک سیدھا سادہ نمازی اللہ کا بندہ جس نے یہ سب کچھ سیکھا نہ پڑھا نہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس میں اتنی قوت رکھ دی۔

ہدایت پھر لوٹا دوں، اگر کوئی کہے کہ تجھے نظر لگ گئی اتروالو، کوئی کہے کہ تجھ پر آسیب آگیا فلاں سے تعویذ لے لو، کوئی کہے کہ تجھ پر سفلی ہوگیا تیرا دروازہ بند کردیا بندش لگادی کچھ کرلو، چاول پڑھوالو، کالی مرچیں پڑھوالو، ایسے ایسے کوئی کسی کو مشورے دے تو اسے یہ جواب دیا کریں کہ جو دارالافتاء میں پہنچ جاتا ہے اس پر اللہ تعالیٰ کی نظر ایسی ہوجاتی ہے کہ پھر اس پر دنیا کی کوئی طاقت غالب نہیں آسکتی جو بھی ایسا کچا پکا ہے وہ یہاں آیا ہی نہ کرے یہاں صرف وہی آیا کرے جو پکا ہوجائے۔

ایک دُعاء:

حضرت ڈاکٹر عبدالحی رحمہ اللہ تعالیٰ کے صاحبزادے ڈاکٹر احسن صاحب نے بتایا کہ حضرت ڈاکٹر صاحب فرمایا کرتے تھے:

> ''ڈاکٹر کو یوں دُعاء کرنی چاہیے کہ یا اللہ! تو نے جن مریضوں کے مقدر میں شفاء لکھ دی ہے میرے پاس صرف انہی کو بھیج جن کے لیے شفاء مقدر نہیں ان کے مجمع سے میرا بھی نقصان اور ان کا بھی۔''

میں بھی اپنے لیے یہی دُعاء کرتا ہوں کہ یا اللہ! تیرے علم میں جن کے دین کا فائدہ، دل کی شفاء مقدر ہے صرف وہی یہاں آئیں باقی جان چھوڑیں۔ یہاں وہی آئیں جو سیدھے سیدھے اللہ کے بندے بنیں، اللہ کے ساتھ وہ تعلق قائم ہوجائے کہ دنیا بھر کی طاقتیں اللہ کی قدرت کے سامنے ہیچ در ہیچ نظر آنے لگیں، بس ایک اللہ پر نظر رہے۔ اللہ ہم سب کو ایسا تعلق عطاء فرمادیں۔ ہدایت کی بات سمجھ گئے؟ اللہ تعالیٰ سمجھ عطاء فرمائیں دلوں میں اتار دیں۔

حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت:

کتاب ''اعمال قرآنی'' حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہے۔ اس بارے میں ایک بات تو یہ کہ حضرت نے وہ خود نہیں لکھی کسی خادم سے فرمادیا کہ جمع کردو، دوسری بات یہ کہ پہلی بار حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات میں جب یہ کتاب چھپی تو اس پر خود حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ ہدایت تھی کہ تعویذ گنڈوں کی طرف لوگوں کا رجحان بہت زیادہ ہے مبتدع اور مشرک لوگوں کے پاس چلے جاتے ہیں، ٹونے ٹوٹکے کرتے کرواتے ہیں اپنا دین برباد کر بیٹھتے ہیں، ان کے دین کی حفاظت کے لیے کچھ لکھ دیا جائے تاکہ ان کا دین محفوظ رہے کچھ کرنا ہی ہو تو اس میں دیکھ کر کرلیا کریں۔ یہ ہدایت لکھوائی تھی، اب یہ کتاب بعد میں ہزاروں بار چھپی ہوگی، معلوم نہیں کہ بعد والوں نے یہ ہدایت اُڑادی ہے یا باقی ہے جیسا کہ میں نے بتایا کہ پیروں کی ایک قسم کچے لوگوں کو جوڑنے کے لیے ہے، کتاب ''اعمال قرآنی'' بھی ایسے ہی پیروں کے لیے لکھوائی گئی ہے، اسی مقصد کے لیے لکھوائی گئی ہے۔ شروع میں جو ہدایت اس پر لکھی ہوئی تھی اس کا حاصل یہی ہے کہ جن کا ایمان بھاگنے کو تیار ہے ان کے ایمان کی حفاظت کرو، کچے کچے لوگوں کو اس میں سے کچھ لکھ دیا کرو بتادیا کرو تاکہ ان کا ایمان بچ جائے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں تعویذ دینے کا دھندا نہیں تھا، کبھی کبھار شاذ و نادر ہی تعویذ دیتے تھے، فرماتے تھے کہ مجھے اس کام میں مہارت نہیں۔

عوام سے الگ رہنے میں انہی کا فائدہ مقصود:

پیروں کی وہ قسم جو مختلف تدابیر سے عوام کو جوڑنے کی کوشش نہیں کرتے اور عوام سے زیادہ رابطہ نہیں رکھتے ان کے بارے میں یہ شبہہ ہوسکتا ہے کہ یہ حضرات عوام سے کٹے رہتے ہیں، حالانکہ عوام کے فائدے کے لیے عوام کو جوڑنے کی کوشش کرنی چاہیے،

عوام سے گھل مل کر رہنا چاہیے اور یہ الگ تھلگ تارک دنیا بنے رہتے ہیں کسی سے ملتے ہی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ایسے علماء جن سے اللہ تعالیٰ دین کے اونچے کام لے رہے ہیں وہ جو کام کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے جو خدمات لے رہے ہیں وہ عوام ہی کی خدمات ہوتی ہیں، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، فتاوی، وعظ وارشاد اور جہاد کے ذریعہ شریعت کے قواعد، اللہ تعالیٰ کے قوانین کی حفاظت، ان کی تشریح وتوضیح اور دین اسلام پر آنے والے فتنوں کی یورش اور حملوں سے دین اسلام کی حفاظت کی کوشش کرنا، تقریر، تحریر اور مختلف طریقوں سے دفاع کرنا، ہر فتنے کی بروقت سرکوبی کرنا اور اللہ کی زمین پر ایک اللہ کی حکومت قائم کرنے کی کوشش کرنا، یہ خدمات جلیلہ اللہ تعالیٰ علماء سے لے رہے ہیں، سوچیے! کیا ان خدمات کا تعلق عوام سے نہیں؟ اگر اللہ کے نازل فرمودہ قوانین ہی محفوظ نہ رہیں ان کی تشریح وتوضیح ختم ہو جائے، دشمنوں کے حملوں سے دین محفوظ نہ رہ سکے تو پھر یہ مسلمان کہاں رہیں گے؟ ان کا تعلق بھی عوام ہی سے ہے، بظاہر دیکھنے میں یہ حضرات الگ تھلگ ہیں مگر خدمت عوام ہی کی کر رہے ہیں ان ہی کے کام کر رہے ہیں اور بہت اہم کام کر رہے ہیں۔ وہ حضرات جو تعویذ گنڈوں اور دوسری مختلف تدابیر سے جوڑ پیدا کرتے ہیں اگرچہ وہ بھی عوام کی خدمت کرتے ہیں لیکن یہ حضرات جو دین کے قوانین کی حفاظت، ان کی اشاعت اور دنیا میں اسلام کی حکومت قائم کر کے مسلمانوں کی دنیا وآخرت بنانے کی کوشش کر رہے ہیں یہ عوام کی خدمت ہزاروں لاکھوں درجہ زیادہ کرتے ہیں۔ اس کی کچھ مثالیں سمجھ لیں۔

الگ رہنے میں فائدے کی مثالیں:

پہلی مثال:

ملک کے حاکم اعلیٰ کا براہِ راست عوام سے کوئی رابطہ نہیں ہوتا عوام اس سے نہیں مل سکتے جب کہ حکومت کے چھوٹے کارندوں کے عوام سے بہت زیادہ روابط ہوتے ہیں

اس کے باوجود عوام کی خدمت حاکم اعلی چھوٹے کارندوں کی بنسبت بہت زیادہ کرتا ہے، اس لیے کہ پورے ملک کا نظام حاکم اعلی کے سپرد ہے وہ نہ ہو تو پورے ملک کا نظام درہم برہم ہو جائے چھوٹے سے بڑے تک سب کا خاتمہ ہو جائے۔

دوسری مثال:

ایک ڈاکٹر جو ڈاکٹری کے اصولوں پر غور و فکر کرتا رہتا ہے زمانے کے حالات کے مطابق کون کون سی دوائیں قابل ترک ہیں کون کون سی دوائیں داخل کرنی چاہئیں، کن کن دواؤں کے نقصان ظاہر ہو رہے ہیں، کن کن دواؤں کے فائدے ظاہر ہو رہے ہیں، وہ تحقیقاتی کام کرتا ہے، جراحی (آپریشن) کے نئے نئے اصول کون کون سے ہو سکتے ہیں جن سے جراحی زیادہ سے زیادہ نافع بنے، علم العلاج کے بہتر سے بہتر طریقے سوچ سوچ کر وہ انہیں ترتیب دیتا ہے، تدوین کرتا ہے ظاہر ہے کہ اس کا عوام سے تو کوئی جوڑ نہیں ہوتا، اس تک لوگ پہنچ بھی نہیں پاتے وہ اپنے کام میں لگا رہتا ہے دیکھنے میں یوں معلوم ہوتا ہے کہ عوام سے اس کا کوئی تعلق بھی نہیں۔ عوام سے تعلق تو کمپوڈروں کا ہوتا ہے، کسی کو ڈرپ لگا دی، کسی کو گولی دے دی اور کسی کو انجکشن لگا دیا۔ دیکھنے میں ایسے بڑے ڈاکٹروں کا عوام سے جوڑ نہیں بظاہر کٹے ہوئے نظر آرہے ہیں مگر دنیا بھر کے مریضوں سے ان کا تعلق ہے، ان کا جوڑ ہے، اللہ تعالیٰ ان سے ایسی اہم خدمات لے رہے ہیں کہ ان کے مقابلے میں کمپوڈروں اور نرسوں کی خدمات کوئی حیثیت نہیں رکھتیں حالانکہ بظاہر تو نرسوں کا رات دن عوام سے جوڑ رہتا ہے جو بھی ہسپتال میں داخل ہو آگے پیچھے آگے پیچھے ہر طرف نرسیں ہی نرسیں، بظاہر تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ نرسیں بہت جوڑ پیدا کرتی ہیں سب کے ساتھ گھلی ملی رہتی ہیں۔ یہ کمپوڈر اور نرسیں عوام کی خدمت زیادہ کر رہے ہیں یا علم العلاج پر تحقیق کرنے والا ڈاکٹر زیادہ خدمت کر رہا ہے؟

تیسری مثال:

اسی طرح ہوائی جہاز میں ائیر ہوسٹس کا عوام سے جوڑ رہتا ہے بار بار عوام کی خدمت کے لیے ان کے پاس جاتی ہیں کبھی کھانا پیش کرتی ہیں کبھی مشروب کبھی کچھ کبھی کچھ مگر پائلٹ یا چیف نیوی گیٹر وغیرہ جن کی ذمہ داری پر جہاز چلتا ہے ان کا عوام سے کوئی جوڑ نہیں ہوتا بلکہ عوام تو انہیں دیکھ بھی نہیں سکتے مگر بتائیے کہ عوام کی خدمت وہ زیادہ کر رہے ہیں یا ائیر ہوسٹس زیادہ کر رہی ہے؟ ظاہر ہے کہ جو عوام کو منزل تک بحفاظت پہنچانے کا کام کر رہا ہے عوام کی خدمت بھی وہی زیادہ کر رہا ہے۔ جن علماء سے اللہ تعالیٰ اپنے دین کی حفاظت کے کام لے رہے ہیں بظاہر ان کے پاس لوگوں کا مجمع نہ بھی ہو اور وہ تعویذ وغیرہ کے کام نہ بھی کریں نہ اپنے ہاں ختم وغیرہ کروائیں نہ کسی کو مختلف حاجات کے لیے کچھ پڑھنے کو بتائیں نہ ہی مرچیں پڑھ کر دیں اس کے باوجود وہ اگرچہ بظاہر عوام میں نہیں مگر درحقیقت اللہ تعالیٰ ان سے عوام کی بہت بڑی خدمات لے رہے ہیں، حفاظت دین، طرح طرح کے فتنوں کا دین سے دفاع ان پر موقوف ہے، اللہ تعالیٰ ان سے کتنی بڑی خدمات لے رہے ہیں۔

خدمت دین کی صلاحیت کو ضائع کرنا جائز نہیں:

اللہ تعالیٰ نے کسی عالم میں دین کے بڑے کام کرنے کی صلاحیت پیدا فرمائی ہو حدود اللہ کی حفاظت کا کام کرسکتا ہو، اللہ نے یہ نعمت دی ہو اس کے لیے عوام سے اتنے روابط رکھنا جائز نہیں کہ خدمات دینیہ میں خلل واقع ہو، عوام کی خاطر اللہ تعالیٰ کی عطاء فرمودہ صلاحیت کو ضائع کرنا جائز نہیں، مدارس اور جوامع میں کام کرنے والے علماء کو تو عوام سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ تو پڑھنے پڑھانے والے ہیں دم درود وغیرہ نہیں جانتے، عوام کا ان کی طرف زیادہ رجحان نہیں ہوتا اس لیے عوام کی یورش سے بچنا ان کے لیے آسان ہے لیکن جو عالم بھی ذرا الگ ہو کر بیٹھا اسے عوام بہت زیادہ تنگ کریں گے، تعویذ کے

لیے، جھاڑ پھونک کے لیے، پانی کی بوتلوں میں دم کر کے پھونکنے کے لیے، طشتریاں لکھوانے کے لیے، مختلف مقاصد کے لیے پڑھنے کے وظائف پوچھنے کے لیے، کالی مرچوں پر دم کروانے کے لیے، نظر اُتروانے کے لیے، آسیب اور سفلی اتروانے کے لیے غول درغول آنے لگیں گے، اس طرح لوگ ایسے عالم کا وقت بہت ضائع کریں گے، اللہ تعالیٰ نے بہت بڑی خدمت کی صلاحیت عطاء فرمائی سول سرجن بنادیا، ڈاکٹری کی تعلیم کا اور اس کی تحقیقات کا اونچا منصب عطاء فرمادیا، یا ہوائی جہاز کا پائلٹ یا چیف نیوی گیٹر بنادیا یا سلطان وقت بنادیا اور یہ اللہ تعالیٰ کی نعمت کی ناقدری کررہا ہے، یہ سلطان وقت ہوکر یہ دیکھ رہا ہے کہ فلاں جگہ پر فلاں کی جھونپڑی صحیح ہے یا نہیں، ڈاکٹر صاحب مریض کے بستر پر جاکر اسے انجکشن لگارہے ہیں، کسی کی مالش کررہے ہیں اور کسی کو دوا دے رہے ہیں۔ پائلٹ اگر اپنا مقام چھوڑ کر جہاز کے درمیان میں آکر مسافروں سے پوچھتا ہے کہ پانی کی ضرورت ہے تو پلاؤں؟ ایسا پائلٹ بہت بڑا نالائق ہے سب کو تباہ کرے گا۔ ایسے ہی کسی عالم کے پاس عوام کا ہجوم ہونے لگے تو وہ کام کیسے کرے گا؟ ہاں! اگر دین کی باتیں سننے کے لیے ہجوم ہو تو ٹھیک ہے، خود خاموش رہیں بس اسی کو بولنے دیں کوئی کچھ نہ بولے اور اگر ادھر سے وہ بولا ادھر سے یہ بولا ذرا مجھ پر شوکردیں مرچیں دے دیں اسے یہ کردیں، اسے یہ کردیں، اس طرح عالم کا وقت ضائع کرنے لگیں تو ایسے وقت میں اس عالم کو چاہیے کہ صاف صاف انکار نہ کرے بہتر طریقے اختیار کرے۔

عوام سے بچنے کا طریقہ:

وہ طریقہ ہے نظم اوقات، اوقات متعین کریں، عوام کی باتیں سننے کے لیے تھوڑا سا وقت رکھیں، پانچ دس منٹ، انہیں سمجھائیں کہ میرے پاس زیادہ وقت نہیں تھوڑا سا وقت ہے، محبت سے سمجھایا جائے تو لوگ بات سمجھ جاتے ہیں جیسے بچوں کی جو عادتیں

آپ بنا دیں گے ویسی ہی بن جائیں گی اور اگر کھلی چھٹی دے دیں گے تو عادتیں بگڑتی جائیں گی۔ کوئی عالم عوام کی عادتیں بنانا چاہے تو بن جاتی ہیں بگاڑنا چاہے تو بگڑ جاتی ہیں، یہ عالم کے اختیار میں ہے۔ وقت تھوڑا سا رکھیں پانچ دس منٹ اور وہ وقت متعین کر دیں فلاں وقت سے لے کر فلاں وقت تک اس سے پہلے دینی باتیں کرنے کا وقت رکھیں تقریباً آدھا گھنٹا پون گھنٹا، ایک گھنٹا، اس میں لوگ بیٹھیں اس کے بعد وقت مقرر پر کسی کو تعویذ وغیرہ کی ضرورت ہو تو وہ بھی دے دیں، تعویذ دینے سے پہلے جو بیان کریں اس میں حاضرین کے دلوں کو بنانے کی کوشش کریں، ان کے دلوں میں اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل پیدا کرنے کی کوشش کریں اور زیادہ سے زیادہ اس پر بیان کریں کہ پریشانیوں کے علاج کی تین تدبیریں ہیں جن میں یہ ترتیب ہے:

① سب سے پہلی تدبیر اللہ تعالیٰ کی بغاوت چھوڑیں ساتھ ساتھ استغفار بھی کریں۔

② دوسری تدبیر سنت کے مطابق دُعاء کریں، میں بھی آپ کے لیے دُعاء کرتا ہوں۔
اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں بار بار کتنی تاکید سے فرماتے ہیں کہ مجھ سے مانگو، مجھ سے مانگو، مجھے پکارا کرو، مجھ سے مانگا کرو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دُعاء کی بہت اہمیت بیان فرمائی ہے۔

③ تیسری تدبیر ہے تدابیر ظاہرہ اختیار کرنا، اگر کوئی بیماری ہے تو کسی معتدل طریقے سے متوسط طبیب سے علاج کروائیں، معاش کی تنگی ہے تو ذرا سی محنت کریں کوشش کریں کچھ تدبیر سوچیں دوسروں سے مشورہ کریں اور ہمت سے کام لیں۔

تعویذ بھی دُعاء ہی ہے:

لوگوں کو سمجھائیں کہ تعویذ، دم، ختم اور وظیفے وغیرہ دُعاء ہی کی ایک قسم ہیں اور دُعاء کے مسنون طریقے سے ان چیزوں کا درجہ بہت کم ہے، اصل دُعاء تو وہی ہے جو سنت کے مطابق کی جائے، تعویذ وغیرہ کم درجے کی دُعائیں ہیں لوگ غافل ہیں، سُست ہیں خود

دُعاء مانگتے نہیں اللہ کے بندے ان کی حالت پر رحم کھا کر کہتے ہیں چلئے ہم ہی لکھ دیتے ہیں تیرے کمرے میں رکھی رہے یا تیرے گلے میں لٹکی رہے، نالائق! تو خود تو مانگتا نہیں شاید اسی طریقے سے تیرا کام بن جائے۔ یہ ہے تعویذ اور حاجات دنیا کے لیے پڑھے جانے والے وظائف وغیرہ کی حقیقت۔ تعویذ دینے سے پہلے اس کی اہمیت لوگوں کے دلوں سے نکالیں، صحیح طریقہ بتائیں اور غلط طریقوں کو دلوں سے نکالنے کی کوشش کریں، اس کے بعد آخر میں دو چار منٹ رہ جائیں تو تعویذ بھی دے دیں، جن لوگوں میں صلاحیت نہیں ہوتی وہ جب مجلس وعظ میں بیٹھتے ہیں تو جمائیاں لینے لگتے ہیں انہیں مسجد میں یا کسی اچھی مجلس میں بیٹھنے کی عادت تو ہوتی نہیں بیٹھے بیٹھے تنگ آجاتے ہیں پھر کسی کے پیٹ میں ہوا چلتی ہے، وہ خارج کرنے کے لیے یا سگریٹ کی عادت ہے تو اس کا کش لگانے کے لیے یا بیٹھے بیٹھے تنگ آگئے کہ معلوم نہیں وعظ کب ختم ہوگا، مصیبت میں پھنس گئے تنگ آکر ذرا باہر نکل گئے ادھر بیان ختم ہوگیا، پھر وہ کچھ دیر کے بعد واپس آئے تو کہہ دیں کہ آج تو آپ وقت پر پہنچے نہیں کل تعویذ لیجیے گا، دو چار روز یوں چکر دلائیے۔

دارالافتاء کا طریقہ:

یہاں ایسے ہی ہوتا ہے لوگ آتے ہیں دور دور سے ادھر بیان ہورہا ہے اور انہیں یہ معلوم نہیں ہوتا کہ بیان کب ختم ہوگا اس لیے باہر ذرا چکر لگانے چلے جاتے ہیں اتنے میں یہاں بیان ختم ہوجاتا ہے وہ کچھ دیر کے بعد آتے ہیں تو انہیں یہی جواب دیا جاتا ہے کہ آپ وقت پر موجود نہیں تھے اب کل لیجیے گا۔ اس طرح چکر دلائیں چکر آہستہ آہستہ خود ہی ٹھیک ہوجائیں گے۔ وقت پہلے سے متعین ہو، پہلے خوب اچھی طرح تعویذ کی حقیقت دلوں میں اتارنے کی کوشش کریں ان کے لیے دُعاء بھی کرتے رہیں کہ یہ حقیقت سمجھ جائیں پھر یوں تعویذ دیتے جائیں۔

جب تک میں جامعہ دارالعلوم کورنگی میں پڑھاتا رہا عوام کے ہجوم سے محفوظ رہا مگر

یہاں آ کر بیٹھا تو تعویذ لینے والوں اور پانی پر دم کروانے والوں کے گھیرے میں آ گیا، میں صرف پانی پر دم کرتا تھا، اگر کوئی ویسے دم کرنے کو کہتا تو میں جواب دیتا کہ اگر میں نے دم کرنے کا کام بھی شروع کر دیا تو میرا تو دم ہی نکل جائے گا، پانی پر دم کروانے کے لیے بوتلوں کی قطاریں لگنے لگیں تو میں نے کہا یا اللہ! مجھ سے کیا گناہ ہوگیا معاف فرما دے ان سے میری حفاظت فرما۔ اللہ تعالیٰ نے ایسی تدبیر ذہن میں ڈالی کہ اب آپ دیکھتے ہیں کہ کبھی کبھار کوئی تعویذ کے لیے کہتا ہے کبھی کبھار، اور جب کوئی تعویذ مانگتا ہے تو میں خود لکھ کر نہیں دیتا بلکہ یہاں کسی مولوی صاحب کو اشارہ کر دیتا ہوں کہ انہیں تعویذ لکھ کر دے دیں، پھر وہ کہتا ہے کہ کچھ بات کرنا چاہتا ہوں، بات کیسے کرے گا، بہت لمبی چوڑی تفصیل بتائے گا بہت وقت ضائع کرے گا، میں اس کی تقریر سننے کی بجائے کہہ دیتا ہوں کہ یہاں کچھ سننے سنانے کی ضرورت نہیں سب بیماریوں اور ہر قسم کی پریشانیوں کا ایک ہی تعویذ ہے۔ پھر کوئی پوچھتا ہے کہ ہم فون پر اپنے حالات بتا دیں تو ان سے کہتا ہوں فون پر بھی بتانے کی اجازت نہیں فون تو صرف مسائل دینیہ بتانے کے لیے ہے، وہ کہتا ہے کہ مریض کو ساتھ لے آئیں تو میں منع کر دیتا ہوں کہ مریض کو ہرگز ساتھ مت لائیں مریض کو دیکھنے کی نہ ضرورت نہ فرصت۔ اس لیے منع کر دیتا ہوں مریض کو ساتھ لانے کی اجازت نہیں دیتا بعض مرتبہ کوئی عورت تعویذ کے لیے باہر دارالافتاء کے دروازے پر یا گھر میں آ جاتی تھی اس لیے یہ پابندی بھی لگا دی کہ کوئی عورت نہ آئے، کوئی بچہ نہ آئے، کوئی مرد تعویذ لے جائے وہ بھی پہلے بیان سنے پھر تعویذ، مریض کے حالات کی تفصیل نہ بتائے تفصیل اللہ جانتا ہے اللہ کو معلوم ہے کس مقصد کے لیے ہے پھر یہاں تعویذ بھی بہت چھوٹا سا دیتے ہیں، اتنا سا ذرا سا کہ چٹکی میں مشکل سے آتا ہے ذرا انگلی سرک گئی تو وہ نکل گیا ہاتھ سے، ذرا سا پرزہ لینے کے لیے پھر دوبارہ آئیں پہلے بیان سنیں پھر تعویذ لیں کراچی میں رہنے والے تعویذ ڈاک سے نہ منگوائیں خود آئیں، یہ شرط بھی اسی لیے لگائی ہے کہ وعظ سن کر تعویذ کی حقیقت کو سمجھ لیں اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ

صحیح تعلق پیدا ہو جائے جو ہر پریشانی کا علاج ہے۔ بعد میں دنوں کی پابندی بھی لگا دی ہفتے میں صرف چار دن متعین کر دیئے۔

ایسی ایسی پابندیاں لگائیں گے تو دین کا کچھ کام کر سکیں گے، یہاں دیکھیے بحمد اللہ تعالیٰ انہی تدابیر کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے تعویذ لینے والوں اور پانی پر دم کروانے والوں کے ہجوم سے نجات عطاء فرمائی۔

فقیہ النفس حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

فقیہ النفس حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقام بہت بلند ہے، بہت بلند، بہت بلند، یوں سمجھیں کہ دیوبند اور دیوبندیت کی بنیاد اور اساس حضرت گنگوہی ہیں، بہت ہی بلند مقام ہے، بہت اونچا، علماء خاص طور پر توجہ سے سنیں حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نہ ہوتے تو حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ میں اتنی پختگی کی بظاہر اور کوئی صورت نہ تھی، حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ میں بہت پختگی تھی، فقیہ النفس تھے۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک بار حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا کہ لوگ بہت تنگ کرتے ہیں کام نہیں کرنے دیتے یعنی دنیوی مشکلات اور پریشانیوں کے علاج کے لیے عوام بہت زیادہ آتے ہیں عوام کے پاس تو ایسی ہی باتیں ہوتی ہیں۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

''انہیں خوب جھاڑو، جھاڑو بھی مارو بھی۔''

کیسی عجیب اور کتنی قیمتی نصیحت فرمائی کہ اپنا وقت بچاؤ کام میں لگاؤ، عوام جمع ہوتے ہیں آپ کا وقت ضائع کرتے ہیں تو انہیں جھاڑو اور مارو بھی اگر سمجھانے سے پیچھا نہیں چھوڑتے تو انہیں مار مار کر بھگاؤ۔

آخر میں پھر یہ بات لوٹا دوں کہ جھاڑنے والے مار مار کر بھگانے والے حضرات کے بارے میں یہ نہ سمجھیں کہ یہ عوام سے کٹے ہوئے ہیں، یہ نہ سمجھیں کہ عوام کی خدمت

نہیں کر رہے، یہ حضرات عوام سے رابطہ رکھنے والوں سے زیادہ عوام کی خدمت کرتے ہیں، دیکھنے میں تو عوام سے ان کا کوئی جوڑ نہیں مگر درحقیقت وہ اپنے وقت کو بچاتے ہیں لوگوں سے الگ رہتے ہیں تو ان ہی لوگوں کی خدمت کی خاطر الگ رہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے اپنی مرضی کے مطابق کام لے لیں ظاہر اور باطن اپنی مرضی کے مطابق بنالیں۔

اشکالات:

میں جو کہتا ہوں کہ عاملوں کے چکروں میں نہ پڑیں یہ دھوکا دیتے ہیں بے وقوف بناتے ہیں اور یہ کہ ہر پریشانی کو جن اور سفلی کا نام دینا صحیح نہیں، اس بارے میں لوگوں کو یہ اشکالات ہوسکتے ہیں:

۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو کا اثر:

میں کہتا ہوں کہ جس کا دارالافتاء سے تعلق ہوگا اس پر نہ کبھی سفلی ہوسکتا ہے نہ جادو ہوسکتا ہے نہ آسیب ہوسکتا ہے، جس پر اللہ کی نظر ہوگی اسے کسی کی نظر نہیں لگ سکتی، میں یہ دعوے کرتا رہتا ہوں اس پر کسی کو یہ اشکال ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی سحر کا اثر ہوا ہے تو دوسرا کوئی ایسے مقام پر کیونکر پہنچ سکتا ہے کہ اس پر جادو کا اثر نہ ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر عوارض بشریہ طاری کرنے میں من جانب اللہ یہ حکمت تھی کہ لوگ انہیں مافوق البشر نہ سمجھنے لگیں، مقام عبد سے چڑھا کر مقام معبود پر نہ پہنچا دیں۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض مرتبہ نماز قضاء ہوگئی جبکہ آپ کی امت میں ایسے افراد بھی بہت ہیں جن کی جماعت کے ساتھ تکبیرۂ اولیٰ بھی کبھی فوت نہیں ہوئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے فرعون جیسے جابر بادشاہ کے جادوگروں کی جماعت نے ہتھیار ڈال دیے، پختہ کار مشہور ماہرین کی پوری جماعت آپ کے مقابلے میں ناکام رہی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک عام شخص کا جادو چل گیا حالانکہ آپ کا درجہ حضرت

موسیٰ علیہ السلام سے بلند ہے۔ وہاں بذریعہ معجزہ اثبات رسالت کے لیے اہمال سحر میں حکمت تھی اور یہاں نفی الوہیت کے لیے سحر کے تھوڑے سے اعمال میں حکمت۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جادو تو کیا گیا تھا ہلاک کرنے کی غرض سے مگر وہ کارگر نہ ہوا، بس اتنا سا اثر ہوا کہ بعض ایسے کاموں کے بارے میں جو ابھی نہیں کیے تھے خیال ہونے لگا کہ کر لیے ہیں، حفاظت بھی رہی اور حکمت بھی حاصل ہوگئی، دونوں کام ہوگئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر سحر کا کچھ اثر ہو جانے سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں کہ ہر شخص پر لازماً اثر ہوتا ہے۔

سلاطین پر جادو کا اثر نہیں ہوتا:

یہ قاعدہ دنیا کے مسلمات میں سے ہے کہ سلاطین و حکام پر سحر کا اثر نہیں ہوسکتا۔ ساری دنیا کے جادوگر کسی حکمران پر جادو کرنے کے لیے اکٹھے ہو جائیں تو بھی ان کا جادو نہیں چلے گا۔ (زیرِ لب مسکراتے ہوئے فرمایا) ہم کیا سلاطین سے کم ہیں؟ جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دے صحیح معنی میں دین دار بن جائے اس پر جادو یا جنات وغیرہ کا اثر کیسے ہوسکتا ہے؟

۲ ہزار میں سے ایک کی تحقیق کیسے ہو؟

ایک اشکال یہ بھی ہوسکتا ہے کہ یہ جو کہا کہ ہزار میں سے ایک پر جن یا جادو وغیرہ کا اثر ہوتا ہے باقی نو سو ننانوے دوسرے عوارض ہوتے ہیں۔ ہوسکتا ہے کہ ہر شخص یہی سمجھنے لگے کہ وہ ہزار میں سے ایک میں ہی ہوں تو اس کی تحقیق کیسے کی جائے؟

اس کا جواب یہ ہے کہ ہزار میں سے ایک بھی بہ مشکل ہوتا ہے، اتنے سے شبہہ کی وجہ سے ایسے مکار اور فریب کار لوگوں کے پاس جانا صحیح نہیں یہ علاج کرنے والے ذرا سی بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں اور انسان ان کے چکر میں پھنستا چلا جاتا ہے۔ اس کا طریقۂ مسنونہ یہ ہے کہ ترک معاصی اور توبہ واستغفار کریں اور یہ سوچیں کہ اس

بیماری میں میرا فائدہ ہے اجر مل رہا ہے پھر اس کے بعد اعتدال میں رہ کر دوا وغیرہ کر لیں، اگر دوائیں الٹا اثر کرتی ہیں تو یہ سب کچھ تو اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے یہ امتحان ہوتا ہے۔ جو شخص یہ سوچتا ہے کہ وہ ہزار میں سے ایک میں ہی ہوں تو یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ اس پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے، یہ اسی فکر میں لگا رہے گا اور انہی چکروں میں گرفتار رہے گا اسے جتنا بھی سمجھایا جائے باز نہیں آئے گا بلکہ اس گمراہی میں بڑھتا ہی چلا جائے گا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ط اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ط وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْٓا اِذًا اَبَدًاo (۱۸-۵۷)

جو شخص اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے اسے جب نصیحت کی جائے تو وہ مانتا نہیں بلکہ جھٹلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کا معاملہ اس کے ساتھ یہ ہوتا ہے کہ اس میں اسے آگے بڑھاتے چلے جاتے ہیں۔

اور یہ جو میں نے کہہ دیا کہ ہزار میں سے ایک پر جن یا جادو وغیرہ ہوتا ہے اس بارے میں سمجھ لیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہوتا ہے کیونکہ:

''جو اللہ سے ڈرتا ہے اس سے تو دنیا کی ہر چیز ڈرتی ہے۔''

جن تو اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں سے بہت ڈرتے ہیں، جو بھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں چھوڑ دیتا ہے اس سے جن بہت ڈرتے ہیں صرف یہی نہیں کہ اسے تکلیف نہیں پہنچاتے بلکہ اس سے ڈرتے ہیں اور اتنا ڈرتے ہیں کہ دور بھاگ جاتے ہیں قریب ہی نہیں آتے۔ قرآن مجید میں ہے کہ پہلے تو عام انسانوں سے بھی جن ڈرا کرتے تھے مگر ایک بار کہیں انسانوں کا کوئی قافلہ جا رہا تھا، وہ آپس میں باتیں کرنے لگے کہ ہم جنات کے کسی بڑے سے رابطہ کریں ہمیں ڈر لگ رہا ہے، جنات کے کسی بڑے کو اپنا محافظ بنالیں۔ جنات انسانوں کو دیکھ کر ڈر کے مارے چھپ گئے تھے کہ کہیں یہ ہمیں

نقصان نہ پہنچائیں، عام انسانوں سے ڈر کر جنات چھپ جاتے تھے وہ چھپ کر انسانوں کی باتیں سن رہے تھے، انسانوں نے جب یہ کہا کہ ہم کسی جن کو اپنا بڑا بنالیں تاکہ وہ ہماری حفاظت کرے تو انہوں نے سمجھا کہ یہ تو عجیب بات ہوگئی ہم ان سے ڈر رہے ہیں اور یہ ہم سے ڈر رہے ہیں۔ سورۂ جن میں ارشاد ہے:

وَاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ يَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا٥ (۷۲-۶)

’’اور بہت سے لوگ آدمیوں میں سے ایسے تھے کہ وہ جنات میں سے بعض کی پناہ لیا کرتے تھے سو ان آدمیوں نے ان جنات کی بددماغی اور بڑھا دی۔‘‘

فرمایا کہ انسانوں نے ایسی بات کی تو جنات کی سرکشی بڑھ گئی کہ ہم تو ان سے ڈر رہے تھے جب کہ حال یہ ہے کہ یہ اپنی حفاظت کے لیے ہمیں منتخب کررہے ہیں کہ جنات ہماری حفاظت کریں گے۔ اب بھی جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیتا ہے اس سے تو بڑے بڑے سرکش سے سرکش جنات بھی بہت ڈرتے ہیں دور بھاگتے ہیں۔ لیکن گندے لوگوں پر گندی چیزیں اثر انداز ہوتی ہیں۔ گندی جگہوں پر، گندے جسموں پر اور گندے دلوں پر گندی چیزیں قابض ہوجاتی ہیں۔ اپنے گھروں کو صاف رکھیے، اپنے جسموں کو صاف رکھیے اور اپنے دلوں کو صاف رکھیے، دل کی صفائی کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے دل کو صاف رکھا جائے یہ فیصلہ اچھی طرح یاد کرلیں:

’’جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے اس سے دنیا کی ہر چیز ڈرتی ہے اور جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا اسے دنیا کی ہر چیز ڈراتی ہے۔‘‘

اس کی کئی مثالیں پہلے بتا چکا ہوں۔

۳ علاج فریب ہے تو فائدہ کیسے ہوجاتا ہے؟

یہ اشکال بھی ہوسکتا ہے کہ اگر یہ علاج وغیرہ فریب ہے تو پھر کئی مریض ٹھیک کیسے

ہو جاتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ علاج کرنے والے توجہ (مسمریزم) کے ذریعے لوگوں پر اثر ڈالتے ہیں، یہ دوسروں پر توجہ ڈالنے کی مشق کرتے ہیں اس لیے ان میں قوت فعالیت زیادہ ہوتی ہے جب کہ دوسری جانب مریض میں انفعال ہوتا ہے یعنی وہ توجہ کے اثر کو قبول کرنے کے لیے پہلے سے تیار ہوتا ہے، اس لیے وہ متاثر ہوتے ہیں ان پر نفسیاتی اثر ہوتا ہے، یہ حقیقت بھی دیکھنے میں آئی ہے کہ ابتداء میں تو فائدہ ہوتا ہے پھر کچھ عرصے کے بعد مرض پہلے سے بھی زیادہ شدید ہو جاتا ہے اس کی مثالیں بہت ہیں کہ کس طرح انسان پر نفسیاتی اثر ہوتا ہے۔ ایک قصہ تو میں نے افغانستان کے خواجہ غلطان کا بتایا ہے اس میں نفسیاتی چکر ہی ہے، نفسیاتی اثر کا دوسرا قصہ بھی سُن لیجیے:

میں ایک جگہ شہر سے سات کلومیٹر کے فاصلے پر ایک مدرسے میں پڑھاتا تھا، وہاں ایک طالب علم کو بہت تیز بخار ہو گیا، میں نے ان سے کہا کہ شہر میں فلاں ڈاکٹر صاحب کو دکھا دیں، وہ وہاں چلے گئے اور واپس آکر مجھے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب نے میری زبان میں انجکشن لگایا اس سے میری زبان ٹھنڈی ہو گئی، بس انجکشن لگتے ہی میں ٹھیک ہو گیا، وہاں سے پیدل سات کلومیٹر چل کر یہاں تک آیا ہوں بعد میں جب میں ڈاکٹر صاحب کے پاس گیا تو انہوں نے کہا کہ وہ مولوی صاحب تو بہت عجیب تھے میں نے ان کے منہ میں تھرمامیٹر لگایا اور اسے نکالنے کے بعد میں نسخہ لکھنے لگا تو وہ چلے گئے، وہ تھرمامیٹر کو انجکشن سمجھے اور ان پر یہ اثر ہوا کہ بس اب انجکشن لگ گیا تو میں ٹھیک ہو گیا۔ اسی طرح جب لوگ عاملوں وغیرہ کے پاس جاتے ہیں تو عامل جو کچھ کرتے ہیں مریض اسے دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ بس اب میں ٹھیک ہو گیا۔

۴ مفت علاج کرنے والوں کا کیا فائدہ:

علاج کرنے والے کچھ تو پیسے لے کر کرتے ہیں اور کچھ مفت بھی علاج کرتے ہیں

جو پیسے لے رہا ہے اس کی تو غرض ہے کہ وہ مال لوٹنے کے لیے لوگوں کو اُلو بنا رہا ہے مگر جو مفت کام کر رہے ہیں انہیں کیا فائدہ ہوتا ہے؟

اس اشکال کا جواب یہ ہے کہ پیسے لینے والے تو حبِ مال کی وجہ سے کرتے ہیں اور جو پیسے نہیں لیتے وہ اس سے بھی بڑھ کر خطرناک مرض ''حبِ جاہ'' میں مبتلا ہیں، وہ حب جاہ کی وجہ سے ایسا کر رہے ہیں، لوگوں میں واہ واہ ہوگی کہ دیکھو! کتنا بڑا عامل ہے کتنے جن اتار دیئے کتنے جلا دیئے، کتنے بوتل میں اتار دیئے کتنے سمندر میں غرق کر دیئے۔

ایک وضاحت کر دوں کہ ان طریقوں کو علاج نہیں کہنا چاہیے یہ عمل تو جھاڑ پھونک اور تعویذ گنڈا کہلاتا ہے۔ علاج تو یہ ہے کہ سونف کھالی، اجوائن کھالی یا اور کوئی دوا کھالی۔ بعض لوگ اس طریقے کو روحانی علاج کہتے ہیں۔ یہ بہت سخت گمراہی ہے مزید یہ کہ جہاں یہ دھندے ہوتے ہیں انہیں روحانی مطب اور اس کی ڈاک کو روحانی ڈاک کہتے ہیں، ایسا ہرگز نہیں کہنا چاہیے یہ بھی سخت گمراہی ہے، روحانی مطب تو وہ ہوتے ہیں جہاں باطنی امراض جیسے حبِ جاہ، حبِ مال، حسد، کبر، ریاء وغیرہ کا علاج ہو۔

۵ علاج فریب ہے تو علماء یہ کام کیوں کرتے ہیں؟

ان علاج کرنے والوں میں کچھ تو کھلے فاسق اور بدعتی ہوتے ہیں اور کچھ دین دار بلکہ علماء ہوتے ہیں۔ اگر کسی سے یہ کہا جائے کہ یہ علاج وغیرہ نہیں کروانا چاہیے تو لوگ یہ کہتے ہیں کہ وہ اتنے بڑے مفتی یہ کام کر رہے ہیں تو یہ کیسے غلط ہو سکتا ہے؟ اگر یہ علاج وغیرہ فریب اور گمراہی ہے تو علماء یہ کام کیوں کرتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر سب علماء ٹھیک ہو جائیں تو جو فسق و فجور دنیا میں پھیلا ہوا ہے اس کی اصلاح ہو جائے بتائیے! کتنے علماء ہیں جو لوگوں کو گناہوں سے روکتے ہیں؟ عالم کے لیے دین دار ہونا ضروری نہیں اس کی سب سے بڑی مثال تو یہی ہے کہ مفتی اور مولوی ہو کر خدمت دین کی بجائے لوگوں کو تعویذ لکھ لکھ کر دینے کا دھندا کر رہے ہیں،

جن اتار رہے ہیں اللہ نے علم کی دولت عطاء فرمائی اور یہ اس نعمت کی ناشکری کر رہے ہیں۔ اس بارے میں ایک بات اور سمجھ لیجیے کہ جو لوگوں کو تعویذ دے رہے ہیں، جن بھگا رہے ہیں اور خود کو مفتی کہتے ہیں اللہ جانے کہ مفتی ہیں بھی یا نہیں، کہیں ایسا تو نہیں کہ خود کو مفتی کہہ کر لوگوں کو دھوکا دے رہے ہیں، دین کو بدنام کر رہے ہیں۔

مفتیوں کی قسمیں:

عوام بلا تحقیق ہی کئی لوگوں کو ''مفتی صاحب'' کہہ دیتے ہیں یہ ٹھیک نہیں۔ یہاں دارالافتاء کے بارے میں تو ایک لطیفہ مشہور ہے، لوگ کہتے ہیں کہ دارالافتاء کے سامنے سے تو کوئی بکری بھی گزر جائے تو وہ بھی مفتی بن جاتی ہے، شاید یہ بھی کہنے لگیں کہ اگر گدھا بھی گزر جائے گا تو وہ بھی مفتی بن جائے گا۔ مفتیوں کی کئی قسمیں ہیں:

① جو درحقیقت مفتی نہیں ہوتے لوگ انہیں مفتی مشہور کر دیتے ہیں اور وہ خوش ہوتے رہتے ہیں کہ لوگ ہمیں مفتی صاحب کہہ رہے ہیں۔

② بعض خاندانوں میں کوئی بڑا چھوٹا یا سچا مفتی گزرا ہوتا ہے تو نسل در نسل پورا خاندان ہی مفتی کہلاتا ہے۔

③ جو مفتی حضرات کو مختلف کتابیں وغیرہ الماریوں میں سے لا لا کر دیتے ہیں اور پھر واپس رکھتے ہیں لوگ انہیں بھی مفتی کہتے ہیں حالانکہ یہ تو چپراسی کا کام کرتے ہیں۔

④ جنہیں مفتی حضرات اپنا ہاتھ بٹانے کے لیے رکھ لیتے ہیں کہ کوئی فتویٰ وغیرہ نقل کر دیا یا کسی کتاب میں سے کچھ دیکھ کر بتا دیا۔ ایسے لوگوں کو معین کہتے ہیں، یہ مفتی نہیں ہوتے، لوگ سمجھتے ہیں کہ مفتی کے ساتھ کام کر رہا ہے تو یہ بھی مفتی ہو گیا۔

⑤ جو دارالافتاء سے جاری ہونے والے فتاویٰ کو رجسٹر میں نقل کرتے ہیں عوام انہیں بھی مفتی کہتے ہیں۔

⑥ جو افتاء میں تخصّص کا نصاب پورا کر لیتے ہیں لیکن پھر آگے کچھ نہیں کرتے

دوسرے دھندوں میں لگ جاتے ہیں، یہ بھی مفتی نہیں ہوتے اگرچہ ان کے پاس مفتی کی سند ہوتی ہے لیکن مفتی بننے کے لیے ضروری ہے کہ کم از کم دس سال کسی بڑے محقق مفتی کے ساتھ اس کی نگرانی میں افتاء کا کام کیا جائے پھر اس کے بعد بھی اہم مسائل میں ماہرین فن سے مراجعہ کا سلسلہ جاری رکھا جائے تو کہیں جا کر بنتا ہے مفتی، اس معیار کے مطابق تو پورے ملک میں چند ہی مفتی ہوں گے۔ اسی لیے یہاں سند نہیں دی جاتی۔

⑦ صحیح مفتی، عوام کے لیے صحیح مفتی کی آسان پہچان یہ ہے کہ اس کے دستخط کے بغیر کوئی فتویٰ دارالافتاء سے باہر نہ نکلتا ہو اس کے ساتھ یہ شرط بھی ہے کہ وہ دارالافتاء اہل افتاء کی نظر میں مستند اور معروف ہو۔

٦ دھندا نہ بنانے والوں سے تعویذ لینا:

بعض لوگ تعویذ دینے کا دھندا اختیار نہیں کرتے، بس صرف جان پہچان کے لوگوں کا کام کر دیتے ہیں اور معاوضہ بھی کچھ نہیں لیتے ان سے تعویذ وغیرہ لینے میں کیا حرج ہے؟

جواب: اگر کوئی دھندا نہ بنائے تو تھوڑا بہت کر سکتے ہیں لیکن جب لوگ ان چکروں میں پڑ جاتے ہیں تو پھر وہ حدود و قیود نہیں دیکھتے اس شخص سے کام نہ بنا تو کسی اور کے پاس پہنچ جائیں گے۔ بس اصل بات یہی ہے کہ مصائب کے بارے میں مختلف پریشانیوں اور بیماریوں کے بارے میں یہ سوچا کریں کہ جو مصیبت بھی آتی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتی ہے۔

مصیبت کس پر نہیں آتی، انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر، اولیاء اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ پر، سب پر مصیبتیں آتی ہیں، بلکہ حدیث میں تو ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ یہ ہوتا ہے کہ جیسے جیسے اللہ کی محبت میں ترقی کرتے ہیں ان پر مصائب بڑھتے جاتے ہیں مصیبتوں میں اضافہ ہوتا جاتا ہے:

عن مصعب بن مسعد عن ابيه رضى الله تعالىٰ عنه قال قلت يا رسول الله اى الناس اشد بلاء قال الانبياء ثم الامثل فالامثل يبتلى الرجل على حسب دينه فان كان فى دينه صلبا اشتد بلاؤه وان كان فى دينه رقة ابتلى على قدر دينه فما يبرح البلاء بالعبد حتى يتركه يمشى على الارض وما عليه خطيئة

(احمد، دارمی، ترمذی، ابن ماجہ)

اللہ کے بندے تو یہ سوچتے ہیں کہ جو مصیبت بھی آتی ہے اللہ کی طرف سے آتی ہے اور اللہ ہم سے زیادہ ہماری بہتری جانتا ہے اسے ہم سے بہت محبت ہے، غرضیکہ جو بھی جسمانی تکلیف ہو تو اعتدال کے ساتھ طبیب سے علاج کروائیں یہ نہ سوچیں کہ کچھ ایسا ویسا کرلیں۔ جب بھی کوئی مجھ سے یہ بات کہتا ہے کہ جن چڑھ گیا، سفلی ہوگیا، بندش لگادی تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس کا ایمان کھڑا ہوا ہے اور دُعاء بھی کرتا ہوں کہ اللہ کرے اس کا ایمان بھاگے نہیں بیٹھ جائے۔

۷ عاملوں کی سیاست:

یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ ایک ہی خاندان کے کئی افراد جب کسی عامل کے پاس جاتے ہیں تو وہ ان میں سے کسی کے بارے میں کہہ دیتا ہے کہ اس پر کچھ نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عامل اس طرح اس لیے کرتے ہیں کہ یہ ان کی سیاست ہے، اس طرح یہ لوگوں کو بے وقوف بناتے ہیں اور اپنا اعتماد قائم کر لیتے ہیں۔

الٹی بات:

انَ بدعمل لوگوں کو عامل کہنا ایسے ہی ہے جیسے مثل مشہور ع

برعکس نہند نام زنگی کافور

حبشی کو کہتے ہیں کافور، کافور تو سفید ہوتا ہے حبشی کالا ہوتا ہے تو ایسے ہی مذاق

اُڑانے کے لیے کہتے ہیں کافور ہے کافور ؎

رنگی کو نارنگی کہیں تنت مال کو کھویا
چلتی کو گاڑی کہیں دیکھ کبیرا رویا

کبیرا بھگت کہہ رہا ہے کہ دنیا میں ہر کام میں الٹی روش دیکھ کر اس کے صدمے سے میں رو رہا ہوں، ہر بات الٹی ہے ہر بات الٹی ؎

بنے کیونکر جو ہو ہر کار الٹا
ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

آج کل کے مسلمان نے رنگی کا نام رکھ دیا نارنگی حالانکہ اس کا رنگ کیسا بہتر ہوتا ہے اس کا نام تو رکھنا چاہیے رنگی یا خوش رنگ، اس کا نام رکھ دیا نارنگی کوئی رنگ ہے ہی نہیں اور تنت مال کو کھویا، دودھ پکا کر جو کھویا بنایا جاتا ہے اس کا نام رکھنا چاہیے تھا تنت مال عمدہ مال، مزے دار بھی ہے مقوی بھی ہے اس کا نام رکھ دیا کھویا یعنی بالکل بے کار ہے۔ چلتی کو گاڑی کہیں، اس کا نام تو رکھنا چاہیے تھا چلتی یا بھاگتی، دو سو کلومیٹر فی گھنٹا بھاگنے والی کا نام تو ہونا چاہیے تھا بھاگتی اس کا نام رکھ دیا گاڑی، ایک ہی جگہ گاڑی ہوئی ہے ہل ہی نہیں سکتی۔ یہ حالات ہیں ؏

برعکس نہند نام زنگی کافور

اسی طرح ان عاملوں کا نام ہونا چاہیے تھا: ''بے عمل، بدعمل یا غیر عامل'' یہ لوگ تو خود بھی تباہ ہیں دوسروں کو بھی تباہ کرتے ہیں کہ تجھ پر سفلی ہوگیا تجھ پر اتنے جن آگئے۔ عامل تو کہنا چاہیے اسے جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے لیکن ان بے عملوں کا نام عامل رکھ دیا جیسے حبشی کو کہہ دیا کافور یہ بھی ایسے ہی ہے، کسی کو سانپ کاٹ جائے تو اسے عربی میں کہتے ہیں ''سلیم'' بالکل بچ گیا بالکل ٹھیک ہے۔ وہ تو بنیت دُعاء کہا جاتا ہے کہ اللہ کرے بچ جائے مگر یہ بدعمل تو عامل بننا ہی نہیں چاہتے بدعملی میں برابر ترقی پہ ترقی کیے جارہے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دیں اور ان کی بدعملی سے امت کو بچائیں۔

۸ حاجات دنیویہ کی تکمیل کے لیے وظائف پڑھنا:

حاجات دنیویہ کے لیے وظائف پڑھنے یا ختم وغیرہ کرنے کروانے میں کیا حرج ہے؟

جواب: میں لوگوں کو ان چیزوں سے ایک تو اس لیے روکتا ہوں کہ پھر لوگوں کی توجہ انہی چیزوں پر رہتی ہے وہ گناہ نہیں چھوڑتے اور یہی سمجھتے ہیں کہ یہ چیزیں پڑھنے یا تعویذ وغیرہ کرنے سے مقصد حاصل ہو جائے گا۔ دوسرے یہ کہ دینی اور دنیوی حاجات کا حل جو قرآن وحدیث کی دُعاؤں سے ہوتا ہے وہ دوسری چیزوں سے نہیں ہوسکتا، علاوہ ازیں جو دوسری چیزیں لوگ پڑھتے ہیں ان کے بارے میں ان کا یہ خیال ہے کہ ان الفاظ میں تاثیر ہے جس سے ان کا مقصد حاصل ہو جائے گا۔ مختلف مقاصد کے لیے لوگ جو مخصوص وظائف وغیرہ پڑھتے ہیں اور مختلف ختم وغیرہ کرتے کرواتے ہیں اس کے دو نقصان تو بہر حال ہیں:

① اگر کام ہو گیا تو اس کی سرکشی بڑھے گی کہ سب کچھ کرتے رہو کتنی ہی نافرمانیاں کرلو پھر بھی کام ہو جاتا ہے، وہ سمجھتے ہیں کہ فلاں فلاں سورتیں پڑھ لیں تو بس اب اللہ ان کی ٹانگ نہیں توڑ سکتا اس لیے وہ اور زیادہ نافرمانیاں کرنے لگتے ہیں۔

② اگر کام نہ ہوا تو اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کے کلام کی عظمت نہیں رہے گی وہ کہے گا کہ میں نے تو فلاں فلاں آیات، فلاں سورتیں پڑھ لیں، کتنے ختم کروالیے، کچھ بھی نہیں ہوتا، اس طرح اس کے قلب میں کلام اللہ کی وقعت وعظمت نہ رہے گی۔

کسی نے مجھ سے ٹیلی فون پر کہا کہ فلاں مقصد کے لیے کسی بزرگ نے مجھے یہ وظیفہ بتایا ہے لیکن مجھے کسی سے معلوم ہوا ہے کہ آپ وظائف اور ختم وغیرہ سے روکتے ہیں تو میں نے سوچا کہ آپ سے پوچھ لوں۔ میں نے ان سے کہا کہ وظائف پڑھنے کی بجائے گناہ چھوڑیں، اللہ تعالیٰ نے تو فیصلہ فرما دیا کہ جو گناہ نہیں چھوڑے گا میری

نافرمانی نہیں چھوڑے گا مکمل دین دار نہیں بنے گا اسے میں کبھی بھی سکون کی دولت نہیں دوں گا وہ کچھ بھی کرلے پریشان ہی رہے گا۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ پورے دین دار بننا تو بہت مشکل ہے پھر کیا کریں؟ میں نے کہا کیا مشکل ہے پورے دین دار بنیں کیوں نہیں بنتے؟ انہوں نے کہا کہ پورے دین دار بننے میں تو وقت لگے گا جب تک نہیں بنتے تو کوئی وظیفہ پڑھ لیں، ان بزرگ نے کہا ہے کہ یہ وظیفہ بہت اکسیر ہے۔ میں نے کہا کہ آپ اس بزرگ کو اللہ تعالیٰ سے بڑا سمجھتے ہیں اللہ تو کہتا ہے کہ نافرمان کو کبھی بھی چین نہیں لینے دوں گا، اور وہ بزرگ کہتا ہے کہ وظیفہ پڑھنے سے کام بن جائے گا مقصد پورا ہوجائے گا، اپنے ایمان کی خبر لیں اگر اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا حکم مانیں اگر اس کا حکم مانے بغیر کسی وظیفے سے کسی ختم سے بظاہر کوئی مقصد پورا ہو بھی گیا تو وہی قصہ ہوگا کہ ''گھوڑا مانگا تھا نیچے کے لیے چڑھا دیا اوپر'' نافرمان کے دل کے کانٹے تو کبھی بھی ختم نہیں ہوں گے اگر ایک کانٹا نکل بھی گیا تو دوسرا چبھ جائے گا کیونکہ یہ کسی انسان کا خیال نہیں یہ احکم الحاکمین کا قطعی فیصلہ ہے جو کبھی غلط نہیں ہوسکتا:

وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا (۴-۱۲۲)

اگر ایسے گناہ نہیں چھوٹتے تو کسی باخبر سے گناہ چھوڑنے کے نسخے لیں، پریشانیوں سے نجات کے لیے کسی عامل سے وظیفے پوچھنے کی بجائے کسی طبیب باطن سے گناہ چھوڑنے کے نسخے پوچھیں۔ یہ جو ختم وغیرہ پڑھنے کا دستور ہے اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کیمیاگر، کچھ بھی ہوجائے وہ اپنے کام میں لگے رہتے ہیں اسی امید پر کہ بس ذرا سی کسر رہ گئی یہ پوری ہوجائے تو پھر دیکھیے سونے کے ذخیرے اور مال و دولت کی ریل پیل، بالکل اسی طرح جو لوگ لگ جاتے ہیں ختموں اور تعویذوں کی طرف تو بس پھر چسکا ہی پڑ جاتا ہے یہی کہتے رہتے ہیں کہ بس تھوڑی سی کسر رہ گئی وہ پوری ہوجائے تو کام بن جائے گا۔ اور اگر کبھی تعویذ یا ختم وغیرہ کے بعد اللہ تعالیٰ نے کسی کا مقصد پورا کردیا تو بس

ساری مخلوق اسی کے پیچھے پڑ جاتی ہے کہ دیکھیے اس نے فلاں ختم کروایا اس کا کام بن گیا اب ہم بھی یہی کریں گے۔ ارے نالائق! اس کے مقدر میں وہ چیز تھی اسے ملنی ہی تھی یہ ختم اور تعویذ تقدیر کو نہیں بدل سکتے اور نہ ہی آج تک کوئی ایسا ختم یا تعویذ ایجاد ہوا ہے جو اللہ تعالیٰ کو مجبور کر دے کہ اللہ تعالیٰ تو وہ کام کرنا نہیں چاہتا مگر اس ختم کی وجہ سے وہ مجبور ہو گیا، نعوذ باللہ! ان کے خیال میں ان کے ختم اور تعویذ اللہ کو کام بنانے پر مجبور کر دیتے ہیں، بس یہ لوگ لگے رہتے ہیں کبھی کوئی سورۃ، کبھی کوئی سورۃ، کام بنے نہ بنے یہ اس چکر سے نہیں نکلتے۔ جو جدھر کو چلتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے لیے اس طرف کے راستے کھول دیتے ہیں، فرمایا:

فَاَمَّا مَنْ اَعْطٰی وَاتَّقٰیo وَصَدَّقَ بِالْحُسْنٰیo فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْیُسْرٰیo (۹۲-۵تا۷)

''سو جس نے (اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال) دیا اور اللہ تعالیٰ سے ڈرا اور اچھی بات (یعنی ملت اسلام) کو سچا سمجھا تو ہم اسے راحت کی چیز کے لیے سامان دے دیں گے۔''

یہ تو ان کے بارے میں ہے جو نیکی کے راستے پر چلتے رہیں احکامِ الٰہیہ کے پابند رہیں اور وہ لوگ جو برائی کے راستے پر چلتے ہیں اللہ تعالیٰ کے نافرمان ہیں ان کے بارے میں فرمایا:

وَاَمَّا مَنْۢ بَخِلَ وَاسْتَغْنٰیo وَکَذَّبَ بِالْحُسْنٰیo فَسَنُیَسِّرُہٗ لِلْعُسْرٰیo وَمَا یُغْنِیْ عَنْہُ مَالُہٗٓ اِذَا تَرَدّٰیo اِنَّ عَلَیْنَا لَلْھُدٰیo وَاِنَّ لَنَا لَلْاٰخِرَۃَ وَالْاُوْلٰیo (۹۲-۸تا۱۳)

''اور جس نے (حقوق واجبہ سے) بخل کیا اور (بجائے اللہ سے ڈرنے کے اللہ سے) بے پروائی اختیار کی اور اچھی بات (یعنی اسلام) کو جھٹلایا تو

ہم اسے تکلیف کی چیز کے لیے سامان دیں گے اور اس کا مال اس کے لیے کچھ کام نہ آئے گا جب وہ برباد ہونے لگے گا (بربادی سے مراد جہنم میں جانا ہے) واقعی ہمارے ذمہ راہ کا بتا دینا ہے اور (جیسی راہ کوئی شخص اختیار کرے گا ویسا ہی ثمرہ اسے دیں گے کیونکہ) ہمارے ہی قبضے میں ہیں آخرت اور دُنیا۔"

ختم اور تعویذ کے فسادات:

اب مختصراً ختم اور تعویذ کے فسادات بتاتا ہوں:

① لوگ اسے دُعاء سے الگ مستقل چیز سمجھنے لگے حالانکہ یہ دُعاء ہی ہے بلکہ دُعاء کا ادنیٰ فرد ہے۔

② اس مستقل چیز کا اثر دُعاء سے زیادہ سمجھتے ہیں۔

③ اس میں ایسی چیزیں بھی لکھتے یا پڑھتے ہیں جن میں دُعاء کے الفاظ نہیں ہوتے۔

④ بہت سے ختم ایسے بھی پڑھے جاتے ہیں جن میں وقت یا دن یا پڑھنے والوں کے عدد یا کیفیت کی تعیین ہوتی ہے کہ فلاں وقت میں پڑھیں اتنے لوگ پڑھیں۔ ایسی ایسی تعینات وتقییدات کے ساتھ کرنا بدعت ہے۔

⑨ گناہوں کو چھوڑنے کے ساتھ وظائف پڑھنا:

اگر کوئی گناہوں کو چھوڑنے کے ساتھ ساتھ کسی دنیوی مقصد کے لیے کوئی وظیفہ وغیرہ پڑھے تو کیا ایسا کرنا صحیح ہے؟

جواب: اگر کوئی گناہوں کو چھوڑنے کے ساتھ کوئی قرآنی آیت یا وظیفہ وغیرہ پڑھ لے تو صحیح ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ جب کوئی صحیح معنی میں دین دار بن جاتا ہے اللہ تعالیٰ کو راضی کر لیتا ہے تو پھر اسے کسی مقصد کے پورا ہونے نہ ہونے کی فکر نہیں رہتی وہ تو

تسلیم ورضا کا پیکر بن جاتا ہے اس کے ذہن میں یہ بات آتی ہی نہیں کہ میرا کوئی مقصد پورا نہیں ہو رہا اس کے لیے کوئی وظیفہ پڑھ لوں کیونکہ اس کے قلب میں تو یہ حقیقت راسخ ہو جاتی ہے:

مَا یَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِکَ لَهَا ۚ وَمَا یُمْسِکْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ (۳۵-۲)

''اللہ جو رحمت لوگوں کے لیے کھول دے سو اسے کوئی بند کرنے والا نہیں اور جسے بند کر دے سو اس کے بعد اس کا کوئی جاری کرنے والا نہیں۔''

اللہ کی عبادت اس لیے کریں کہ وہ ہمارا اللہ ہے ہمارا رب ہے، مخصوص وظائف اور مخصوص آیتیں اور سورتیں پڑھنے کی بجائے سنت کے مطابق تلاوت کیا کریں جتنی ہمت فرصت ہو روزانہ تلاوت کریں، درمیان درمیان سے صرف مخصوص آیات یا سورتوں کی تلاوت نہ کیا کریں بلکہ ترتیب سے پورا قرآن پڑھیں اور کوشش کریں کہ تلاوت کا ناغہ نہ ہو اس کے علاوہ ذکر اللہ کی عادت ڈالیں، افضل الذکر ہے لا الہ الا اللہ گنے بغیر یہ ذکر جاری رکھیں دنیوی کاموں میں مشغولیت کے ساتھ بھی یہ ذکر بآسانی کیا جا سکتا ہے۔

دست بکارو دل بیار

''ہاتھ کام میں مشغول ہیں اور دل یار کے ساتھ۔''

۱۰ آیات قرآنیہ گھول کر پینا:

بعض لوگ طشتریوں پر قرآنی آیات یا ان کے اعداد لکھ کر دیتے ہیں وہ تو اچھی چیز ہے اس کے پینے میں کیا حرج ہے؟

جواب: جاہل صوفیوں نے اور عاملوں نے اسلام اور مسلمانوں کو جتنا نقصان پہنچایا ہے اتنا کسی اور قوم نے نہیں پہنچایا۔ حضرت گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض تحریرات

میں ایسے ہی فرمایا ہے کہ جاہل صوفیوں نے جتنا نقصان پہنچایا ہے اتنا کسی اور نے اسلام اور مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچایا۔ یہ بات جو کہتے ہیں کہ قرآنی آیات ہی تو لکھ لکھ کر پلاتے ہیں اس میں کیا حرج ہے؟ اس کی ایک مثال سنیے۔ ایک آیت میں شہد کے بارے میں فرمایا:

فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ (۱۶-۶۹)

یعنی شہد کی مکھیوں کے پیٹ سے جو شہد حاصل ہوتا ہے اس میں لوگوں کے لیے بہت بڑی شفاء ہے مگر جاہل صوفیوں اور عاملوں نے اسے بنالیا کہ اس آیت کو زعفران سے پلیٹوں پر لکھ لکھ کر گھول کر پلایا کرو تو اس سے جن بھوت بھاگ جائیں گے، یہ لوگ کہاں کی بات کہاں لگا دیتے ہیں، شفاء للناس کے معنی تو یہ ہیں کہ شہد میں جسمانی امراض سے شفاء ہے، طبیب کے مشورے سے شہد استعمال کیا کریں۔ دوسرا بڑا مقصد یہاں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے احسانات بتا رہے ہیں، ایک تو یہ احسان کہ اللہ تعالیٰ نے کیسے کیسے تم لوگوں کے لیے ایک میٹھی غذاء تیار کردی ہے جو بہترین غذاء بھی ہے اور اس میں بہت بڑی شفاء بھی ہے جس میں کسی انسان کا کوئی عمل دخل نہیں۔ دوسری بات یہ کہ وہ رب کریم رؤف رحیم شہد کی مکھی کے دل میں وحی فرماتے ہیں کہ پہاڑوں اور باغوں میں گھر بناؤ پھر ہر قسم کے پھلوں کے رس چوسو، اپنے رب کے راستوں پر آسانی سے چلو، یہ راستے تمہارے رب نے تمہارے لیے مسخر فرما دیے ہیں، اس میں اہلِ تفکر کے لیے اپنے رب کی معرفت کی بہت بڑی دلیل ہے، شہد کی مکھی سینکڑوں میل کا سفر بہت آسانی سے کرتی ہے اور کسی قطب نما وغیرہ کی مدد کے بغیر بالکل سیدھی آتی جاتی ہے، اس کی تفصیل میرے رسالہ "**القول المتین فی شرح اطلبوا العلم ولو بالصین**" میں ہے یہ رسالہ احسن الفتاویٰ جلد اول میں ہے وہ رب العالمین اپنی شان ربوبیت یوں بیان فرماتے ہیں:

وَاَوْحٰی رَبُّکَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّمِنَ

الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ o ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلاً ؕ يَخْرُجُ مِنْ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ o (۱۶-۶۸،۶۹)

میں جب اس آیت پر پہنچتا ہوں تو یوں دُعاء کرتا ہوں:

''میرے رب کریم تو نے شہد کی مکھی کے لیے دور دراز کے راستے مسخر فرمادیئے بہت آسان فرمادیئے تیری اس شان ربوبیت کا صدقہ تو میرے لیے اپنی معرفت، محبت اور جنت کے راستے آسان فرمادے۔''

دوسری جگہ فرمایا:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ o (۱۰-۳)

اپنی قدرت کے کرشمے بیان فرمانے کے بعد تنبیہ فرماتے ہیں کہ یہ ہے تمہارا رب اسی کی عبادت کرو، ہماری قدرت کے ایسے تصرفات دیکھ کر بھی تم نصیحت نہیں پکڑتے۔

اپنے رب کو پہچانو معرفت حاصل کرو، رب کی نافرمانی چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اپنے انعامات، اپنی قدرت کے کرشمے بتارہے ہیں مگر ان صوفیوں اور عاملوں کو اس سے تو کوئی سروکار رہے ہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑیں اور چھڑوائیں انہیں تو بس ایک ہی سبق یاد ہے کہ آیات شفاء کو لکھ لکھ کر گھول گھول کر پلاتے رہو تو جن بھوت بھاگ جائیں گے۔ شہد میں شفاء کے بارے میں اتنی بات تو ہے کہ اس کا استعمال جسمانی شفاء ہے لیکن دوسری آیات جن میں شفاء کا لفظ آتا ہے ان میں تو جسمانی شفاء مراد ہی نہیں، ان سے مراد یہ ہے کہ اگر قرآن پر عمل کروگے تو دل کے روگ جاتے رہیں گے، دل کی بیماریوں سے صحت ہوجائے گی، دل کی بیماریاں کیا ہیں، عجب، کبر، حسد، ریاء وغیرہ۔ ان سب کے مجموعے کو کہتے ہیں ''حب دنیا'' اس کے دوشعبے ہیں ایک حب جاہ دوسرا حبِ مال،

قرآن پر عمل کرنے سے دل کی بیماریوں سے شفاء ہو جائے گی اور دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی، جب اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا ہو جائے گی تو سب نافرمانیاں چھوٹ جائیں گی اور جب نافرمانیاں چھوٹ جائیں گی تو پھر دنیا بھی بن گئی اور آخرت بھی بن گئی، ان آیات میں تو شفاء سے یہ مراد ہے، مثال کے طور پر قرآن مجید کے بارے میں فرمایا:

يَآاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ o (۱۰-۵۷)

مطلب یہ ہے کہ قرآن نصیحت ہے، سینے کی بیماریوں کے لیے شفاء ہے اور ہدایت ہے اور مومنین کے لیے رحمت ہے۔ لیکن عاملوں نے یہ آیت بھی اور اس کے علاوہ بھی جہاں جہاں بھی قرآن میں شفاء کا لفظ آیا ہے ان سب آیات کو جمع کر کے تعویذ بنا کر پہنا دیا یا زعفران سے طشتریوں میں لکھ کر دھو کر پلا دیا بس اب نہ کوئی مرض رہے نہ جن بھوت، نہ سفلی، یہ ہیں ان عاملوں کے کرتوت، نہ خود قرآن پر عمل کرتے ہیں نہ دوسروں کو تلقین کرتے ہیں۔ یہ تو ایسے ہی ہو گیا کہ جیسے کوئی مریض طبیب کے پاس جائے طبیب نے نسخہ لکھ کر دے دیا اور اس نے گھر میں آ کر پانی میں گھول کر پی لیا۔ ارے احمق! طبیب نے تو نسخہ لکھ کر دیا ہے کہ اس پر عمل کرو یعنی دوائیں خریدو بناؤ اور اس کے بعد طبیب کی ہدایت کے مطابق استعمال کرو تو جسمانی بیماری جاتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ نے ان آیات بینات کو شفاء اس لیے فرمایا کہ ان پر جو عمل کرے گا اسے دنیا و آخرت کے ہر قسم کے عذاب سے نجات مل جائے گی۔ یہ ان لوگوں میں عقیدے کی بہت بڑی خرابی ہے کہ شفاء سے اللہ تعالیٰ کا مطلب کچھ اور ہے جب کہ انہوں نے کچھ اور مطلب بنا لیا۔

۱۱ حصار کھینچنا:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو جب تک رات کو حصار نہ کھینچ لیں ہمیں تو نیند ہی نہیں

آتی کیا کریں؟

جواب: اس بارے میں یہ سوچا کریں کہ جو اللہ تعالیٰ کے حصار میں آ جاتا ہے اسے پھر کسی اور حصار کی ضرورت نہیں رہتی:

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ۝ (۳-۱۷۳)

اللہ پر توکل واعتماد پیدا کریں اور وہ اسی صورت میں ہوگا جب اس کی اطاعت اختیار کی جائے بس پھر کسی حصار کے بغیر ہی بے خوف وخطر نیند آ جائے گی۔ بدعمل عامل کہتے ہیں کہ آیۃ الکرسی پڑھ کر تالی بجادو جہاں تک تالی کی آواز پہنچے گی تو بس ایسا پکا حصار قائم ہو جائے گا کہ اب نہ اس میں کوئی جن آئے، نہ بھوت آئے، نہ سفلی آئے، نہ چور آئے، نہ ڈاکو آئے گویا کہ اللہ تعالیٰ کی تقدیر پر یہ حصار غالب آ گیا۔

رات کو آیۃ الکرسی پڑھا کریں مگر پھونکیں مار مار کر تالیاں بجا بجا کر حصار نہ کھینچیں حفاظت کی دُعاء کی نیت سے پڑھا کریں اور یہ حقیقت بھی ذہن نشین کرلیں خاص طور پر آیۃ الکرسی پڑھتے وقت اس حقیقت کو خوب سوچیں دل کی گہرائیوں میں اتارنے کی کوشش کریں کہ جتنی چاہیں دُعائیں پڑھ لیں، ہزاروں بار آیۃ الکرسی پڑھ لیں مگر جب تک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں چھوڑیں گے سکون نہیں مل سکتا۔ یہ اللہ تعالیٰ کا قطعی فیصلہ ہے۔

۱۲ جادو کرنا کروانا شرک ہے:

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم تو جادو سفلی وغیرہ صرف اپنے فائدے کے لیے کرواتے ہیں نقصان سے بچنے کے لیے کرواتے ہیں کسی دوسرے کو نقصان پہنچانے کے لیے نہیں کرواتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ جو لوگ جادو سفلی وغیرہ کو جائز سمجھ کر کرتے کرواتے ہیں وہ کافر اور واجب القتل ہیں۔ ایسے لوگوں سے میل جول رکھنا جائز نہیں۔ اگر ناجائز سمجھ کر

کریں تو اگرچہ کافر نہیں مگر پھر بھی واجب القتل ہیں خواہ جائز سمجھیں یا ناجائز بہر حال حکومت پر فرض ہے کہ ان کے قتل کا حکم دے۔

تنبیہ:

تعزیر وغیرہ لگانا حکومت اسلامیہ کی ذمہ داری ہے عوام کی نہیں لہٰذا حکومت کے سوا کسی دوسرے کے لیے کسی کو اس جرم میں قتل کرنا جائز نہیں۔ اس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ عدالت شرعیہ میں دو گواہ پیش کیے جائیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے اس شخص کو یہ کام کرتے ہوئے دیکھا ہو پھر اس کے بعد قاضی فیصلہ کرے اگر کسی نے کسی پر جادو سفلی وغیرہ کا الزام لگایا اور عدالت شرعیہ تک معاملہ پہنچا اور مدعی گواہ پیش نہ کر سکا تو اس پر تعزیر لگائی جائے گی۔ لہٰذا اس قسم کی باتوں سے بہت احتیاط لازم ہے کسی کے بارے میں بدگمانی کرنا گناہ ہے۔ یہ جو عامل کہتے ہیں کہ ہم نے سفلی کرنے والے کا حلیہ دیکھ لیا ایسے ایسے حلیے کا شخص ہے جس نے تم پر جادو کیا ہے اس کا اعتبار کرنا بلکہ اس کی طرف توجہ کرنا بھی جائز نہیں بہت سخت گناہ ہے، عامل نے جس کا حلیہ بتایا وہ عامل پر عدالت شرعیہ میں مقدمہ پیش کر کے اسے تعزیر لگوا سکتا ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ ایسے بدعمل عاملوں کے فتنوں سے عوام کو بچانے کے لیے عدالت سے اسے تعزیر لگوائے۔

جن تابع یا عامل؟

بدعمل عاملوں نے لوگوں میں یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ ہمارے قبضے میں جن ہیں (جنہیں یہ لوگ موکل کہتے ہیں) ہم ان کے ذریعے کام کرواتے ہیں، جبکہ حقیقت اس کے برعکس ہے جن ان کے تابع نہیں ہوتے بلکہ یہ عامل ان جنات کے تابع ہوتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ شیاطین کے رئیس کو جس انسان کے پھنسنے کی توقع ہوتی ہے وہ اس کے پاس اپنے کارندے بھیجتا ہے وہ اسے گمراہ کرنے اور اس کے ذریعے اللہ کی مخلوق کو گمراہ کرنے اور اپنے تابع کر کے اپنے راستے پر لانے کے لیے اس کے دل میں

خیال ڈالتے ہیں کہ تم فلاں فلاں عمل کرو تو ہماری تمہاری دوستی ہو جائے گی ہم تمہارے کام کیا کریں گے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیوں کی وجہ سے پہلے سے ہی فساد ہوتا ہے وہ ان کے جال میں پھنس جاتا ہے، ان کے سکھائے ہوئے عملیات پڑھنے لگتا ہے اور ان کے مطابق کام کرنا شروع کر دیتا ہے تو شیاطین اور ان کا رئیس بہت خوش ہوتے ہیں کہ اب یہ لوگوں کو گمراہ کرنے میں ہمارا وکیل اور کارندہ بن گیا ہے اس لیے اس سے زیادہ سے زیادہ تعاون کرتے ہیں۔ وہ اسے پھنسا کر اپنے تابع کر کے اس سے اپنا کام لینے کے لیے اس سے تعاون کرتے ہیں اور لوگ سمجھتے ہیں کہ جنات اس کے تابع ہیں۔

اسباق:

جنات سے ڈرنے والوں اور مصائب سے نجات کے لیے عاملوں کے چکروں میں پھرنے والوں کے لیے کچھ اسباق بتاتا ہوں انہیں سوچا کریں:

۱ دجال:

دجال بڑے عجیب عجیب کام کرے گا ایک مومن اس کے سامنے جا کر یوں اعلان کرے گا: ''اے لوگو! یہ وہی دجال ہے جس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ذکر فرمایا۔'' دجال اسے بہت مارے گا سر پھاڑ دے گا پیٹ اور پیٹھ کو پھیلا کر ان پر بھی مارے گا، پھر اس سے پوچھے گا کہ مجھ پر ایمان نہیں لاتا؟ وہ جواب دے گا کہ تو ہی دجال کذاب ہے۔ پھر دجال کے حکم سے اسے سر کی طرف سے آرے سے چیر کر پورے جسم کے دو ٹکڑے کر دیئے جائیں گے پھر دجال ان دونوں ٹکڑوں کے درمیان چلے گا، پھر اس سے کہے گا: ''کھڑا ہو جا'' وہ زندہ ہو کر سیدھا کھڑا ہو جائے گا، پھر دجال اس سے پوچھے گا کہ تو مجھ پر ایمان لاتا ہے؟ وہ جواب دے گا کہ مجھے تیرے دجال ہونے کا اور زیادہ یقین ہو گیا، پھر دجال اسے ذبح کرنے کے لیے پکڑے گا تو اس کی گردن تانبے کی بنا دی جائے گی اس لیے دجال ذبح نہ کر سکے گا، پھر دجال کے حکم سے اسے دونوں ہاتھوں

پاؤں سے پکڑ کر آگ میں پھینکا جائے گا جو درحقیقت جنت ہوگی، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ مومن رب العالمین کے ہاں شہادت میں سب سے زیادہ بلند مقام پر ہوگا۔ (مسلم)

اس کے علاوہ دجال کے کہنے پر آسمان بارش برسائے گا اور زمین خزانے اگلے گی۔ اس کے ساتھ جنت بھی ہوگی اور جہنم بھی، اس کے ماننے والے بہت آرام کی زندگی گزاریں گے، ان کی فصلیں خوب اچھی ہوں گی اور دجال کے مخالفین بہت فقر وفاقہ میں ہوں گے بہت سخت تکلیف میں ہوں گے۔ تو یہ جنات سے ڈرنے والے اور مصائب سے نجات کے لیے بدعمل عاملوں کے پاس جانے والے تو دجال کے حالات دیکھ کر سب سے پہلے اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اور اصلاح کی توفیق عطاء فرمائیں۔

۲ دریائے نیل کا جاری ہونا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرف سے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ مصر کے گورنر تھے، اہل مصر نے حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوکر کہا کہ دریائے نیل بند ہوجاتا ہے پھر ایک خاص طریقہ اختیار کیے بغیر جاری نہیں ہوتا، انہوں نے دریافت فرمایا کہ وہ طریقہ کیا ہے؟ لوگوں نے کہا کہ فلاں مہینے کی فلاں تاریخ ہوتی ہے تو ایک کنواری لڑکی بہتر سے بہتر زیور وعمدہ پوشاک سے خوب آراستہ ومزین کرکے اس دریا کی بھینٹ چڑھاتے ہیں، جب تک یہ نہ کریں دریا چلتا ہی نہیں۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ تو شرک ہے اور اسلام میں شرک نہیں، یہ تو حرام ہے (یہ بات اچھی طرح ذہن میں بٹھالیں کہ شرک میں مبتلا ہوکر زندہ رہنے سے موت بہتر ہے) فرمایا ہرگز یہ طریقہ اختیار نہ کیا جائے، اس کے بعد کئی ماہ تک دریا جاری نہیں ہوا، بالکل خشک ہوگیا یہاں تک کہ ان لوگوں نے شہر چھوڑ

کر جانے کا ارادہ کرلیا۔ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ اس تنگی کی وجہ سے اپنا وطن چھوڑ رہے ہیں تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں ایک خط لکھا جس میں اس معاملے کا ذکر کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں خط لکھا کہ میں تمہاری طرف یہ پرچہ بھیج رہا ہوں اسے دریائے نیل میں ڈال دینا، اس پرچہ میں یہ مضمون تھا:

> ''یہ خط اللہ کے ایک بندے عمر امیر المومنین کی طرف سے دریائے نیل کو لکھا جارہا ہے، اما بعد: اے دریا! اگر تو پہلے بغیر کسی کے حکم کے چلتا تھا تو ہمیں تیری کوئی ضرورت نہیں مت چل اور اگر تجھے اللہ واحد وقہار ہی جاری کرتا تھا، چلاتا تھا، تو ہم اللہ واحد وقہار سے دُعاء کرتے ہیں کہ تجھے جاری کردے۔''

جب یہ خط حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچا تو امیر المومنین کے خط کے اعزاز کے لیے ایک عظیم الشان لشکر کے ساتھ اسے دریا میں ڈالنے خود تشریف لے گئے۔ جب یہ خط دریا میں ڈالا تو دریا جاری ہوگیا اور ایک ہی رات میں سولہ ذراع پانی بہنے لگا۔ یہ ہوتے ہیں اللہ کے بندوں کے حالات جو صرف اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہیں، اللہ تعالیٰ جمادات تک کو ان کے لیے مسخر فرمادیتے ہیں۔

۳ منصور:

منصور نے جب انا الحق کے نعرے لگائے تو علماء نے ان کے قتل کا فتویٰ دیا یہ ضروری نہیں کہ منصور قصوروار ہی ہوں ان کے اس قول کی تاویل ہوسکتی ہے اس لیے ان سے بدگمانی نہیں کرنی چاہیے، بہرحال عوام میں فتنے کا خطرہ تھا اس لیے قاضی نے قتل کا حکم دیا۔ انہیں قتل کردیا گیا تو مرنے کے بعد بھی انا الحق انا الحق (میں حق ہوں) کے نعرے بلند ہورہے ہیں، قاضی نے عوام میں فتنہ پھیلنے کے خطرے سے لاش کو جلانے کا

حکم دیا تو جلنے کے بعد راکھ سے انا الحق کی آواز آرہی ہے تو حکم دیا کہ راکھ کو دریا میں ڈال دو، دریا میں ڈال دیا تو دریا سے انا الحق کی آواز آرہی ہے، اس سے عوام میں بہت سخت فتنہ پھیلتا اس لیے جس مفتی صاحب نے قتل کا فتویٰ دیا تھا انہوں نے لٹھ اٹھایا اور دریا پر ایک زوردار لٹھ مار کر کہا: ''خبردار! جواب آواز نکالی'' بس پھر آواز نہیں آئی۔ یہ ہوتے ہیں مرد، ایسے ہوتے ہیں علماء دین جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔

④ بدعتی پیر:

ایک بدعتی پیر میلاد اور قوالی وغیرہ کروایا کرتا تھا۔ ایک عالم صاحب اسے منع کیا کرتے تھے۔ اس بدعتی نے کہا کہ اگر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تصدیق کروادوں پھر تو آپ کو اعتراض نہیں ہوگا، ان عالم صاحب نے سوچا کہ شریعت تو کسی حال میں بھی بدل نہیں سکتی، چلو اس بہانے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت تو ہوجائے گی۔ اس لیے پیر صاحب سے کہا کہ اچھا دکھاؤ۔ تو کیا دیکھ رہے ہیں کہ وہاں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے آئے اس بدعتی نے کہا کہ یارسول اللہ! یہ مولانا صاحب مجھے قوالی سے روکتے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ ٹھیک کررہے ہیں انہیں قوالی کرنے سے مت روکو۔ ان عالم صاحب کا حوصلہ دیکھیے، علماء کو اللہ تعالیٰ اتنی ہمت اور قوت عطاء فرماتے ہیں کہ سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں پھر بھی عرض کیا کہ یارسول اللہ! ہمارے سامنے آپ کی بیداری کے ارشادات اور حالات روز روشن کی طرح ہیں، آپ نے اپنی حیات طیبہ میں جو کچھ فرمایا اس کا ایک ایک لفظ ہمارے سامنے ہے جس میں غلطی کا کوئی امکان نہیں اور اب جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں اس میں پہلی بات یہ کہ یہ آپ ہیں بھی یا اس نے کچھ مسمریزم وغیرہ کردیا ہے، پہلے مجھے یہی معلوم نہیں، پھر یہ کہ اس وقت میں جاگ رہا ہوں یا خواب میں ہوں، ہوش میں ہوں یا بے ہوش ہوں، یہ بھی فیصلہ نہیں کرپارہا

(دیکھیے! اس وقت اتنا زبردست ہوش ہے مگر کہہ رہے ہیں کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ کیا ہورہا ہے) پھر جو کچھ آپ فرمارہے ہیں وہ آپ ہی فرمارہے ہیں یا کوئی شیطان بول رہا ہے یہ بھی معلوم نہیں۔ پھر جو کچھ آپ فرمارہے ہیں میں وہ صحیح سمجھ بھی رہا ہوں یا نہیں یہ بھی پتا نہیں اور اگر سب باتیں مان لوں تو یہ باتیں ہیں کشف کی جن کی آپ کی حیات طیبہ کے ارشادات کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں۔ اس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان عالم صاحب کی تصدیق فرمائی کہ یہ صحیح کہتے ہیں۔

قصوں کی حقیقت:

یہ جو چار قصے میں نے بتائے اور کچھ اس سے پہلے بتاچکا ہوں ان قصوں کی حقیقت یہ ہے:

① توجہ ڈالنا:

توجہ کا اثر دنیا کے مسلمات میں سے ہے، اس میں دوسروں پر اثر ڈالنے کی مشق کی جاتی ہے، جسے عمل کرنا اور مسمریزم بھی کہا جاتا ہے۔

② متاثر ہونا:

جسے انفعال کہتے ہیں یعنی دوسروں سے متاثر ہونا۔ یہ فعل وانفعال اور عامل ومعمول کا چکر دنیا میں بہت چلا ہوا ہے اس کے کئی قصے متفرق طور پر بتاچکا ہوں اب یاد رکھنے میں سہولت کی غرض سے سب کی یک جا فہرست بتاتا ہوں:

① خواجہ غلطان
② عامل ومعمول
③ تھرمامیٹر لگانے سے بخار اُتر گیا
④ آٹے کا پیڑا دیکھ کر بے ہوش ہوگیا

⑤ ’’کچھ نہیں‘‘ کا وظیفہ پڑھنے سے تندرست ہوگیا

⑥ بچوں نے استاذ کو بخار چڑھا دیا

⑦ جہان گردیدہ کہنہ مشق وجدی

⑧ ملحد پیر

⑨ مریدوں پر توجہ ڈالنے کا قصہ

⑩ ذراسی ڈانٹ سے وجد غائب

③ شیطانی تصرف:

بعض مرتبہ شیطان کا تصرف ہوتا ہے جیسا کہ دریائے نیل شیطانی تصرف سے رک گیا تھا پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا خط ڈالتے ہی جاری ہوگیا۔ منصور کے قصے میں بھی ہوسکتا ہے کہ شیطان لوگوں کو گم راہ کرنے کے لیے تصرف کررہا ہو۔

④ استدراج:

اس قسم کے قصوں میں استدراج بھی ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوگوں کا امتحان لے رہے ہیں کہ دین میں کتنے مضبوط ہیں اس لیے ان کی رسی ڈھیلی چھوڑ دیتے ہیں۔ جیسا کہ دجال اور اس کے ماننے والوں کو خوب چھوٹ دی جائے گی۔

اللہ تعالیٰ کے جو بندے اس کی نافرمانیوں سے بچنے اور بچانے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں ان پر اس قسم کے تصرفات شیطانیہ کا کوئی اثر نہیں ہوسکتا۔

انسان جنات سے افضل ہیں:

جو لوگ جنات سے ڈرتے ہیں اگر یہ قرآن ذرا توجہ سے پڑھ لیا کریں تو بات ان کی سمجھ میں آجائے گی مگر آج کا مسلمان تو قرآن پڑھتا ہے صرف خوانی میں جہاں اسے قرآن پڑھنے کے بعد مٹھائیاں کھانے کو ملتی ہیں چائے بسکٹ ملتے ہیں ویسے اسے

قرآن سے کوئی غرض نہیں اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سنیے:

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِىٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا٥ (۱۷-۷۰)

فرمایا کہ ہم نے بنی آدم کو مکرم ومعزز بنایا اور انہیں بہت بڑی مخلوق پر فضیلت دی۔

حضرت آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنایا اور جنات کے سب سے بڑے رئیس ابلیس کو بھی حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کا حکم فرمایا۔

اللہ تعالیٰ نے سب رسول انسانوں میں سے بھیجے اور جنات کو بھی ان کے اتباع کا حکم فرمایا، جنات میں سے کسی ایک کو بھی رسول یا نبی نہیں بنایا۔

اللہ تعالیٰ نے ابتداء آفرینش سے لے کر قیامت تک پوری دنیا پر حکومت صرف انسانوں کو دی، کسی جن کو کہیں بھی کبھی تھوڑی سی دیر کے لیے بھی حکومت نہیں دی، البتہ اللہ تعالیٰ اپنے نافرمانوں پر جنات کو مسلط فرمادیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کی ہر چیز کو انسان کے تابع فرمادیا ہے، ہاتھی، اونٹ، گھوڑے، شیر، چیتے، فضا، پہاڑ، میدان سمندر ہر چیز پر انسان کی حکومت ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جنات کو حضرت سلیمان علیہ السلام کے تابع کردیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے کسی عمل کے ذریعے جنات کو تابع نہیں کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے تابع کردیا تھا۔

سورۃ النمل میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے وزراء سے پوچھا کہ ملکہ سبا کا تخت کون لائے گا؟ ایک عفریت یعنی بہت بڑے جن بہت بڑے دیو نے کہا میں لاؤں گا، آپ کی مجلس ختم ہونے سے پہلے میں وہ تخت یہاں لے آؤں گا، میں قوی بھی ہوں اور امین بھی ہوں یعنی قوت اتنی ہے کہ جب میں اس تخت کو لا رہا ہوں گا اگر کوئی مجھ سے اسے چھیننا چاہے گا تو چھین نہیں سکے گا اور امین ہوں یعنی اس تخت میں جو قیمتی جواہر

اور سونا وغیرہ ہے اسے نکالوں گا نہیں۔ وہ تو ابھی اپنے کمالات ہی گنوار ہا تھا کہ ایک انسان صحابی نے عرض کیا کہ میں پلک جھپکنے سے پہلے تخت یہاں لے آؤں گا چنانچہ یہ کہتے ہی وہ تخت دربار میں موجود تھا:

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِىْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِىْ مُسْلِمِيْنَ۝ قَالَ عِفْرِيْتٌ مِّنَ الْجِنِّ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ تَقُوْمَ مِنْ مَّقَامِكَ ۚ وَاِنِّىْ عَلَيْهِ لَقَوِىٌّ اَمِيْنٌ۝ قَالَ الَّذِىْ عِنْدَهٗ عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ اَنَا اٰتِيْكَ بِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّرْتَدَّ اِلَيْكَ طَرْفُكَ ۗ فَلَمَّا رَاٰهُ مُسْتَقِرًّا عِنْدَهٗ قَالَ هٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّىْ لِيَبْلُوَنِىْٓ ءَاَشْكُرُ اَمْ اَكْفُرُ ۗ وَمَنْ شَكَرَ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ رَبِّىْ غَنِىٌّ كَرِيْمٌ۝ (۲۷-۳۸ تا ۴۰)

الذی عندہ علم من الکتب سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ ان صحابی کو اتنی بڑی کرامت علم کی برکت سے ملی، ولی اور صحابی کی کرامت درحقیقت نبی کا معجزہ ہے اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے انسان کی جنات پر فضیلت ظاہر کرنے کے لیے براہِ راست نبی کا معجزہ ظاہر کرنے کی بجائے ان کے صحابی کی کرامت کی صورت میں ظاہر فرمایا، صحابی تو وہ جن بھی تھا مگر انسان صحابی کی جن صحابی پر فضیلت ظاہر فرمادی۔

جنات تو ایک چھوٹے سے پرندے ہدہد کا بھی مقابلہ نہیں کر سکتے جیسا کہ پہلے دو قصے بتا چکا ہوں ایک یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو ہدہد نے ملک سبا کی خبر دی اور وہاں کی ملکہ، اس کے تخت، شان وشوکت اور شرکیہ طور وطریق کی تفصیل تک بتادی، جب کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مسخر جنات میں سے کسی کو اس کا علم نہ ہوا۔

دوسرا قصہ یہ کہ ہدہد زمین کے اندر پانی کی گہرائی معلوم کر لیتا ہے جب کہ کسی جن کو اس پر قدرت نہیں۔

اس پر کسی کو اشکال ہوسکتا ہے کہ پھر جنات انسان پر کیوں غالب آجاتے ہیں اسے

تنگ کرتے ہیں یہ تو ایسے ہی ہوا کہ جیسے کوئی بھنگی کسی بادشاہ کی پٹائی کرے اسے ذلیل کرے تو ایسا کیوں ہے؟ اس کی وجہ میں پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ معصیت کی وجہ سے ایسا ہے، جب انسان معصیت کرتا ہے تو اس کا قلب ضعیف ہو جاتا ہے پھر وہ ہر چیز سے ڈرتا ہے جیسا کہ ایک قصہ بتایا تھا کہ کہیں انسانوں کا قافلہ جا رہا تھا تو وہ لوگ کہنے لگے کہ اگر ہم یہاں جنات کی پناہ میں آجائیں تو ہمیں امان مل جائے، جن تو انسانوں سے بہت ڈرتے ہیں بہت ڈرتے ہیں لیکن جب انہوں نے یہ بات سنی کہ یہ تو ہم سے ڈر رہے ہیں تو وہ ان پر غالب آگئے۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتے ہیں جنات ان پر غالب آجاتے ہیں اور طرح طرح سے انہیں تنگ کرتے ہیں۔

کسی نے ٹیلی فون پر بتایا کہ ان کے پڑوس میں پتھر آرہے ہیں تو پڑوسی ان سے جھگڑا کرتے ہیں کہتے ہیں کہ یہ پتھر آپ لوگ ہمارے ہاں پھینکتے ہیں، وہ بے چارے بہت پریشان تھے کہ ہم نے تو کبھی ایسی حرکت نہیں کی لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ ان کے گھر میں پتھر آرہے ہیں، بہت دیکھا چھان بین کی لیکن کچھ پتا نہیں چلتا کہ کہاں سے آتے ہیں پڑوسی ہمیں الزام دے رہے ہیں۔ میں نے انہیں بتایا کہ یہ جنات کا کام ہے، جنات پتھر پھینک رہے ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے:

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝ (۱۳-۱۱)

”ہر شخص کی (حفاظت) کے لیے کچھ فرشتے (مقرر) ہیں جن کی بدلی ہوتی رہتی ہے کچھ اس کے آگے اور کچھ اس کے پیچھے کہ وہ اللہ کے حکم سے اس کی حفاظت کرتے ہیں واقعی اللہ تعالیٰ کسی قوم کی (اچھی) حالت میں تغیر نہیں کرتا جب تک وہ لوگ خود اپنی (صلاحیت کی) حالت کو نہیں بدل دیتے اور

جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر مصیبت ڈالنا تجویز کر لیتا ہے تو پھر اس کے ہٹنے کی کوئی صورت ہی نہیں اور کوئی اللہ کے سوا ان کا مددگار نہیں رہتا۔“

اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے ساتھ فرشتوں کی ایک جماعت مقرر کی ہوئی ہے حالاں کہ اللہ تعالیٰ کو انسان کی حفاظت کے لیے کسی فرشتے کی ضرورت نہیں پھر ایک فرشتے کی بھی کتنی طاقت ہوتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے پوری جماعت مقرر فرمائی اور یہ جماعت صبح وشام بدلتی رہتی ہے، ایک جماعت صبح سے شام تک رہتی ہے پھر شام کو ان کے جانے سے پہلے ہی ان کی جگہ دوسری جماعت آجاتی ہے۔ لیکن جب انسان اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرتا ہے معصیت میں مبتلا ہوتا ہے تو فرشتوں کی یہ جماعت اس پر سے ہٹالی جاتی ہے اور جن اسے ستانے لگتے ہیں۔ سو اگر کسی کو جن ستاتے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہے ورنہ اس بدترین مخلوق کی کیا مجال کہ ایسی مکرم ومعزز ہستی کو ستائے ؎

یہ اعمال بد کی ہے پاداش ورنہ
کہیں شیر بھی جوتے جاتے ہیں ہل میں

اس بارے میں اللہ تعالیٰ کا فیصلہ سر کے کان اور دلوں کے تالے کھول کر سن لیں:

اِنَّہٗ لَیْسَ لَہٗ سُلْطٰنٌ عَلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَلٰی رَبِّھِمْ یَتَوَکَّلُوْنَ ٥ اِنَّمَا سُلْطٰنُہٗ عَلَی الَّذِیْنَ یَتَوَلَّوْنَہٗ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِہٖ مُشْرِکُوْنَ ٥ (۱۶-۹۹،۱۰۰)

”یقیناً اس کا قابو ان لوگوں پر نہیں چلتا جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر توکل رکھتے ہیں، بس اس کا قابو صرف ان ہی پر چلتا ہے جو اس سے تعلق رکھتے ہیں اور ان لوگوں پر جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرتے ہیں۔“

تکملہ:

یہ جو لوگ کہتے رہتے ہیں کہ جن چڑھ گیا یا کسی نے جادو سفلی کر دیا تو بالفرض (یعنی

ویسے تو عموماً اس کی کوئی حقیقت نہیں ہوتی لیکن چلیے ان لوگوں کے کہنے سے فرض کر لیتے ہیں) کسی نے کچھ کیا ہے تو اس بارے میں یہ سوچیں:

① اس کے دل میں یہ بات کس نے ڈالی کہ فلاں پر ایسا ایسا کرو، اس کا دل کس کے قبضے میں ہے؟ اللہ تعالیٰ ہی کے قبضے میں ہے نا۔

② اسے ہمت کس نے دی یعنی خیال آنے کے بعد پھر اتنی ہمت بھی پیدا ہوگئی کہ اس نے ایسا کام کرلیا، ظاہر ہے اللہ ہی نے دی۔

③ ہمت دینے کے بعد اس کی تدبیر کو کامیاب کس نے کیا؟ وہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے اللہ تعالیٰ ہی نے اس کی کوشش کو کامیاب کیا۔

④ اس کے توڑ کے لیے کتنے عامل تلاش کیے، کتنا پیسا برباد کیا، یہ عامل آخر اس چیز کو ختم کیوں نہیں کر پاتے؟ جو جادو وغیرہ کسی نے آپ پر کر دیا یہ اسے ٹھیک کیوں نہیں کرتے؟ کوئی کامیاب کیوں نہیں ہوتا؟ یہ دعوے تو ایسے ایسے کرتے ہیں کہ اتنے جن ہیں اور فلاں نے جادو کیا ہے اور اسے پہچاننے کا دعویٰ بھی کرتے ہیں حلیہ بھی بتا دیتے ہیں پھر توڑ کیوں نہیں کرتے؟ برسوں علاج کرنے کے باوجود نجات کیوں نہیں ملتی؟

⑤ درحقیقت یہ سب وہم ہیں۔

⑥ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک عورت آئی اسے کوئی دورہ پڑتا تھا، دورے کی حالت میں اس کا جسم کھل جاتا تھا جسم پر سے کپڑا اُتر جاتا تھا۔ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُعاء کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس مرض سے نجات عطاء فرما دیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تو اس تکلیف سے نجات چاہتی ہے یا جنت؟ اس نے عرض کیا: ''جنت'' لیکن میرے لیے یہ دُعاء فرما دیں کہ جب دورہ پڑے تو میرا جسم نہ کھلا کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دُعاء فرما دی پھر اسے دورہ پڑتا تھا تو جسم نہیں کھلتا تھا۔

سوچنے کی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو اس پر بھی قدرت تھی کہ اسے بیماری سے نجات عطاء فرمادیتے اور جنت بھی دے دیتے لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے درجات بلند کرنے کے لیے اور کبھی ان کا امتحان لینے کے لیے ایسا کرتے ہیں، دیکھیے اس خاتون نے دنیا کی عارضی تکلیف کو قبول کرلیا کیونکہ اس کے عوض اسے جنت کی بشارت ملی۔ دنیوی تکالیف پر سوچا کریں کہ کب تک؟ بالآخر جانا ہے اور یہ کہ مومن کو تو تکلیف پر بہت اجر ملتا ہے، اجر کا مراقبہ کیا کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''مومن کی مثال نرم پودے کی طرح ہے جسے ہوائیں جھکاتی رہتی ہیں اور منافق کی مثال سخت درخت کی طرح ہے جو ہلتا نہیں حتیٰ کہ دفعۃً جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔'' (مسند احمد)

مومن پر مختلف حوادث آتے ہیں وہ ان کا تحمل کرلیتا ہے ان سے اسے کوئی نقصان نہیں پہنچتا بلکہ اس کا فائدہ ہوتا ہے کیونکہ اسے تکلیف پر اجر ملتا ہے اور منافق استدراج کے طور پر حوادث سے کچھ مدت تک محفوظ رہتا ہے پھر کوئی عذاب آتا ہے جو اسے تباہ کرکے رکھ دیتا ہے، اگر اس پر دنیا میں کوئی عذاب نہ بھی آیا تو آخرت کا عذاب تو ہے ہی۔

⑦ عامل کہتے ہیں کہ بندش ہے رکاوٹ ڈالی ہوئی ہے اگر ان کا دعویٰ صحیح ہے تو مجاہد جو اتنے شہید ہو رہے ہیں ان کے لیے یہ کیوں کچھ نہیں کرتے کوئی بندش کیوں نہیں لگادیتے کہ یہ شہید نہ ہوں۔ ہندو تو جادو وغیرہ بہت جانتے ہیں تو وہ کوئی جادو کرکے کشمیر سے مجاہدین کو کیوں نہیں ہٹادیتے؟ کیوں مجاہدین کے ہاتھوں قتل ہو رہے ہیں؟ بیٹھے بیٹھے کوئی جادو کردیں۔

⑧ علماء کے دشمن تو دنیا میں بہت ہیں تو کافر، فاسق و فاجر لوگ علماء پر کوئی ایسا جادو کیوں نہیں کردیتے کہ وہ سب مرجائیں یا کم از کم اتنا ہی کردیں کہ علماء کرام ان کے خلاف جو کام کرتے ہیں اسی پر کچھ بندش لگادیں تاکہ علماء ان کے خلاف کام نہ کرسکیں۔

سب کچھ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا ہے۔

⑨ میں ان لوگوں سے کہتا ہوں کہ آپ ہر کام کے لیے تعویذ لیتے ہیں تو مجھے بھی کوئی ایسا تعویذ لا کر دے دیں کہ ایک رات میں پورا قرآن پڑھ لیا کروں یا ایسا کوئی ختم بتا دیں کہ ایک ہی دن میں پورے افغانستان پر طالبان کی حکومت قائم ہو جائے، امریکا پر یہیں بیٹھے بیٹھے کچھ پڑھ کر پھونک دوں جانا بھی نہ پڑے یہیں بیٹھے بیٹھے فتح ہو جائے اور کوئی ایسا وظیفہ بتا دیں جس کے زور سے پوری دنیا پر میرے اللہ کی حکومت ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ پر اعتماد پیدا کیجیے سب کچھ اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہے وعظ کی ابتداء میں حضرت عالمگیر رحمہ اللہ تعالیٰ کا قصہ بتایا تھا اللہ پر ایسا اعتماد پیدا کریں اللہ کو ہاتھ پکڑا کر بے فکر ہو جائیں ایک در کے فقیر بن جائیں ایک در کے فقیر ؎

در پر کسی کے بیٹھ بھی رہ پاؤں توڑ کر
اے دل خراب وخوار کیوں دربدر ہے تو

اللہ اپنے بندے کے لیے کافی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ ؕ وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۝ (۳۹-۳۶)

''کیا اللہ تعالیٰ اپنے بندہ خاص محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت) کے لیے کافی نہیں اور یہ لوگ آپ کو ان (جھوٹے معبودوں) سے ڈراتے ہیں، جو اللہ کے سوا (تجویز کر رکھے) ہیں اور جسے اللہ گم راہ کر دے اس کو کوئی ہدایت دینے والا نہیں۔''

جو بھی اللہ تعالیٰ پر توکل رکھتا ہے اسے کسی اور کی ضرورت نہیں رہتی اسے یہ خیال ہی نہیں آتا کہ اللہ کے سوا کوئی اور بھی مدد کرسکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو یہ توفیق عطاء فرمائیں اور ان بدعمل عاملوں کے عذاب سے امت کی حفاظت فرمائیں۔ آخر میں جھاڑ

پھونک اور تعویذ گنڈوں سے بچنے والوں اور اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنے والوں کے بارے میں ایک بہت بڑی بشارت بھی سُن لیجیے! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے لوگوں کو جنت میں بلا حساب داخل ہونے کی بشارت دی ہے جو تعویذ گنڈے نہیں کرتے اور اپنے رب پر توکل کرتے ہیں:

عن عمر ان بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یدخل الجنۃ من امتی سبعون الفا بغیر حساب قالوا من ھم یا رسول اللہ قال ھم الذین لایکتوون ولا یسترقون وعلیٰ ربھم یتوکلون فقام عکاشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فقال ادع اللّٰہ ان یجعلنی منھم قال انت منھم قال فقام رجل فقال یا نبی اللّٰہ ادع اللّٰہ ان یجعلنی منھم قال سبقک بھا عکاشۃ (صحیح مسلم)

اس حدیث میں اگرچہ دم نہ کرنے والوں کا ذکر ہے مگر تعویذ گنڈوں کا درجہ تو دم کرنے کروانے سے بھی بہت کم ہے کیونکہ دم کا حدیث سے جیسا واضح ثبوت ہے ایسا واضح ثبوت تعویذ کا نہیں۔

اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کی توہمات سے حفاظت فرمائیں قلوب سے غیر کا خوف نکال کر اپنا خوف عطاء فرمائیں اور اپنی محبت سے قلوب کو منور فرمادیں، اپنی ذات پر کامل اعتماد و توکل عطاء فرمادیں۔

اللھم اقذف فی قلبی رجاءک واقطع رجائی عمن سواک حتیٰ لا ارجو احدا غیرک، اللھم اجعلنا ممن توکل علیک فکفیتہ واستھداک فھدیتہ واستنصرک فنصرتہ

وصل اللھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ الہ وصحبہ اجمعین والحمدللہ رب العٰلمین

بدعاتِ مروّجہ اور رسومِ باطلہ

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: بدعاتِ مروجہ اور رسوم باطلہ

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: محرم ۱۴۰۲ھ

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: رجب ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

پیش لفظ

میرے مواعظ میں اصلاح منکرات وترک معاصی پر زیادہ زور دیا جاتا ہے اس لیے کہ تقویٰ ودینداری کی بنیاد یہی ہے۔ انہی منکرات میں سے ایصال ثواب کی مروجہ رسوم بھی ہیں جو ایصال ثواب کے مسنون طریقہ کے خلاف ہیں اور دین اسلام میں اپنی طرف سے نئی ایجاد ہونے کی وجہ سے بدعت ہیں۔ اس لیے میرے یہاں ان کی اصلاح سے متعلق بھی وقتاً فوقتاً بیان ہوتا رہتا ہے۔ بحمد اللہ تعالیٰ اس ناچیز کوشش کے نتیجے میں مختلف منکرات وبدعات سے بہت سے لوگ تائب ہو چکے ہیں۔ تازہ قصہ یہ ہے کہ ایک شخص نے بتایا کہ وہ بدعات میں مبتلا تھے بفضلہٖ تعالیٰ ان کو میرے ایک بیان سے ہدایت نصیب ہوگئی اور انہوں نے ان بدعات سے توبہ کرلی جس پر برادری نے ان کو چھوڑ دیا مگر انہوں نے ایک اللہ کی رضا کے مقابلہ میں برادری کی رضا کو ٹھکرا دیا ؂

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدنظر تو مرضیٔ جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے

مسلمان کی شان اور اپنے مالک کے ساتھ معاملہ تو یہ ہے ؂

اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

رب کریم کی رحمت نے جوان کی دستگیری فرمائی اور ہدایت کی نعمت سے نوازا، ابلیس کے نرغے سے نکال کر سیّد دوعالم، محسن اعظم رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کا دامن تھمادیا، اس نعمت کے شکریہ کے طور پر انہوں نے چاہا کہ بصورت کتابچہ اس مضمون کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہوتا کہ دوسرے بھٹکے ہوئے لوگوں کے لیے بھی ذریعۂ ہدایت بنے۔ چنانچہ انہوں نے ٹیپ ریکارڈ سے یہ مضمون نقل کر کے مجھے دکھایا اور اشاعت کی اجازت طلب کی۔ میں اصلاحی نظر کے بعد اشاعت کی اجازت دیتا ہوں۔

یا اللہ! تیری وہ رحمت بے پایاں جس کے فیضان سے ایک قلب کی کایا پلٹ گئی اور بھٹکا ہوا دل راہ راست پر آ گیا، اس کے صدقے ہم تجھ سے دعاء کرتے ہیں کہ اس مضمون کے تمام پڑھنے اور سننے والوں کے قلوب پر وہی رحمت نازل فرما، دستگیری فرما اور اپنے بندوں کی ہدایت کا ذریعہ بنا۔

یا اللہ! تو اس ناچیز محنت کو قبول فرما، اس کام میں برکت عطاء فرما، ہمارے لئے، اکابر کے لیے اور اپنے حبیب محسن اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قیامت تک صدقۂ جاریہ بنا، اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا وقرب کا ذریعہ بنا۔

یا اللہ! تو دستگیری فرما، سوائے تیری دستگیری کے کچھ نہیں ہوسکتا، تو ہی شکستہ دلوں کا سہارا ہے، تجھ ہی سے فریاد ہے اور تو ہی کارساز ہے۔

رشید احمد

۳۰/ محرم ۱۴۰۲ھ

وعظ

بدعاتِ مروّجہ اور رسوم باطلہ

(محرم ۱۴۰۲ھ)

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ.

امابعد!

فقد قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احدث فی امرنا ھذا مالیس منہ فھو رد (رواہ البخاری ومسلم)

بدعت کی حقیقت:

بدعات میں جو گناہ ہوتے ہیں انہیں ثواب سمجھا جارہا ہے۔ جس گناہ کو انسان ثواب سمجھے گا اس سے توبہ کیا کرے گا۔ وہ گناہ جس کو گناہ سمجھا جائے اس سے اولاً تو کبھی توبہ کی توفیق ہوجاتی ہے اور بالفرض توبہ کی توفیق نہ بھی ہوتو کم از کم انسان اپنے آپ کو گنہگار تو سمجھتا ہے، گناہ کا اعتراف ہو، اقرار ہو، ندامت ہوتو شاید اسی پر اللہ تعالیٰ کی

رحمت ہو جائے مگر جب گناہ کو ثواب سمجھا جائے تو ظاہر ہے اس سے کیا توبہ کرے گا، کیا دل میں ندامت ہوگی بلکہ اس طرح کے گناہ کر کے اور زیادہ خوش ہوتا ہے کہ اس نے ثواب کا کام کر لیا، اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

وشر الامور محدثاتها و كل محدثة بدعة و كل بدعة ضلالة و كل ضلالة فى النار (رواہ النسائی)

”دین میں نئی نکالی ہوئی چیزیں سب گناہوں سے بدتر ہیں اور ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جانے والی ہے۔“

فرمایا کہ ہر وہ کام جو میں نے بیان نہیں کیا اور میری طرف سے حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے بیان نہیں کیا، جس پر عمل نہیں کیا اگر لوگ اس کو اپنی طرف سے ثواب سمجھ کر کرنے لگیں تو وہ گمراہی ہے اور ہر گمراہی جہنم میں لے جائے گی۔

عقلی لحاظ سے بھی دیکھا جائے تو یہ حقیقت بالکل واضح ہے کہ جس کام میں اللہ تعالیٰ نے ثواب نہیں بتایا، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ثواب نہیں بتایا، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کے مطابق عمل نہیں فرمایا، نہ اس میں ثواب بتایا، تابعین رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس پر عمل نہ کیا، نہ وہ مسئلہ بتایا، حضرات ائمۂ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے نہ وہ مسئلہ بتایا نہ اس قسم کا کوئی عمل کیا، اب اگر لوگ ایسا کام کرتے ہیں اور اس میں ثواب سمجھتے ہیں تو سوچیں، یہاں سے اُٹھنے کے بعد بھی سوچیں، خوب سوچیں کہ وہ کارِ ثواب کیسے ہو گیا؟ اللہ کرے کہ اس مسئلہ پر سوچنے کی توفیق مل جائے۔ جب بھی اس مسئلہ پر خیال آتا ہے تو دل میں درد اُٹھتا ہے کہ یہ مسلمان قوم کہاں گئی۔ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کرے اور پھر مسلمان کہلائے؟

دل میں درد اُٹھتا ہے، گنہگاروں کو دیکھ کر وہ درد نہیں ہوتا جتنا درد اس پر ہوتا ہے کہ مسلمان کہلاتے ہیں اور پھر اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانیوں اور مقابلہ کو کارِ

ثواب سمجھ رہے ہیں۔ بڑے دکھ اور درد کی بات ہے۔ دعاء کر لیجیے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس طریقہ سے بیان کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں کہ بات دلوں میں اتر جائے، سمجھ میں آ جائے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

شیطان کی وحی:

سوچیے یہاں سے اٹھنے کے بعد بھی سوچیے، کئی روز تک مسلسل اسے سوچیں گے تو شاید جا کر کچھ بات دل میں اتر جائے۔ یہ سوچیے کہ جو مسئلہ اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا، اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں فرمایا، حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے نہیں بتایا اور نہ کیا، ائمۂ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے بتایا نہ کیا تو آپ کو اتنے سال بعد اس کا علم کہاں سے ہو گیا؟ یہی کہنا پڑے گا کہ دلوں میں شیطان وحی ڈالتا ہے۔ قرآن میں ہے کہ شیطان بھی دلوں میں وحی کرتا ہے۔ ایک وحی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام پر، اور دوسری وحی فاسق وفاجر لوگوں کے دلوں میں شیطان ڈالتا ہے، ان کے دلوں میں برائی کے خیالات ڈالتا ہے، اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کرنے کے لیے غیر دین کو دین سمجھانے کی کوشش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ نے وہ مسئلہ نہیں بتایا اور بقول آپ کے وہ کارِ ثواب ہے تو کیا کہیں گے کہ یا تو معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کا علم ناقص ہے، ان کو معلوم ہی نہیں کہ اس میں بھی ثواب ہے۔ آپ کو پتا چل گیا کہ اس میں ثواب ہے۔ یا کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کو علم تو ہے کہ اس میں ثواب ہے مگر جان بوجھ کر اپنی رضا کا یہ طریقہ اپنے پاس چھپالیا، بتایا نہیں۔ اب اتنا زمانہ گزرنے کے بعد آپ کو اس کا پتا چلا تو کیسے؟ اللہ تعالیٰ نے چھپالیا تھا تو اللہ تعالیٰ کے پاس کی بات کا آپ کو علم کیسے ہو گیا؟ یا یوں کہیں کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ مسئلہ بتایا تھا مگر معاذ اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سمجھے نہیں یا سمجھنے کے بعد بھول گئے۔ غرض یہ کہ معاذ اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان چیزوں کا علم نہیں تھا۔ معاذ اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ناقص تھا، رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا کہ ان چیزوں میں بھی ثواب ہے۔ جن چیزوں میں یہ لوگ سمجھ رہے ہیں، اور اگر علم تھا تو کیا دوسرے درجہ میں آپ یہ کہیں گے کہ معاذ اللہ! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آگے دین پہنچانے میں معاذ اللہ! معاذ اللہ! خیانت کی ہے کہ دین پورا نہیں پہنچایا۔ یا یہ کہیں گے کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اس دین کو آگے نہیں پہنچایا اور نہ خود اس پر عمل کیا۔ ایک ایک بات کو سوچیے۔ آخر کار آپ کا ذہن کیا جواب دے گا؟ کیا اللہ تعالیٰ کو معاذ اللہ! معلوم نہیں تھا، یا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاذ اللہ! احکام الٰہیہ پہنچانے میں خیانت کی، یا یہ کہ معاذ اللہ! حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے آگے دین پہنچانے میں خیانت کی، کس چیز کا آپ فیصلہ کریں گے؟ لِلّٰہ! غور کیجیے، پھر غور کیجیے، لِلّٰہ! پھر غور کیجیے، بڑے سے بڑا فسق و فجور، بڑے سے بڑا گناہ ہو، بڑی سے بڑی بدکاری ہو وہ بھی کم ہے اس بدعت سے، اس گناہ سے جو ہے تو گناہ مگر اسے کارِ ثواب سمجھ رہے ہیں۔

شریعت سے متوازی حکومت:

غیر دین کو دین سمجھ لینا اور جو بات اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان نہیں فرمائی، اس بات کو ان کی طرف منسوب کر دینا کہ یہ بھی انہی کی طرف سے بیان کی ہوئی ہے، اس پر جہنم کی وعید ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

من كذب عليّ متعمدا فليتبوأ مقعده من النار (رواہ البخاری ومسلم)

''جو بات میں نے نہیں کہی اسے جو شخص میری طرف منسوب کرے گا اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔''

سوچیں! جن چیزوں میں اللہ تعالیٰ نے ثواب نہیں بتایا اگر ان میں ثواب سمجھیں گے تو آپ متوازی حکومت بنا رہے ہیں یا نہیں؟ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت کے مقابلہ میں آپ اپنی حکومت چلانا چاہتے ہیں۔ دین ان کا ہے، حکومت

ان کی ہے، انہوں نے کوئی قانون ایسا نہیں بنایا تو گویا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مقابلہ میں اپنا قانون بنالیں، اس کو بغاوت کہا جاتا ہے، متوازی حکومت قائم کرنا کہا جاتا ہے۔ بڑے سے بڑے مجرم کو معاف کیا جاسکتا ہے مگر جو مقابلہ کی حکومت بنائے اس کو کبھی معاف نہیں کیا جاسکتا۔

ایصالِ ثواب یا عذاب؟:

یہ مسئلہ ہی ایسا ہے جس کی تمہید اتنی طویل ہوگئی، وہ اس لیے کہ مجھے معلوم ہے کہ اس کی اصلاح بہت مشکل ہے۔ ہاں! اگر اللہ تعالیٰ دستگیری فرمائیں تو کچھ مشکل نہیں، ایصالِ ثواب بہت آسان ہے، لیکن اس کے جو طریقے اختیار کیے جارہے ہیں وہ ایسے ہیں جو نہ اللہ تعالیٰ نے بتائے، نہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتائے، نہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے اختیار کیے اور نہ ائمۂ دین رحمہم اللہ تعالیٰ نے۔

بدعت سے بڑھ کر شرک بھی:

ایک مولوی صاحب ہیں، مولوی بھی معمولی نہیں ایک دینی مدرسہ کے مہتمم۔ یعنی وہ مولوی جو مولوی گر بھی ہیں، صرف مولوی نہیں، دوسروں کو مولوی بنانے والے، جہاں مولوی بنانے کا کارخانہ ہے، جہاں علماءِ دین تیار ہوتے ہیں اور وہ مولوی صاحب میرے شاگرد بھی ہیں، شاگرد بھی آج کل کے شاگردوں کی طرح نہیں بلکہ بہت مخلص، بڑی محبت والے، بڑے ہی اطاعت گزار، بہت ہی زیادہ خدمت گزار۔ ان کی والدہ کا انتقال ہوگیا، ایصالِ ثواب کے نام سے تیجے کی رسم کے منصوبے بننے لگے۔ میں نے انہیں سمجھایا کہ یہ طریقہ ناجائز ہے، سنت کے خلاف ہے، اس طریقہ سے ایصالِ ثواب کا کہیں ثبوت نہیں، آپ یہ نہ کریں۔ نہایت ہی خدمت گزار، فرمانبردار شاگرد اور پھر عالمِ دین مگر میری بات نہ مانے تو میں نے کہا کہ آپ یہ کریں گے تو میں اس گناہ میں شریک

نہیں ہوں گا۔ وہ میرے بہت پیچھے پڑے مگر میں نے کہا میں اس میں شریک نہیں ہوسکتا۔ بالآخر انہوں نے کہا کہ اگر ہم یہ نہیں کرتے تو برادری ناراض ہوجائے گی اس لیے ہمیں یہ کرنا پڑتا ہے۔ میں نے جواب میں کہا کہ پہلے تو میں یہ سمجھتا تھا کہ یہ صرف بدعت ہے اب معلوم ہوا کہ صرف بدعت ہی نہیں شرک بھی ہے۔ اس لیے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی خاطر نہیں کررہے ہیں، برادری سے اتنا خوف ہے کہ اس کو اللہ بنا رکھا ہے، یہ شرک ہے غیر اللہ کو راضی کرنے کے لیے کررہے ہیں۔ بہرحال بہت سمجھایا مگر وہ نہ مانے، وہ اتنے مطیع اور فرمانبردار تھے کہ انہوں نے کبھی میری کسی بات سے انکار نہیں کیا تھا مگر یہاں آکر شیطان نے جو سبق پڑھایا اس پر وہ اتنے مصر ہوئے کہ میری ایک نہ مانی، آخر کر کے چھوڑا۔ ڈرتے ہیں کہ لوگ کہیں گے:

"مرگیا مردود، نہ ختم نہ درود"

برادری میں ناک کٹ جائے گی، دنیا میں ناک بچانے کی فکر ہے، آخرت میں خواہ گردن ہی کٹ جائے اس کی پروا نہیں۔

یہ تو وہ مثل ہوئی کہ کہیں نکٹوں کی مجلس بیٹھی ہوئی تھی وہاں کوئی ناک والا پہنچ گیا تو سب ہنسنے لگے "ناکو آگیا، ناکو آگیا" اور یہ بہادر ایسا ہی تھا جیسے وہ مولوی صاحب بہادر نکلے کہ برادری ناراض ہوجائے گی، اس نے چاقو نکالا اور اپنی ناک بھی کاٹ دی۔ اندازہ لگائیے کہ کس حد تک برادری سے ڈرا جاتا ہے۔ اور یہ برادری بھی اتنی ظالم ہے کہ ایک طرف تو کسی کے عزیز کا انتقال ہوجاتا ہے اور دوسری جانب یہ قورمے اور پلاؤ کھانے کے لیے پر تولنے لگتے ہیں۔

اللہ کے بندے یا برادری کے؟:

میں نے مولوی صاحب سے کہا کہ آپ دعوت پر کتنا خرچ کریں گے۔ انہوں نے کچھ بتایا تو میں نے کہا کہ آپ اس سے دوگنا خرچ کردیجیے لیکن آپ کے یہاں جو طلبہ

پڑھتے ہیں ان پر یہ رقم مخفی طور پر تقسیم کر دیجیے یا پھر محلّہ کے مساکین کو دے دیجیے۔ ہم روکتے نہیں صدقہ سے، اور زیادہ کیجیے اس سے بھی دوگنا کیجیے، مگر سنت کے مطابق کیجیے۔ مگر بات وہی کہ لوگ کہیں گے ''مرگیا مردود نہ ختم نہ درود'' برادری میں ناک کٹ جائے گی۔ برادری کو اللہ بنا رکھا ہے۔ کیا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے سامنے آپ یہ جواب دے کر بچ جائیں گے جس دن آپ کے سارے اعمال کا حساب و کتاب ہوگا اور وہاں کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔

يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ o وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ o وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ o

(۸۰-۳۴تا۳۶)

فرمایا: آج وہ دن ہے کہ شوہر بیوی سے، بیوی شوہر سے، باپ بیٹے سے بیٹا باپ سے، بھائی بھائی سے بھاگے گا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی دستگیری کرے تو کرے ورنہ وہاں کوئی کسی کام نہ آئے گا۔ لِلّٰہ! سوچیے کہ یہ برادری جس کو راضی کرنے کے لیے آپ اپنی عاقبت تباہ کر رہے ہیں، کیا یہ برادری اس وقت آپ کے کام آئے گی؟ جب مخفی صدقہ کا اتنا بڑا ثواب ہے، تو پھر اس پر عمل کیوں نہیں کیا جاتا؟

گدھ بصورت انس:

میرا خیال تو یہ ہے کہ آج کل جب کوئی بیمار ہوجاتا ہوگا تو اس کے احباب و اقارب اس کی صحت یابی کی دعا نہیں کرتے ہوں گے بلکہ دعاء یہ کرتے ہوں گے کہ جلدی مرے تاکہ قورمہ ملے، اور جب ایک کا تیجہ اور چالیسواں ختم ہوا تو پھر دعاء کرتے ہوں گے کہ اللہ کرے کوئی اور بیمار ہو کہ پھر قورمہ ملے اور اس کا بھی چالیسواں ہوجائے تو پھر سوچتے ہوں گے کہ کوئی اور بیمار ہو، جہاں کوئی ہسپتال پہنچا بس ان کی خوشیوں کا کیا کہنا کہ ''آئے دن قورمے کے، آئے دن قورمے کے'' جیسے کسی حیوان کے مرنے پر گدھ منڈلاتے ہیں۔

آج کا بے غیرت مسلمان اور بے غیرت برادری کے لوگ کسی کے انتقال پر گدھ کی طرح منڈلاتے ہیں کہ اب کھانے کو ملے گا، اب کھانے کو ملے گا، اب کھانے کو ملے گا۔ اگر دل میں اللہ کا کچھ خوف نہیں، آخرت کی فکر نہیں، اپنے حساب وکتاب کی فکر نہیں، اللہ تعالیٰ اور اسلام کا پاس نہیں تو کم از کم کچھ غیرت ہی ہوتی جس کا عزیز مر گیا ہے اس پر کچھ رحم ہی آتا کہ ایک تو وہ صدمہ میں مبتلا ہے دوسرے یہ کہ علاج پر کافی پیسہ خرچ ہو چکا ہے مگر بے غیرت برادری اسی فکر میں لگی رہتی ہے کہ رہا سہا جو کچھ گھر میں بچ گیا ہے لاؤ کھلاؤ۔

ایک بار یہیں محلّہ میں باہر نکلے تو دیکھا کہ سامنے دیگیں چڑھی ہوئی ہیں۔ خیال ہوا کہ شادی ہے لیکن دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ کوئی مر گیا ہے۔ یہ احباب واقارب ایسے بے درد ہیں، ایسے ظالم ہیں کہ رشتہ داروں کے مرنے پر یوں دعوتیں اُڑاتے ہیں جیسے شادی کی دعوتیں ہوتی ہیں۔ ایسی بے غیرتی کے تصور سے بھی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور میں سوچتا ہوں کہ قورمہ کا لقمہ ان بے غیرتوں کے حلق سے اترتا کیسے ہے؟

ایصالِ ثواب کا صحیح طریقہ:

اگر آپ واقعۃً ایصالِ ثواب کرنا چاہتے ہیں، واقعۃً آپ کو مرنے والے کے ساتھ محبت ہے، واقعۃً آپ کے دل میں رحم کا جذبہ ہے تو پھر محسنِ اعظم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بیان فرمودہ طریقہ آپ کے لیے کیوں کافی نہیں؟ سنیے! ایصالِ ثواب کی حقیقت کیا ہے؟ ہر وہ نیک کام جو انسان اپنے لیے کرتا ہے وہ دوسروں کو ثواب پہنچانے کی نیت سے کرے تو اس کا ثواب دوسروں کو پہنچے گا۔ آپ اپنے لیے نفل نماز پڑھتے ہیں، نفل روزے رکھتے ہیں، تلاوت کرتے ہیں، تسبیحات پڑھتے ہیں اور صدقہ خیرات کرتے ہیں، نفل حج کرتے ہیں، نفل عمرے کرتے ہیں، طواف کرتے ہیں، غرض یہ کہ ہر وہ نفل

عبادت جو آپ اپنے لیے کرتے ہیں اس میں آپ صرف یہ نیت کرلیں کہ اس کا ثواب ہمارے فلاں عزیز کو پہنچے، وہ پہنچ جائے گا، بس یہی ایصال ثواب ہے، وہ ثواب آپ کو بھی ملے گا اور جن دوسرے لوگوں کی نیت آپ نے کرلی ان سب کو بھی پورا ملے گا۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ:

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایصال ثواب مردوں کو ہی کیا جاتا ہے۔ آپ اسے اچھی طرح سمجھ لیں کہ ایصال ثواب جیسے مردوں کو کیا جاتا ہے اسی طریقہ سے زندوں کے لیے بھی کرسکتے ہیں۔ جو عبادت جس طریقہ سے آپ اپنے لیے کرتے ہیں، اس میں نیت کرلیں کہ اس کا ثواب فلاں کو پہنچے، پہنچ جائے گا۔ خواہ وہ شخص زندہ ہو یا مردہ۔

قیامت کی ہولناکیوں میں رحمت کے مستحقین:

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سبعة یظلهم الله فی ظله یوم لا ظل الا ظله (رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی)

''سات قسم کے لوگ وہ ہیں جن کو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عطاء فرمائیں گے جبکہ کوئی سایہ نہ ہوگا۔''

لوگ گناہوں کی وجہ سے پسینوں میں ڈوب رہے ہوں گے، جتنے گناہ زیادہ ہوں گے اتنے ہی پسینے زیادہ ہوں گے۔ کسی کے گھٹنوں تک، کسی کی ناف تک، کسی کے سینہ تک، کسی کے لبوں تک اور بہت سے لوگ ایسے ہوں گے کہ پسینوں میں غرق ہوں گے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اس روز اللہ تعالیٰ سات قسم کے لوگوں کو اپنی رحمت کے سائے میں جگہ عطاء فرمائیں گے جو پسینہ اور تمازت سے محفوظ رہیں گے۔ سب کا بیان کیا جائے تو بات لمبی ہوجائے گی۔ الحمدللہ! میں یہ حدیث روزانہ بلاناغہ پڑھتا ہوں، میرے معمولات میں داخل ہے، اس لیے پڑھتا ہوں کہ پڑھتے

وقت یہ خیال پیدا ہو جائے کہ ان سات قسموں میں کس کس میں داخل ہوں اور کس کس میں داخل ہوسکتا ہوں تا کہ ان میں داخل ہونے کی کوشش کروں، کتنی بڑی بشارت ہے۔ سوچا جائے کہ ان قسموں میں سے کس کس میں آپ داخل ہوسکتے ہیں مگر غفلت کی وجہ سے داخل نہیں ہورہے۔ میں نے ایک بیان میں ساتوں قسموں میں داخل ہونے کا طریقہ تفصیل سے بتایا تھا، اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو توفیق عطاء فرمائیں اور ان سات قسموں میں داخل فرمالیں۔

ان سات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جس نے صدقہ اتنا مخفی دیا کہ دائیں ہاتھ سے دیتا ہے تو بائیں ہاتھ کو پتا نہیں چلتا کہ اس نے کیا دیا اور کس کو دیا۔ فرمایا کہ اس کا اتنا بڑا درجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسے شخص کو قیامت کے روز حشر کی تمازت سے محفوظ رکھیں گے اور اپنی رحمت، خاصہ کے سایہ میں جگہ عطاء فرمائیں گے۔ یہ سوچیں کہ جب مخفی صدقہ کرنے کا اتنا بڑا ثواب ہے تو کسی کے مرنے پر ایصالِ ثواب کے لیے صدقہ کرتے وقت اتنے ہنگامے کیوں کرتے ہیں؟ یہ دعوتیں کیوں ہوتی ہیں؟ مخفی کیوں نہیں کرتے؟

ایصالِ ثواب کا بہتر طریقہ:

دوسری بات یہ کہ اگر انسان میں ذرا سی بھی عقل ہو تو وہ سمجھ سکتا ہے کہ دعوت کھلانے کی بجائے نقد پیسہ دینے میں مسکین کا فائدہ زیادہ ہے، اس لیے کہ پیسہ سے اس کی ہر حاجت پوری ہوسکتی ہے۔ اس کو کپڑے کی ضرورت ہے، مکان کی ضرورت ہے، لحاف کی ضرورت ہے، کتاب کی ضرورت ہے، دواء کی ضرورت ہے، سفر کے لیے کرایہ کی ضرورت ہے۔ دنیا میں کوئی ضرورت ہو، پیسہ ایسی چیز ہے کہ اس سے ہر ضرورت پوری کی جاسکتی ہے۔ اور اگر آج کوئی ضرورت درپیش نہیں تو کل ضرورت کے لیے رکھ سکتے ہیں۔ کھانے کی ضرورت بھی پیسوں سے پوری ہوسکتی ہے۔ اس لیے صدقہ، خیرات میں نقد پیسہ دینا سب سے زیادہ افضل ہے۔ جس چیز میں مسکین کا فائدہ زیادہ ہو اس میں

ثواب بھی زیادہ ہے۔ نقد دینے میں ایک فضیلت یہ ہے کہ مخفی ہوگا، جس پر یہ بشارت کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے سایہ میں جگہ عطاء فرمائیں گے اور دوسری فضیلت یہ کہ اس میں مسکین کا زیادہ فائدہ ہے تو اس میں ثواب بھی زیادہ ہوگا۔

شیطان کا سبق اور اس کا نتیجۂ بد:

شیطان نے سمجھا رکھا ہے کہ کھانا ہی کھلاؤ۔ خواہ پہلے سے اس کے پیٹ میں درد ہو تو بھی کھانا ہی کھلاؤ، جب ثواب ملے گا ورنہ نہیں ملے گا اور سب سے مزے کی بات یہ کہ ثواب تو ہے مسکین کو صدقہ دینے میں، لیکن کھانا کھلاتے وقت مسکین کو کوئی قریب بھی نہیں پھٹکنے دیتا۔ سارے کا سارا اعزہ و اقارب ہی مل کر کھا جاتے ہیں۔ نام ہو رہا ہے ایصالِ ثواب کا اور کھا جاتے ہیں برادری والے۔ اور پھر یوں بھی غیرت نہیں آتی کہ ایسے مواقع پر بڑے بڑے اغنیاء خود کو مساکین بنا لیتے ہیں، ان کی غیرت گوارا کیسے کرتی ہے۔ جہاں تیجا، دسواں اور اللہ جانے کیا کچھ خرافات ہوتی ہیں، وہاں بڑے بڑے امراء و اغنیاء اور اہل ثروت بھی اس طرح شریک ہو جاتے ہیں جیسے یہ بھی مسکین ہی ہیں، سب سے بڑے مسکین خود بن جاتے ہیں یہ کتنا بڑا ظلم ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا کتنا بڑا مقابلہ ہے، کیسا فریب اور کیسی دیدہ دلیری ہے کہ خود ہی مسکین بن بیٹھے اور خود ہی مسکینوں کا حق کھا گئے۔

جب ثواب زیادہ نقد صدقہ دینے میں ہے وہ مخفی بھی رہتا ہے اور مسکین کی ہر حاجت اس سے پوری ہو جاتی ہے اور نقد صدقہ جائے گا بھی صرف مساکین کے پاس تو پھر یہ طریقہ کیوں اختیار نہیں کیا جاتا؟ اور اسی پر کیوں اصرار کیا جاتا ہے کہ کھانا ہی کھلایا جائے؟ اس میں ایک اور قباحت یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرماتے ہیں کہ ایصال ثواب کے لیے جو کر سکیں، جتنا کر سکیں، جہاں کر سکیں، جب کر سکیں، جس حالت میں کریں، اخلاص سے ہونے والی ہر نفل عبادت کو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے قبول فرماتے ہیں، وہ ہر

جگہ موجود ہیں، دیکھنے والے ہیں، عبادتوں کو قبول کرنے والے ہیں، وہ سمیع و بصیر ہیں، علیم و خبیر ہیں مگر شیطان نے کیا پٹی پڑھا رکھی ہے کہ بس تیسرے ہی روز میں آگے پیچھے ہرگز نہیں اور کریں گے بھی مُردے کے گھر پر ہی جا کر۔ اگر اپنے اپنے گھر ایصال ثواب کرلیا تو اللہ تعالیٰ قبول نہیں کریں گے اور دیکھنا الگ الگ نہ کرنا اکٹھے ہو کر ہی کرنا، الگ الگ کرلیا تو ان کا اللہ یعنی شیطان قبول نہیں کرے گا۔ ان کا اللہ تو شیطان ہی ہوا، جب ہی تو ان کا طریقہ اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقے سے الگ ہے۔

ایصال ثواب کی غلط پابندیاں:

اللہ تعالیٰ کی رحمت تو بہت وسیع ہے، جہاں بھی کرلیں، جب بھی کرلیں یہاں سب قبول ہے لیکن لوگوں نے اتنی پابندیاں لگا رکھی ہیں کہ تیسرے، دسویں اور چالیسویں دن ہی ہو، مُردے کے گھر پر ہو اور سب لوگ اکٹھے ہو کر ہی کریں اور سب لوگ مل کر ایک ہی چیز پڑھیں۔ جہاں قرآن کریم ختم کرنا ہے وہاں اگر کوئی یہ کہے کہ میں اتنی دیر نفل پڑھ لیتا ہوں یا تسبیح پڑھ لیتا ہوں، اس کا بھی ثواب پہنچے گا لیکن نہیں، اس کی اجازت نہیں۔ سب کو وہی کرنا ہے جو دوسرے کر رہے ہیں۔ اور پھر اللہ بچائے، اللہ بچائے، میں ایک بار اتفاقاً علمی میں ایک ایسی ہی مجلس میں پہنچ گیا جیسے ہی قرآن کریم ختم ہوا ایک شخص گرو بن کر کھڑا ہوا پورا قرآن کریم ختم ہونے کے بعد گرو نے پھر پڑھنا شروع کیا پہلے سورہ فاتحہ پڑھی، پھر سورۂ بقرہ کا پہلا رکوع پڑھا، پھر آخری رکوع پڑھا اور پھر یاد نہیں کہ بیچ بیچ میں سے کیا کیا پڑھا۔ ایک پڑھ رہا ہے۔ دوسرے سن رہے ہیں، وہ امام بنا ہوا ہے دوسرے سب مقتدی بنے ہوئے سن رہے ہیں، اس کے بعد کچھ لمبی لمبی دعائیں پھر کھانا کھلانے کا دور شروع ہوگیا۔

ایصال ثواب کے کھانے کا شرعی حکم:

میں نے کہا کہ اگر یہ دعوت میں ثواب نہیں سمجھ رہے، صرف برادری کے خوف سے

کر رہے ہیں تو بھی ناجائز ہے مگر بدعت نہیں اور ثواب سمجھ کر کر رہے ہیں تو یہ بدعت ہے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے خلاف اور ان کا مقابلہ ہے، گھر والے کہنے لگے کہ اگر ہم ثواب نہ سمجھتے تو کیوں کرتے؟ ثواب ہی کے لیے تو کر رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ پھر تو یہ کھلی بدعت ہے اگر آپ اسے کارِثواب نہ سمجھتے صرف لوگوں کے خوف سے کرتے تو یہ غیر اللہ کی عبادت ہوتی کہ اللہ سے نہیں ڈرتے، لوگوں سے ڈر رہے ہیں مگر جب آپ یہ بتا رہے ہیں اسے کارِثواب سمجھ کر رہے ہیں تو یہ اللہ ورسول اللہ صلی اللہ علیہ سے بغاوت اور ان کا مقابلہ ہوگیا اس لیے کہ جسے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ثواب کا طریقہ نہیں بتایا آپ کون ہوتے ہیں اس میں ثواب بتانے والے۔ ایک ناچیز بندہ اور مقابلہ کرے اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کا۔

اللہ تعالیٰ کی آسانیاں اور بندوں کی پابندیاں:

لِلّٰہ! اپنی جانوں پر رحم کیجیے، کچھ تو سوچیے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کے لیے آسانیاں پیدا کریں کہ آپ جب چاہیں جس وقت چاہیں، جہاں چاہیں نفل عبادات کریں اور جس حال میں چاہیں کریں، مجلس میں، بازار میں، گھر میں، دوکان پر، مسجد میں، کہیں بھی ہوں خواہ چل رہے ہوں، بیٹھے ہوں، کھڑے ہوں، لیٹے ہوں، کسی بھی حالت میں ہوں، آپ جو بھی عبادت کریں گے اللہ تعالیٰ کے یہاں سب قبول ہے، اللہ تعالیٰ اس کا ثواب پہنچادیتے ہیں بس صرف آپ کی نیت کی ضرورت ہے، صرف نیت کرلیجیے کہ اس کا ثواب فلاں کو ملے، مل جائے گا۔ مگر آپ نے تو یہ فیصلہ کر رکھا ہے کہ جب تک سب اکٹھے ہوکر زور نہیں لگائیں گے ثواب نہیں پہنچے گا، مجمع ہو اور ساتھ ساتھ ڈرائیور بھی ہو گارڈ بھی ہو ثواب پہنچانے کے لیے ڈرائیور آگے سے بھی پڑھے، پیچھے سے بھی پڑھے، اِدھر اُدھر سے بھی پڑھے جب ثواب پہنچے گا۔ معاذ اللہ! ویسے گویا اللہ تعالیٰ کو پتا نہیں چلتا۔

شکم پرست جعلی مُلّاؤں کے دھوکے:

اللہ تعالیٰ پیٹ کی جہنم سے حفاظت فرمائیں۔ شکم پرست مُلّاؤں نے اپنا پیٹ پالنے کے لیے عوام کو بڑے فریب دے رکھے ہیں۔ ایصال ثواب میں جو ڈرائیور کی ضرورت ہے یہ بھی سب پیٹ پالنے ہی کا دھندا ہے طرح طرح کی پٹی اور سبق پڑھا رکھے ہیں نہ مُردے کو ثواب پہنچے سوائے مُلّا کے اور نہ مُردے کو غسل دے سکیں سوائے مُلّا کے۔

ایک شکم پرست مُلّا کا قصہ:

ایک صحیح العقیدہ مسلمان کے چچا کا انتقال ہو گیا وہ اپنے چچا کو خود نہلانے لگے دنیوی لحاظ سے بڑے بڑے کارخانوں کے مالک ہیں، کئی کمپنیاں ان کی چل رہی ہیں، بہت اونچے طبقے کے ہیں۔ انہوں نے میت کو خود غسل دیا وہاں ایک قسم کا مُلّا پہنچ گیا اور کہنے لگا کہ میں نہلاؤں گا، انہوں نے کہا کہ نہیں آپ فکر نہ کریں پیسے میں آپ کو دے دوں گا نہلاؤں گا میں خود۔ لیکن وہ مسلط رہا۔ صاحب خانہ تو خاموشی سے سنت کے مطابق نہلانے میں مشغول تھے اور وہ مُلّا چلا چلا کر پڑھنے لگا اور ایسی ایسی دعائیں جن کا کوئی ثبوت ہی نہیں، اللہ جانے کہاں کہاں سے نکال کر لے آیا تھا۔ انہوں نے بار بار کہا کہ بڑے میاں! آپ کو پیسہ مل جائے گا، آپ آرام سے بیٹھیں، آپ کو محنت کرنے کی ضرورت نہیں، ذرا فارغ ہو جاؤں، آپ کو پیسے دے دوں گا مگر وہ چلا چلا کر پڑھے ہی جا رہا تھا۔ اس کو یہ خطرہ تھا کہ اگر اس نے محنت نہ کی تو پیسہ نہیں ملے گا وہ اپنی محنت کرتا ہی رہا اور جب میت کو قبر میں داخل کیا تو وہاں بھی پھر وہی حرکت شروع کر دی، پھر انہوں نے سمجھایا کہ تجھے پیسے دے دوں گا کیوں اس طرح پریشان کر رہا ہے مگر وہ نقال باز نہ آیا، اگر اس کو پہلے ہی دو چار سو روپے دے دیتے تو خاموش ہو جاتا مگر وہ بیچارے اپنے کام میں مشغول۔ سوچا فارغ ہو کر دے دوں گا مگر اس کو یہی دھن کہ

میں اپنی محنت جتاؤں۔

ایصالِ ثواب میں پیٹ کے پجاری مُلاَّ نے سمجھا رکھا ہے کہ اگر آپ نے صرف نیت کر لی تو ثواب نہیں پہنچے گا۔ نیت کرنا تو کیا، آپ سارا قرآن پڑھ کر گھنٹوں دعائیں کیوں نہ کرتے رہیں جب تک ڈرائیور نہیں ہو گا ثواب نہیں پہنچے گا، ہاں ڈرائیور لاؤ تو کام بنے گا۔ پھر ڈرائیور کی قیمت بھی بہت بڑی زبردست۔

دوسرے شکم پرست مُلاَّ کی حکایت:

ایک مسجد میں امام صاحب کو لوگ جمعہ کی رات میں کھانا دیا کرتے تھے کہ وہ ان کے مُردوں کو پہنچا دیا کریں گویا کہ ان کو ایصالِ ثواب کا ڈرائیور بنا رکھا تھا۔ نماز کا بھی ڈرائیور اور ایصالِ ثواب کا بھی۔ ایک بار مسجد میں کچھ مسافر آئے ہوئے تھے لوگ کچھ کھانا ان مسافروں کو دے گئے کہ جب ہمارے مُردوں کی روحیں آئیں تو انہیں کھانا تم ہی دے دینا۔ اب مُلاَّ جی کو بڑا خطرہ لاحق ہو گیا کہ یہ کام تو بڑا خراب ہوا۔ فجر کی نماز سے قبل دروازے بند کر کے لاٹھی کبھی اِس دیوار پر ماریں، کبھی اُس دیوار پر، لاٹھی مار مار کر نشان ڈال دیے اور چلانا شروع کر دیا: ''نکلو، نکلو! کیا شور مچا رکھا ہے نکلو یہاں سے'' بس لاٹھی سے مار رہے ہیں کبھی دروازوں پر پڑ رہی ہے، کبھی دیواروں پر۔ لوگ آئے دروازہ کھلوایا۔ پوچھا خیر تو ہے؟ کہا کہ روحیں آئی تھیں میں تو پہچانتا تھا کہ کون ہے، تمہارے خاندان والوں کو سب کو جانتا ہوں پرانا مُلاَّ ہوں، ہر ایک کا ثواب اس کے رشتہ داروں کو پہنچاتا تھا۔ رات کو تم لوگوں نے کھانا مسافروں کو دے دیا وہ ناواقف تھے انہوں نے کھانا صحیح تقسیم نہیں کیا اس لیے روحوں نے مسجد میں آکر رات بھر ہنگامہ مچائے رکھا۔ اب فجر کی نماز کا وقت ہوا تو میں ان کو بھگا رہا تھا، وہ آپس میں لڑ رہی تھیں ہر ایک کہتی تھی یہ میرا ہے، یہ میرا ہے، یہ میرا ہے۔ ان روحوں نے ایک ہنگامہ مچا رکھا تھا میں ان کو مار مار کر بھگا رہا تھا۔ لوگوں نے کہا واقعی بات تو صحیح ہے آیندہ کبھی کسی مسکین و مسافر

لوگ۔ ۔ نہ دیں گے بس آپ ہی کو دیں گے آپ فرداً فرداً سب کو جانتے ہیں۔ پیٹ کی ۔۔م یہ ساری حرکتیں کرواتی ہے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

ایک غلط عقیدہ کی اصلاح:

آخر میں ایک اور غلط عقیدہ کی اصلاح بھی ضروری ہے وہ یہ کہ ایصال ثواب کے لیے جو چیز مسکین کو دی جاتی ہے بعینہٖ وہی چیز مردوں کو نہیں پہنچتی بلکہ اس کا ثواب پہنچتا ہے۔ عوام کا یہ عقیدہ کہ بعینہٖ وہی چیز مُردوں کو ملتی ہے یہ غلط ہے۔

بدعات کے ماحول میں وصیت کرنا فرض ہے:

ایک مسئلہ اور سمجھ لیجیے وہ یہ کہ جس خاندان میں ایصالِ ثواب کے غلط طریقے رائج ہیں اگر وہاں کسی کو اصلاح اور توبہ کی توفیق ہوجائے تو اسے چاہیے کہ اپنے خاندان کے ہر فرد کو وصیت کردے کہ اس کے مرنے پر ایسی کوئی بدعت ہرگز نہ کی جائے اور ایصال ثواب سنت کے مطابق کیا جائے۔ یہ وصیت کرنا اس پر فرض ہے اگر ایسی وصیت نہیں کی تو اس کے مرنے پر جو بدعات ہوں گی ان کا گناہ اور عذاب اس میت پر بھی ہوگا۔ اور یہ اوپر بتایا جاچکا ہے کہ بڑے سے بڑے کبیرہ گناہ سے بھی بدعت کا گناہ اور عذاب زیادہ ہے۔

ایک عبرت آموز قصہ:

ایک خاتون میرا یہ بیان سن کر بفضلہٖ تعالیٰ اس قدر متاثر ہوئیں کہ اپنی اولاد کو بہت تاکید سے باربار وصیت کرتی رہیں کہ دیکھنا میرے مرنے پر تیجا، چالیسواں ہرگز نہ کرنا۔ مزید تاکید کے لیے اصرار کرتی رہیں کہ میری یہ وصیت ٹیپ کرلو کہ میرے مرنے پر دیگیں ہرگز نہ چڑھانا بلکہ جتنا ہوسکے سنت کے مطابق ایصالِ ثواب کرنا۔ جب ان کی اولاد نے بدعات سے بچنے کا پورا اطمینان دلایا تو انہیں سکون ہوا۔ چندروز ہوئے اس خاتون کا انتقال ہوگیا اور بحمد اللہ تعالیٰ کوئی بدعت نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں

اوران کے اس جہاد کو دوسروں کے لیے بھی ہدایت اور ہمت کا ذریعہ بنائیں۔ان کی اس ہمت کو دیکھ کر جتنے لوگوں کو بھی ہدایت ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ ان سب کا ثواب اس خاتون کے نامۂ اعمال میں بھی لکھا جائے گا بدعت کے ماحول میں اتباعِ سنت بہت بڑا جہاد ہے۔

یا اللہ! ہمیں اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی صحیح محبت عطاء فرما، صحیح عظمت عطاء فرما، صحیح اطاعت عطاء فرما، اتباعِ سنت عطاء فرما۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد
وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.

بسم اللہ الرحمن الرحیم
مَنْ يُرِدِ اللّٰهُ بِهِ خَيْرًا يُفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ
العاجز ۱۴۱۶ھ
اللہ تعالےٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ فرماتے
ہیں تو اُس کو دین میں فہم عطاء فرما دیتے ہیں (صحیح بخاری)

بدعاتِ رمضان

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ بدعاتِ رمضان

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بتاریخ: ☜ ۴؍شوال ۱۴۱۹ھ

بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ رجب ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۳۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

بدعاتِ رمضان

(۴؍شوال ۱۴۱۹ھ)

اَلْحَمْدُلِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۡ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۭ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (۵-۵۴)

”اے ایمان والو! جو شخص تم میں سے اپنے دین سے پھر جائے تو اللہ تعالیٰ بہت جلد ایسی قوم کو پیدا کردے گا جن سے اللہ تعالیٰ کو محبت ہوگی اور ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہوگی مہربان ہوں گے وہ مسلمانوں پر تیز ہوں گے کافروں

پر جہاد کرتے ہوں گے اللہ کی راہ میں اور وہ لوگ کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جس کو چاہیں عطاء فرمائیں اور اللہ تعالیٰ بڑی وسعت والے ہیں بڑے علم والے ہیں۔“

رمضان کی حکمت:

رمضان میں اللہ تعالیٰ نے یہ حکمت بیان فرمائی ہے کہ اس سے اللہ کا بندہ کہلانے والا صحیح طور پر اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ اللہ کا بندہ تو وہ ہوتا ہے جو اللہ کی ہر نافرمانی سے بچے، جو ہر نافرمانی سے نہیں بچتا وہ کتنے ہی دعوے کرتا رہے مگر وہ اللہ کا نہیں نفس و شیطان کا بندہ ہے۔ وعظ ”رمضان ماہ محبت“ چھپا ہوا ہے اس میں بہت تفصیل سے یہ بتایا گیا ہے کہ اس مہینے میں اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے بچنے بچانے کے کتنے نسخے بیان فرمائے ہیں۔ جو شخص ان نسخوں کو استعمال کرے گا وہ گناہوں سے بچ جائے گا۔

حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

رمضان گذرنے کے بعد شوال کے بالکل شروع میں حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ایک وعظ میرے سامنے آیا جس کا نام ہے ”تطہیر رمضان“ یعنی رمضان کو گناہوں سے پاک کرنا۔ یہ وعظ ۲۱ رشعبان ۱۳۱۹ ہجری میں ہوا ہے۔ آج سے سو سال پہلے، پوری ایک صدی گذر گئی۔ اسے پڑھ کر ادھر توجہ ہوئی کہ رمضان کے بارے میں بیان تو ہوتے رہتے ہیں، اس کی کیسٹیں بھی ہیں مطبوع وعظ بھی ہے۔ ان سب میں یہی تفصیل ہے کہ رمضان ماہ محبت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کرنے اور بڑھانے کے نسخے ہیں مگر میں نے کبھی رمضان میں ہونے والے گناہوں کی تفصیل نہیں بتائی کہ رمضان میں یہ یہ گناہ ہوتے ہیں، بہت بڑے بڑے گناہ لوگ ثواب سمجھ کر کرتے ہیں جب تک ان گناہوں کو نہیں چھوڑیں گے اللہ کی محبت پیدا نہیں ہوسکتی۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے رمضان سے ایک مہینہ پہلے شعبان میں اسی پر بیان فرمایا۔ امت میں

جو درد ہوتے تھے حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ وہی نبض پکڑتے تھے اور اسی پر بیان فرماتے تھے، وعظ کا نام بھی دیکھیے کیسا عجیب رکھا ''تطہیر رمضان'' رمضان کو گناہوں سے منکرات سے، بدعات سے پاک کرنا۔

وعظ ضرورت کے مطابق ہونا چاہیے:

جن جن اوقات میں بدعات ومنکرات ہورہے ہوں ان پر وعظ وتنبیہات اسی زمانے میں یا اس سے پہلے قریبی زمانے میں ہونی چاہئیں۔ رمضان کی بدعات ومنکرات کے بارے میں لوگ ٹیلیفون پر پوچھتے رہتے ہیں انہیں فرداً فرداً تو بتا تارہا ہوں کہ یہ ناجائز ہیں لیکن اہتمام سے کسی عام مجمع میں اس پر بیان نہیں ہوا۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کا یہ معمول تھا کہ جس زمانے میں جس چیز کی ضرورت ہوتی تھی اس پر بیان فرماتے تھے اسی لیے تو حکیم الامۃ ٹھہرے۔

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم دیوبند میں بہت اونچے استاذ تھے، صحیح مسلم پڑھاتے تھے، میرے بھی استاذ ہیں۔ بہت بڑے عالم تھے، بڑا عالم ہونے کے لیے دیوبند کا نام ہی کافی ہے۔ حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب بلیاوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مقام بہت بلند تھا بہت بلند، پڑھانے کا طریقہ ایسا سلیس، تقریر ایسی بہترین کہ جو بیان فرماتے تھے بات دلوں میں اترتی چلی جاتی تھی انداز بیان کی خوبی کے ساتھ چہرے پر دلکش مسکراہٹ، بہت عجیب شخصیت تھے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں۔ انہوں نے سبق کے دوران حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے بارے میں فرمایا میں ان کے وعظ کے سوا کسی عالم کے وعظ میں ہرگز نہیں جاتا صرف ان کے وعظ میں جاتا ہوں۔ حالانکہ عمر کا کوئی زیادہ فرق نہیں ہوگا پھر ان کا منصب بھی اتنا بڑا کہ دارالعلوم دیوبند کے چوٹی کے اساتذہ میں سے تھے۔ مسند دارالحدیث پر بیٹھنے والے اور پھر وہاں حدیث کے طلبہ کئی کئی سو ہوتے تھے اتنے بڑے مجمع میں اعتراف کررہے

ہیں کہ میں صرف ان کا وعظ سننے جاتا ہوں اس لیے کہ وہ ایسی چیزیں بیان فرماتے ہیں جن کی ضرورت ہوتی ہے، امت میں جو درد ہوتا ہے جو روگ ہوتا ہے اس کی نبض پکڑتے ہیں اس کو ٹھیک کرتے ہیں جبکہ دوسرے علماء ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہتے ہیں ضرورت کی چیزیں بیان نہیں کرتے۔

دوسروں تک بات پہنچانے کا طریقہ:

ایک بات اور سمجھ لیں تاکید کیا کرتا ہوں، فون پر لوگوں کو بتاتا رہتا ہوں اور آپ سب لوگوں کو پھر تاکید کرتا ہوں اس پر عمل کریں دوسروں کو بھی بتائیں وہ یہ کہ بعض مسائل ایسے بتائے جاتے ہیں کہ دوسرے لوگ انہیں نہیں مانتے کبھی تاویلیں کرتے ہیں اور کبھی میرے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ تو بڑا سخت ہے، ان کے سامنے میرا نام نہ لیا کریں بلکہ انہیں یہ بتایا کریں کہ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''بہشتی زیور'' میں لکھا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''اصلاح الرسوم'' میں لکھا ہے۔ حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''امداد الفتاویٰ'' میں لکھا ہے، ان کا نام لیں کیونکہ اگر میرا نام لیتے ہیں تو لوگ یہی کہتے ہیں کہ یہ تو بڑا سخت ہے۔ کوئی ان لوگوں سے یہ پوچھے کہ سخت کا کیا مطلب ہے؟ میں تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتیں بتاتا ہوں، اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ اللہ و رسول بہت سخت ہیں۔ میں کوئی اپنی طرف سے باتیں تھوڑا ہی بناتا ہوں، میں باتیں بناتا نہیں بتاتا ہوں، اپنے اللہ کے قوانین بتاتا ہوں۔

حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کی استقامت کے دو قصے:

ذرا آج حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ کے کچھ حالات بھی سن لیجیے زیادہ نہیں صرف دو قصے آپ کی استقامت کے سناؤں گا تاکہ کچھ سمجھ لیں کہ کون تھے حکیم الامۃ۔ یاد رکھیے اور دوسروں کو بھی پہنچائیے۔

۱ بھتیجی کی شادی:

آپ کی بھتیجی کا نکاح تھا کسی دوسرے شہر میں نہیں وہیں تھانہ بھون میں۔ آپ بھائی کو بتائے بغیر بارات آنے سے پہلے تھانہ بھون چھوڑ کر قریب میں کوئی گاؤں تھا بھینسانی وہاں چلے گئے اور کسی سے کہہ دیا کہ اگر بھائی مجھے ڈھونڈیں تو انہیں بتادیں کہ وہ کہیں چلا گیا ہے۔ حالانکہ اس شادی میں کوئی منکرات وخرافات وغیرہ نہیں تھیں شاید محض یہ بات ہو کہ اتنی بڑی بارات کیوں آرہی ہے، شادی کے لیے تو ایک آدمی بھی کافی ہے۔ میری شادی کیسے ہوئی انوار الرشید میں آپ لوگوں نے پڑھا ہی ہوگا ہوسکتا ہے کہ بعض لوگوں نے نہ پڑھا ہو تو چلیے سن لیجیے۔ میری بارات میں ڈھائی آدمی تھے ایک تو میں، ویسے تو مجھے بارات میں شمار کرنا صحیح نہیں کیونکہ دولہا تو بارات میں شمار نہیں کیا جاتا، اس لیے بارات میں کل ڈیڑھ آدمی ایک حضرت والد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ اور ایک چھوٹا بھائی وہ چونکہ نابالغ تھے اس لیے انہیں آدھا شمار کر رہا ہوں۔ آپ بتائے بغیر بھینسانی تشریف لے گئے۔ بھائی نے تلاش کروایا تو وہ کہیں مل ہی نہیں رہے۔ قریب قریب جو گاؤں تھے وہاں آدمی بھیجے ان میں سے کوئی بھینسانی بھی پہنچ گیا تو حضرت نے اس سے فرمایا کہ بھائی سے جا کر کہہ دو کہ زندہ ہوں صحیح سلامت ہوں جب بارات واپس چلی جائے گی میں آجاؤں گا۔ بارات کے جانے کے بعد آپ واپس تشریف لے آئے، یہ ہیں حضرت حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ۔

۲ ختنے کی رسم:

کسی کے ہاں ختنے کی رسم تھی۔ اس نے ختنے کی دعوت دی اور دھوکہ دینے کے لیے یہ ظاہر کیا کہ ایسے ہی اکابر علماء دیوبند کی دعوت کر رہے ہیں۔ دیوبند کے بڑے بڑے اساتذہ اس دعوت میں تشریف لے گئے۔ حضرت حکیم الامۃ جب وہاں پہنچے تو دستور کے مطابق ڈھنڈورا پیٹنے کی آواز آئی کہ ختنے کی دعوت ہے، حضرت تصنیف کا کام ساتھ

لے گئے تھے اور احتیاطاً لالٹین بھی اپنی ساتھ لے لی تھی جیسے ہی یہ سنا کہ یہ ختنے کی دعوت ہے کسی کو بتائے بغیر لالٹین اٹھائی اور چل پڑے۔ رات کا وقت اور راستہ بھی کیسا کہ فصلوں میں سے، ایسے مشکل اور پر خطر رستے سے گزرتے ہوئے ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے ٹکٹ لیا اور سوار ہو کر سیدھے تھانہ بھون۔

بات ہو رہی تھی حضرت حکیم الامۃ کے وعظ ''تطہیر رمضان'' کی اس وعظ میں ختم قرآن کے موقع پر مٹھائی تقسیم کرنے کی بدعت کے بارے میں فرمایا کہ یہ بری رسم اور بدعت اتنی جڑ پکڑ گئی ہے اتنی گہری اتر گئی ہے کہ علماء خواص اور عوام سب مل کر اس کو ختم کرنے کی پوری کوشش کریں تو پچاس سال سے پہلے ختم نہیں ہوگی اس کو ختم کرنے میں کم سے کم پچاس سال لگیں گے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ حکیم الامۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ سب مل کر اسے ختم کرنے کی کوشش کریں تو بھی کم سے کم پچاس سال لگیں گے، سوچنے کی بات یہ ہے کہ اب تو سو سال ہو گئے، سو سال میں ختم ہونے کی بجائے اور بڑھ گئی اس کی وجہ کیا ہے؟ اس وجہ کو جتنا سوچیں گے اسی قدر ہدایت ہوگی ان شاء اللہ تعالیٰ۔ وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تو یہ فرمایا کہ سب مسلمان عوام و خواص اسے ختم کرنے پر لگ جائیں تو پچاس سال لگیں گے، لیکن ختم کرنے پر لگے ہی نہیں۔ آپ بتائیں آپ نے کسی مولوی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ یہ رسم بدعت ہے اس کو ختم کریں۔ میرا خیال ہے کہ اگر اس زمانے کے مولویوں سے کوئی کہے کہ یہ کام بدعت ہے ناجائز ہے، اسے چھوڑنا چاہیے تو وہ اس کے پیچھے پڑ جائیں گے کہ ارے یہ کہاں سے نکل آیا یہ تو بڑا سخت ہے عجیب عجیب باتیں نکالتا رہتا ہے، پاگل ہے، اس کی بات تو ماننا ہی نہیں چاہیے، عام طور پر مولوی لوگ شاید ایسے ہی کہیں گے، اللہ تعالیٰ ہدایت دیں۔

اس سے پہلے مجھے عام خطاب کے ذریعہ اس بدعت کی اصلاح کی طرف توجہ اس لیے نہ ہوئی کہ مجھے اس بدعت کے اس قدر عام ہونے کا علم ہی نہ تھا۔ ہماری آنکھ جس ماحول میں کھلی اس میں اس بدعت کا کوئی نام و نشان نہیں تھا پھر ذرا ہوش سنبھالنے پر

زندگی مدارس دینیہ میں گذری وہاں بھی اس بدعت کا کوئی وجود نہ تھا ؎

یہی فردوس ہے جس میں ہوئی ہے ابتدا میری
اسی فردوس میں ہو یا الٰہی انتہا میری

وعظ ”تطہیر رمضان“ جب نظر سے گذرا تو مجھے خیال ہوا کہ اگرچہ اب اس کا موقع تو گزر گیا یہ بیان ہونا چاہیے تھا شعبان یا رمضان میں مگر اللہ تعالیٰ نے یہ بات دل میں ڈال دی کہ رمضان میں ہونے والے کبیرہ گناہ جنہیں لوگ ثواب سمجھ کر کر رہے ہیں ان کی تفصیل بتائی جائے تاکہ آیندہ کے لیے شاید کسی کو ہدایت ہو جائے۔ رمضان میں جن فسادات کا بیان کروں گا ان میں سے اکثر تو بدعات ہی ہیں لیکن بعض بدعات نہیں صرف رسوم قبیحہ ہیں تغلیباً اس بیان کا نام ”بدعات رمضان“ رکھ دیا ہے۔

ارتداد کے درجات:

بیان کے شروع میں جو آیت میں نے پڑھی ہے اس کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ارتداد کا ذکر ہے:

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَنْ یَّرْتَدَّ مِنْكُمْ

ارتداد کے لغوی معنی ہیں کسی بات سے پھر جانا۔ اس ارتداد کے مختلف درجات ہیں:

پہلا درجہ:

عام کافر، کافروں کے گھروں میں جو پیدا ہوئے وہ اس معنی میں مرتد ہیں کہ وہ قول سے پھر گئے۔ ازل میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں سے جو عہد لیا تھا:

اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ط (۷-۱۷۲)

”کیا میں تمہارا رب نہیں؟“

سب نے بلا سوچے سمجھے، بلا تاخیر یک زبان ہو کر کہا: **بَلٰی** ”ہاں ہاں تو ہمارا رب ہے“ یہ کہہ کر اللہ کی حکومت کو تسلیم کر لیا۔ دنیا میں بھی اگر کسی بادشاہ کی حکومت کو تسلیم کیا

جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ صرف زبان سے یہ اقرار کرتے رہیں کہ آپ بادشاہ ہیں ہم آپ کی حکومت کو تسلیم کرتے ہیں لیکن اس بادشاہ کے بنائے ہوئے قوانین پر اس کے احکام پر بالکل عمل نہ کریں، اسے حکومت کو تسلیم کرنا نہیں کہتے ،حکومت کو تسلیم کرنے کا مطلب یہ ہے کہ تیرے ہر حکم کو مانیں گے کسی بھی حکم کے خلاف نہیں کریں گے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی جتنی بھی اولاد قیامت تک پیدا ہوگی سب نے اللہ تعالیٰ سے یہ اقرار کیا ہے کہ یا اللہ! تو ہمارا رب ہے، ہم تیرا ہر حکم مانیں گے پھر جب دنیا میں آئے تو کافروں کے ہاں پیدا ہونے والے اپنے ماں باپ وغیرہ کے اثر سے کافر ہو گئے، اس طرح اللہ تعالیٰ سے جو وعدہ کیا تھا وہ اس سے پھر گئے اس لحاظ سے وہ بھی مرتد ٹھہرے۔

دوسرا درجہ:

مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے اس کے بعد انہوں نے اسلام سے انکار کر دیا، اسلام کو چھوڑ کر کوئی دوسرا مذہب اختیار کر لیا یا لا مذہب ہو گئے دہریہ وغیرہ بن گئے۔ اللہ تعالیٰ سب کی حفاظت فرمائیں۔

تیسرا درجہ:

اسلام سے تو انکار نہیں کرتے مگر اسلام کا معنی، مطلب، مفہوم اپنی طرف سے گھڑ لیا۔ جو مطلب اور مفہوم اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا اس کو چھوڑ کر الحاد کیا اپنی طرف سے کچھ مطلب بنا لیے یہ بھی مرتد ہیں۔ انہیں ''زندیق'' کہتے ہیں جیسے شیعہ، قادیانی، آغا خانی، منکرین حدیث، ذکری وغیرہ۔ یہ لوگ خود کو مسلمان کہتے ہیں، مسلمان کہلاتے ہیں مگر درحقیقت مسلمان نہیں اسلام کے عقائد کے منکر ہیں یہ بھی مرتد ٹھہرے کہ جو قول وقرار کیا تھا اس سے پھر گئے۔ یہ لوگ دوسرے کفار و مرتدین سے بدتر ہیں یہ بدترین کفار ہیں سزا کے معاملہ میں بھی ان کا حکم دوسرے کفار و مرتدین سے مختلف ہے کہ گرفتاری کے

بعد ان کی توبہ قبول نہیں انہیں قتل کر دینے کا حکم ہے جب کہ دوسرے کفار و مرتدین کی گرفتاری کے بعد بھی توبہ قبول کی جاتی ہے۔

چوتھا درجہ:

توحید و رسالت میں تو دخل اندازی نہیں کی، الحاد نہیں کیا مگر دوسرے احکام میں انہوں نے بھی الحاد کیا جیسے بدعتی لوگ وہ بھی اسلام میں تحریف کرتے ہیں۔ اسلام سے انکار نہیں کر رہے لیکن اسلام کے احکام جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائے ان میں پیوند کاری شروع کر دی اس پر بہت تفصیل سے بیان ہوتے ہی رہتے ہیں کہ بدعتی کا گویا خیال یہ ہوتا ہے کہ معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ کو ان چیزوں کا پتا ہی نہیں چلا ان پر الگ سے کوئی فرشتہ نازل ہوتا ہے، ان پر تو شیطان نازل ہوتا ہے۔ اس معنی میں یہ بھی مرتد ٹھہرے۔

پانچواں درجہ:

اگر کسی کے عقائد بالکل صحیح ہوں توحید و رسالت کا بھی در پردہ انکار نہیں کیا، بدعتی بھی نہیں مگر ویسے گناہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کرتا ہے، ڈاڑھی منڈاتا کٹاتا ہے، عورتیں پردہ نہیں کرتیں اور مرد ٹخنے ڈھانکتے ہیں یا ٹی وی وغیرہ دیکھتے ہیں ایسے ایسے جو گناہ کرتے ہیں لغوی معنی کے اعتبار سے یہ بھی مرتد ہیں۔ بات وہی ہے ہر مرحلہ میں یاد رکھیے ارتداد کے معنی ''قول و قرار سے پھر جانا'' ازل میں انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اقرار کیا کہ یا اللہ! ہاں تو ہمارا رب ہے تیری ہر بات مانیں گے، اس کے بعد جب مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے پھر اللہ کی ربوبیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت سے انکار نہیں کیا قبول کر لیا کہ ہم مسلمان ہیں مسلمان کے معنی ''تابع ہو کر رہنے والا'' دوبارہ اقرار کر لیا کہ یا اللہ! تیرے ہر حکم کے تابع رہیں گے، اس کے بعد ذرا ہوش سنبھالا تو کلمۂ شہادت پڑھنے لگے مجبور ہو کر نہیں کسی غلط فہمی سے نہیں سوچ سمجھ کر یہ

کلمہ پڑھا تو تیسری بار پھر یہ اقرار کرلیا کہ یا اللہ! ہم تیرے بندے بن کر رہیں گے۔ لا الٰہ الا اللہ کے معنی یہ ہیں کہ حکومت صرف تیری ہے، تیرے حکم کے مقابلہ میں ہم کسی کا حکم نہیں مانیں گے نہ نفس کا، نہ شیطان کا، نہ کسی حاکم کا، نہ کسی رشتہ دار کا، نہ کسی دوست کا، کوئی قوت، کوئی عظمت، کوئی محبت، کوئی تعلق تیرے حکم کے مقابلے میں آجائے تو ساری دنیا کو ٹھکرادیں گے صرف تیرے بندے بن کر رہیں گے۔ یہ معنی ہیں لا الٰہ الا اللہ کے۔ یا اللہ! تو نے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا فرمایا یا اللہ! تو نے لا الٰہ الا اللہ کہنے کی توفیق عطا فرمائی تیری اس رحمت کے صدقہ سے تجھ سے دعاء کرتے ہیں کہ یا اللہ! تو اس کلمہ کا مطلب اور اس کی حقیقت ہم سب کے دلوں میں صحیح معنوں میں اتار دے، اپنی مرضی کے مطابق مسلمان بنادے۔

یہ پانچ قسمیں ہیں مرتد کی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض ارشادات میں ایسے لوگوں کو بھی کافر فرمایا ہے جو ویسے اصطلاحی معنی میں کافر نہیں مسلمان ہی ہیں مگر مسلمانوں کے بعض کاموں کے بارے میں فرمایا کہ یہ کفر ہے اور بعض مسلمانوں کے بارے میں فرمایا کہ یہ کافر ہیں، مثال کے طور پر فرمایا جس نے نماز قصداً چھوڑ دی خواہ ایک نماز ہی کیوں نہ چھوڑی ہو **فقد کفر**. **قد** پکی بات **کفر** صیغۂ ماضی وہ بھی تحقق کے لیے، پکی پکی بات یہ ہے کہ جس نے ایک نماز چھوڑ دی وہ کافر ہوگیا حالانکہ مسئلہ تو یہ ہے کہ وہ کافر نہیں ہوتا، یہاں بات وہی ہے جیسے میں نے ارتداد کے بارے میں بتایا کہ ارتداد کے کئی درجات ہیں اسی طرح کفر کے بھی کئی درجات ہیں۔ اسی لیے امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب صحیح بخاری میں ایک باب رکھا ہے: **باب کفر دون کفر**. جس کا مطلب یہ ہے کہ کفر کے کئی درجات ہیں۔ بعض کفر تو ایسے ہوتے ہیں کہ جب کوئی وہ کفریہ کام کرتا ہے تو وہ اسلام سے خارج ہوجاتا ہے اس کے احکام مسلمانوں جیسے نہیں رہتے اور بہت سے کفر ایسے ہیں جو ہیں تو کفر لیکن ان کا ارتکاب کرنے والا اسلام سے خارج نہیں ہوتا اس کا نکاح مسلمانوں میں کیا جائے گا، نماز جنازہ پڑھی

جائے گی، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا اور وراثت بھی مسلمانوں میں جاری ہوگی۔ اسلام سے خارج نہیں مگر کسی درجہ کا کافر وہ بھی ہے، دراصل کفر کے معنی ہیں ''ناشکری'' اور اللہ تعالیٰ کی چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی بھی اس کی ناشکری ہے غرضیکہ ارتداد اور کفر اصطلاحی کفر سے لے کر ہر چھوٹے سے چھوٹے گناہ کو شامل ہیں اور ہر قسم کے گناہوں سے بچنا اسی وقت ممکن ہے جب اللہ تعالیٰ کی محبت کامل درجہ میں موجود ہو، فرمایا:

فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰہُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّھُمْ وَیُحِبُّوْنَہٗ

محبت کا معیار کیا ہے کون سی محبت اللہ کے ہاں قبول ہے وہ جو اس کی نافرمانیاں چھڑوا دے پھر آگے اپنے محبوب بندوں کی حالت بیان فرمائی:

اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ

مؤمنین کاملین پر مہربان اور کافرین، فاسقین پر سخت۔ آگے پھر اس کی تشریح فرمائی کہ وہ کافرین اور فاسقین پر کیسے سختی کرتے ہیں:

یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ

یہ ہر قسم کے جہاد کو شامل ہے۔ مختلف قسم کی برائیوں کو ختم کرنے کے لیے جو طریقہ بھی ضروری ہوتا ہے اسے اختیار کرتے ہیں اور پھر لوگوں کو برائیوں سے روکنے کے بارے میں ان کا حال یہ ہے:

وَلَا یَخَافُوْنَ لَوْمَۃَ لَآئِمٍ

وہ لوگوں کو برائیوں سے روکنے میں کسی کی بھی کوئی پروا نہیں کرتے ان کے دلوں میں بس ایک ہی لگن ہوتی ہے کہ اللہ کی زمین سے فتنہ وفساد ختم کر کے امن قائم کیا جائے اور امن صرف اور صرف اسلام میں ہے۔

یہاں اس وضاحت کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں کو آیت کا بیان سے ربط معلوم ہو جائے کسی کو یہ اشکال نہ ہو کہ آیت تو ارتداد کے بارے میں ہے جب کہ بیان میں ارتداد کی

بجائے بدعات ومنکرات کا ذکر ہے۔ بہت سے لوگوں کو یہ تعجب ہوتا ہوگا خاص طور پر علماء کو کہ یہ آیت کوئی پڑھ دیتا ہے حدیث کوئی پڑھ دیتا ہے بیان کچھ اور ہوتا رہتا ہے اس کی وجہیں دو ہیں:

① بسا اوقات یہ ہوتا ہے کہ میں جو بیان کرنا چاہتا ہوں اسی کے مطابق آیت پڑھتا ہوں مگر اللہ تعالیٰ دل میں باتیں کچھ اور ڈال دیتے ہیں اس لیے کہ جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد بیان سے پہلے یہ دعاء کیا کرتا ہوں کہ یا اللہ! وہ باتیں کہلوادے جو پوری امت کے لیے نافع ہوں پہلے دعاء کیا کرتا تھا کہ یا اللہ! حاضرین کے نفع کی باتیں کہلوادے لیکن اب جب سے یہ دیکھ رہا ہوں کہ اللہ کی رحمت سے میری آواز کیسٹوں کے ذریعہ، کتابوں کے ذریعہ پوری دنیا میں پہنچ رہی ہے جہاد کے علم بردار ''ضرب مومن'' کی ضربات بھی پوری دنیا میں خوب خوب لگ رہی ہیں تو اب ادھر توجہ ہوگئی کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ایک چھوٹی سی آواز کو پوری دنیا کے کونے کونے میں، چپے چپے میں پہنچارہے ہیں تو اب میں صرف حاضرین کے نفع کی دعاء کیوں کروں؟ اس لیے اب یوں دعاء کرتا ہوں کہ یا اللہ! تیرے علم میں پوری امت کے لیے جو باتیں نافع ہوں وہ میرے دل میں ڈال دے، میری زبان سے کہلوادے، آیت میں وہ پڑھتا ہوں جس پر بیان کا ارادہ ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ دل میں کچھ اور ڈال دیتے ہیں تو بیان کا رخ اس جانب مڑ جاتا ہے اور جو بات شروع ہوئی تھی وہ ادھوری رہ جاتی ہے۔

② کبھی یوں ہوتا ہے کہ جو آیت میں بیان کے شروع میں پڑھتا ہوں اس میں وہ مضمون ہوتا ہے جو بیان کرنا چاہتا ہوں بات اسی کے بارے میں ہوتی ہے مگر عوام تو عوام خواص اور علماء کو بھی پتا نہیں ہوتا کہ اس آیت سے میں نے یہ مضمون کیسے نکالا؟ جب تک میں اس کی وضاحت نہ کروں کہ اس آیت کا بیان سے کیا تعلق ہے اس وقت تک لوگوں کو پتا نہیں چلتا۔ اسی طرح اس بیان کے شروع میں بھی میں نے جو آیت پڑھی ہے ہوسکتا ہے اس کے بارے میں بعض لوگوں کو یہ خیال ہو کہ یہ بیان تو بدعات

ومنکرات کے بارے میں ہے پھر ارتداد کی آیت کیوں پڑھی اسی لیے میں نے وضاحت کردی کہ جو گناہ بھی ہو جس نوعیت کا ہو وہ ارتداد میں داخل ہے۔اس بیان میں صرف ان گناہوں کے بارے میں بتاؤں گا جن کا تعلق رمضان سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی تفصیل اپنی مرضی کے مطابق کہلوادیں اور اس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطاء فرمادیں اور قیامت تک صدقہ جاریہ بنائیں اپنی رحمت سے قبول فرمائیں۔

رمضان میں گناہوں کی کثرت:

رمضان میں ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ عام دنوں میں جو گناہ ہوتے ہیں لوگ ان سے بھی تائب ہو جاتے کیونکہ اللہ تعالیٰ فرمارہے ہیں:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۝ (۲-۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیا گیا تھا اس توقع پر کہ تم متقی بن جاؤ۔''

یہ مضمون بہت تفصیل سے وعظ ''رمضان ماہ محبت'' میں آچکا ہے کہ رمضان میں گناہ چھڑانے کے نسخے ہیں۔اس کا تقاضا تو یہ تھا کہ جو گناہ پہلے سے کر رہے ہیں رمضان میں سارے کے سارے چھوٹ جاتے مکمل طور پر اللہ کے بندے بن جاتے مگر وہ گناہ چھوٹنے تو رہے الگ رمضان میں عام دنوں کی بنسبت زیادہ گناہ کرتے ہیں، الٹا ریورس گیئر لگ جاتا ہے۔رمضان میں جو گناہ ہوتے ہیں وہ دوسرے گناہوں کی بنسبت زیادہ بڑے گناہ ہیں۔ان گناہوں کے زیادہ بڑے اور زیادہ خطرناک ہونے کی وجوہ یہ ہیں:

① اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رمضان گناہوں سے بچنے کا نسخہ ہے۔ یہ ایک نسخہ نہیں اس میں کئی نسخے ہیں پھر بھی جو انسان گناہ نہیں چھوڑتا بلکہ پہلے سے زیادہ گناہ کرتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہے کتنی بڑی بغاوت ہے کہ اللہ تعالیٰ تو فرمارہے ہیں کہ رمضان

میں تمہارے گناہ چھوٹ جائیں گے لیکن یہ اور زیادہ گناہ کر کے گویا اللہ تعالیٰ کو تحدی (چیلنج) کر رہا ہے کہ تو کہتا ہے گناہ چھوٹ جائیں گے ہم تو اور زیادہ بغاوت کر رہے ہیں۔

② مبارک مہینے میں جیسے عبادات کا ثواب زیادہ ایسے ہی مبارک مہینے میں گناہوں کا عذاب بھی زیادہ ہوگا۔

③ رمضان میں لوگ جو گناہ کرتے ہیں ان کو ثواب سمجھ کر کرتے ہیں اس کا گناہ تو بہت ہی بڑا بہت ہی بڑا ہے۔ چھوٹی سے چھوٹی بدعت کا گناہ بڑے سے بڑے گناہ سے زیادہ ہے۔ بدعت بہت بڑا جرم ہے کیونکہ:

① بدعتی اپنے علم کو اللہ کے علم سے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے، صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علم سے ائمہ کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے علم سے زیادہ سمجھتا ہے۔ کسی کو پتا نہیں تھا کہ یہ ثواب کے کام ہیں اسے پتا چل گیا۔

② یہ متوازی حکومت بنانا ہے۔ کسی حکومت کے مقابلے میں کوئی اپنی حکومت قائم کرلے تو یہ باغی ہے اور باغی کی سزا موت ہے۔ ویسے کوئی کتنے بڑے گناہ کرے، کسی حکومت کی نافرمانیاں کرے مگر اس کے مقابلہ میں متوازی حکومت نہ بنائے تو ہوسکتا ہے کہ حکومت کبھی اسے معاف کردے لیکن جو شخص کسی حکومت کے مقابلہ میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہے وہ تو کسی حال میں بھی قابل معافی نہیں ہوتا۔ یہ بدعتی لوگ جو اپنی باتیں گھڑ گھڑ کر دین میں داخل کر رہے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے باغی ہیں اللہ کی حکومت کے مقابلہ میں اپنی حکومت قائم کرنا چاہتے ہیں۔

آج کے مسلمان کے خودساختہ اعمال کی حقیقت:

آج ایک کلیہ، ایک اصول بتادوں اس کے بارے میں جتنا زیادہ غور کریں گے بات دلوں میں اترے گی۔ یا اللہ! جو بات میں اب کہنے لگا ہوں اسے سننے والوں کے دلوں میں اور جہاں تک میری یہ بات پہنچے ان سب کے دلوں میں اتار دے۔ یہ بات

خوب خوب سوچئے کہ جو اعمال، جو عبادات شریعت سے ثابت نہیں لیکن آج کا مسلمان انہیں ثواب سمجھ کر رہا ہے ان کے پس پشت دو چیزیں ہوتی ہیں:

① کھانے پینے کا دھندا، جہاں بھی کوئی کام کرے گا تو پیٹ سامنے ہوتا ہے پیٹ۔

② شہرت اور نام ونمود۔

آپ جہاں بھی دیکھیں گے جہاں بھی جتنی بدعتیں ہیں ان میں یہ دونوں چیزیں یا دونوں میں سے ایک ضرور ہوگی۔ ان میں سے پہلی جو ہے کھانے پینے کا دھندا وہ حب مال کا شعبہ ہے اور نام ونمود حب جاہ ہے۔ حب جاہ اور حب مال یہ دونوں چیزیں انسان کو گمراہ اور تباہ کر رہی ہیں دونوں کے مجموعے کا نام ہے حب دنیا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا (۳۱-۳۳)

"دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈالے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا:

حب الدنیا رأس کل خطیئة (بیہقی)

"ہر گناہ کی بنیاد حب دنیا ہے۔"

رمضان میں ہونے والے گناہوں کی فہرست:

اب رمضان میں ہونے والے گناہوں کی فہرست گنواؤں گا ایک ایک میں سوچتے جائیں کہ یہ دونوں خرابیاں یا دونوں میں سے ایک تو ضرور ہوگی۔ پہلے فہرست سنیے پھر ایک ایک کرکے تفصیل ہوتی رہے گی۔

① قاری اور سامع کی اجرت۔

② تراویح کی متعدد جماعتیں۔

③ خواتین کا مسجد میں جانا۔

④ عورتوں کی جماعت۔

⑤ شبینہ۔

⑥ چندروزہ ختم۔

⑦ ستائیسویں رات میں ختم۔

⑧ لیلۃ القدر کی وضاحت۔

⑨ بسم اللہ پڑھنا۔

⑩ تکرار سورۃ اخلاص۔

⑪ مفلحون پر ختم کرنا۔

⑫ تراویح کے بعد مروج دعاء۔

⑬ ختم قرآن کے موقع پر چراغاں کرنا۔

⑭ مٹھائی تقسیم کرنا۔

⑮ روزہ کشائی۔

⑯ افطار پارٹی۔

⑰ مسجد میں کھانے لانا۔

⑱ لیلۃ الجائزۃ۔

⑲ چاند کے حساب کے غیر شرعی طریقے۔

⑳ عید سے پہلے میٹھی چیز کھانا۔

(۲۱) سویاں پکانے کا التزام۔

(۲۲) سویوں کا مبادلہ۔

(۲۳) نماز عید یا خطبہ کے بعد دعاء۔

(۲۴) نماز عید کے بعد مصافحہ ومعانقہ۔

(۲۵) عید مبارک کہنا۔

(۲۶) عیدی لینا دینا۔

(۲۷) عید پر نیا جوڑا بنانا۔

(۲۸) شش عید منانا۔

[۱] قاری اور سامع کی اجرت:

رمضان کے گناہوں میں سب سے پہلا گناہ یہ کہ حافظ اور سامع کو تراویح میں قرآن مجید سنانے کے لیے معین کرتے ہیں تو کبھی تو ان کی اجرت معین کر دیتے ہیں اور کبھی بلا تعیین خدمت کے نام سے اُجرت دیتے ہیں، یہ دونوں طریقے ناجائز ہیں۔ قرآن مجید سننا سنانا خالص عبادت ہے اس پر اُجرت لینا دینا دونوں حرام بہت سخت گناہ ہے۔

اشکال:

اس پر اشکال ہوسکتا ہے کہ امام بھی تو عبادت کرتا ہے نماز پڑھانا عبادت ہے، مؤذن جو اذان دیتا ہے وہ بھی عبادت ہے، مسجد کا خادم خدمت کرتا ہے وہ بھی عبادت ہے، معمار جو مسجد کی تعمیر کا کام کرتا ہے وہ بھی عبادت ہے، مدارس دینیہ میں علماء جو پڑھاتے ہیں وہ بھی عبادت ہی کرتے ہیں بلکہ یہ تو سب عبادتوں سے بڑی عبادت ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قوانین امت کو سکھائے جائیں، علم دین کی تعلیم دی جائے یہ سب سے بڑی اور بنیادی عبادت ہے تو کوئی یہ کہہ سکتا ہے کہ یہ مولوی لوگ مسئلہ ایسے ہی بتاتے ہیں اپنے لیے تو ہزاروں ہزاروں تنخواہیں جائز کر رکھی ہیں لے بھی رہے ہیں غٹ غٹ کھا بھی رہے ہیں اور بچارے قاری صاحب اور سامع صاحب گیارہ مہینے تو انتظار کرتے رہے کوئی اچھی سی مسجد مل جائے، بڑے بڑے سیٹھوں کی کوئی مسجد مل جائے، گیارہ مہینے وظیفے پڑھتے رہے کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے۔

کوئی آ پھنسے:

گاؤں میں ایک عطائی حکیم صاحب تھے۔ عطائی اس حکیم کو کہتے ہیں جس نے کہیں

سے باقاعدہ علم طب کی سند نہ لی ہو بلکہ یوں ہی ادھر ادھر سے نسخے معلوم کر کے بیٹھ گئے ایک تندرست ہوا تو دس مارے جیسے ایک حکیم صاحب کا قصہ ہے کہ جب قبرستان کے قریب سے گذرا کرتے تو سر پر رومال لے کر سر کو جھکا کر جلدی سے گذر جاتے تھے کسی نے پوچھا کہ آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ قبرستان میں جو دفن ہیں اکثر میرے ہی مارے ہوئے ہیں اس لیے شرم کی وجہ سے اوپر رومال لے کر گردن جھکا کر جلدی سے گذر جاتا ہوں۔ گاؤں میں جو حکیم صاحب تھے ان کے پاس کبھی کبھی کوئی پھنس جاتا تھا۔ کبھی کبھی پھنسنے کی وجہیں دو ہیں ایک وہی کہ عطائی تھے باقاعدہ حکیم نہیں تھے۔ دوسری بڑی بات یہ کہ گاؤں کے لوگ کم بیمار ہوتے ہیں، اس لیے کہ وہ مرغن غذائیں نہیں کھاتے غذا سادہ ہوتی ہے اور بار بار نہیں کھاتے ہر وقت چرتے نہیں رہتے۔ ورزش بہت کرتے ہیں، ان کے کام ایسے محنت کے ہوتے ہیں کہ جو کچھ کھاتے ہیں ہضم ہو جاتا ہے اس کے برعکس شہر کے لوگ سارا دن چرتے رہتے ہیں۔ بچہ کو پیدا ہوتے ہی یہ سکھایا جاتا ہے کہ اللہ نے تجھے چرنے کے لیے پیدا کیا ہے۔ پیتے رہو، کھاتے رہو، نکالتے رہو سارا دن اس کو چراتے رہتے ہیں کبھی بسکٹ دے دیا کبھی ٹافی دے دی کبھی دودھ دے دیا، کبھی کچھ دے دیا، کبھی کچھ دے دیا۔ شروع ہی سے بچوں کو ایسی عادت ڈال دیتے ہیں وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کھانے پینے کے لیے ہی پیدا کیا ہے جبکہ حقیقت یہ ہے:

خوردن برائے زیستن است نہ زیستن برائے خوردن

کھانا اس لیے ہے کہ زندہ رہ سکیں اور زندہ اس لیے رہیں کہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حکومت کو قائم کرنا ہے۔ آج کل لوگوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں کھانے پینے کے لیے بھیجا ہے کہتے ہیں یہ زندگی کھانے کے لیے ہے، حالانکہ کھانا زندہ رہنے کے لیے ہے۔ لوگوں کا طریقہ یہ ہے کہ ہر وقت کہیں نہ کہیں آنا جانا رہتا ہے اور کوئی کام نہ ہو تو بھی کھانے پینے کے لیے چلے جاتے ہیں جس وقت بھی جہاں بھی

جاتے ہیں چائے بسکٹ تو لازم ہیں بلکہ یہ تو پرانی بات ہوگئی اب تو کچھ اور بھی ترقی کر گئے ہیں ہر پانچ دس منٹ کے بعد ادھر گئے بسکٹ چائے ادھر گئے بسکٹ چائے رات کے بارہ بجے تک یہی ہوتا رہتا ہے اللہ تعالیٰ نے تو رات بنائی ہے اس لیے کہ مغرب کے بعد متصل کھانا کھا کر پھر عشاء کی نماز پڑھ کر سو جائیں اور صبح صادق سے تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹہ پہلے اُٹھ جائیں اور یہ آج کل کا مسلمان عام انسان تو چھوڑیئے آج کل کا مسلمان الو کا کام کرتا ہے۔ یہ جب فجر کی نماز پڑھ کے سوتا ہے تو دن کے گیارہ بارہ بجے اٹھتا ہے دن کو سونا تو الو کا کام ہے۔

گاؤں کے لوگ اگر چہ خوراک زیادہ کھاتے ہیں مگر چونکہ محنت بہت کرتے ہیں اس لیے وہ ہضم ہو جاتی ہے اور نہ تو بار بار کھاتے ہیں نہ ہی مرغن غذائیں کھاتے ہیں اس لیے بیمار کم ہوتے ہیں اور اگر کوئی بیمار ہوا بھی تو وہ لوگ علاج میں غلونہیں کرتے ان کا توکل کچھ زیادہ ہوتا ہے کبھی علاج کرتے بھی ہیں تو سونف اجوائن وغیرہ کھا لیتے ہیں اسی سے ٹھیک ہو جاتے ہیں حکیم ڈاکٹر کے پاس بہت کم جاتے ہیں۔

بات ہو رہی تھی حکیم صاحب کی، وہ حکیم صاحب تسبیح بہت پڑھتے تھے۔ بظاہر نیک تھے اللہ تعالیٰ ان کے باطن کو بھی قبول فرمالیں، نیک ہی ہوں گے، پکے نمازی تھے اور مسلمانوں کی صورت تھی۔ کوئی ظریف الطبع شخص ان سے کہنے لگا کہ حکیم جی! آپ تسبیح پر کیا پڑھتے ہیں؟ حکیم جی ابھی جواب بھی دینے نہ پائے تھے کہ وہ شخص بولا میں بتاؤں آپ تسبیح پر کیا پڑھتے ہیں، آپ پڑھتے ہیں کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، کوئی بیمار آ پھنسے تاکہ دنیا سے چلتا کروں وطن بھیج دوں۔ ایسے ہی یہ حافظ لوگ جو ہیں رمضانی حافظ یہ گیارہ مہینے تسبیح پڑھتے رہتے ہیں کوئی موٹی سی مسجد آ پھنسے، بڑے بڑے مالداروں کی کوئی مسجد آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، گیارہ مہینے وظیفہ پڑھتے ہیں پھر گیارہ مہینے کی محنت کے بعد جب بہت بڑے رئیسوں کی مسجد مل گئی تو اب یہ مولوی کہتا ہے کہ لینا دینا حرام ہے۔

دارالافتاء کے مفتیان کرام کا حال:

اس پر ایک کام کی بات اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈال دی۔ اس رمضان میں کراچی سے بھی اور باہر سے ملتان وغیرہ کی طرف سے بھی بہت فون آتے رہے کہ بہت ضروری مسئلہ لکھوانا ہے کوئی زبانی پوچھتا ہے تو میں ٹیلیفون پر بتادیا ہوں اور اگر کوئی تحریری فتویٰ لینا ہو تو دارالافتاء سے لینا پڑتا ہے۔ رمضان میں دارالافتاء کے مفتی حضرات جہاد پر چلے جاتے ہیں اس لیے تحریری فتویٰ پندرہ شوال کے بعد مل سکتا ہے۔ میں ان سائلین سے کہتا رہا کہ ''دارالعلوم کورنگی اور جامعہ اسلامیہ بنوری ٹاؤن'' میں بھی تو دارالافتاء ہیں ماشاء اللہ تعالیٰ وہاں تو کئی کئی مفتی ہیں وہاں سے لکھوالیں تو وہ جو ملتان سے بار بار فون کر رہے تھے انہوں نے کہا کہ آپ ہی سے لکھوائیں گے یہاں علماء کی دو جماعتوں میں آپس میں کسی مسئلہ پر نزاع ہے اور سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ آپ جو فیصلہ فرمائیں گے وہ سب مانیں گے۔ بہت سمجھاتا رہا لیکن ہر دوسرے تیسرے دن وہ فون کرتے رہے۔ آخر میں میں نے کراچی والوں کو بھی اور ملتان والوں کو بھی یہ کہنا شروع کر دیا کہ دارالافتاء کے مفتی دس مہینے تو قلم چلاتے ہیں دو مہینے جہاد میں جا کر تلواریں چلاتے ہیں اگر آپ لوگوں کا مسئلہ حل نہیں ہو رہا تو پہنچ جائیں محاذ پر سارے مسئلے حل ہو جائیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔ اس کے بعد سے اب تک کسی نے فون کیا ہی نہیں پندرہ شوال بھی قریب آگئی اس کے باوجود بالکل خاموش۔

بات یہ ہو رہی تھی کہ کسی کو اشکال ہو سکتا ہے کہ کئی عبادتوں پر تو اُجرت لیتے دیتے ہیں انہیں تو کوئی کچھ کہتا ہی نہیں اور قاری اور سامع کی اجرت حتیٰ کہ خدمت کو بھی حرام کہتے ہیں۔

اشکال کا جواب:

بعض دفعہ کئی مسائل دیکھنے میں عامی شخص کو ایک جیسے نظر آتے ہیں لیکن درحقیقت

علماء جانتے ہیں کہ ان مسائل میں فرق ہے۔ مدارس میں پڑھانا بھی عبادت، امامت بھی عبادت، اذان دینا بھی عبادت، تراویح میں قرآن سنانا بھی عبادت، سب کے لیے تنخواہ لینا جائز ہے مگر تراویح میں قرآن سنانے والے کے لیے ناجائز ایسا کیوں ہے؟ بات یہ ہے کہ جب تک دل سے کیوں کی بیماری نہیں نکلے گی اس وقت تک یقین کیجیے، یقین کیجیے، یقین کیجیے کہ دل نہیں سدھر سکتا کبھی نہیں سدھرے گا۔ کیوں کا سوال پیدا نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دین کی بنیاد یہ ہے کہ علماء پر اعتماد ہو وہ جیسے بتائیں مان لیں۔ مجھ سے اگر کوئی کسی بھی مسئلہ کے بارے میں پوچھتا ہے کیوں تو میں یہ جواب دیا کرتا ہوں کہ ہم سے کیوں نہ پوچھیے کیا پوچھیے، کیا کا جواب تو ہم دیں گے کیوں کا جواب نہیں دیں گے اور اگر آپ کو کیوں کا جواب چاہیے تو پھر پہلے میں سوال کرتا ہوں آپ اس کا جواب دیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی دو آنکھیں کیوں لگائیں ایک کیوں نہیں لگادی کام تو ایک سے بھی چل جائے گا اور اگر دو ہی لگانا تھیں تو ایک آنکھ لگاتے سامنے ماتھے پر دوسری لگاتے گدی میں۔ اب تو گاڑی چلاتے وقت پیچھے کی جانب دیکھنے کے لیے آئینہ لگانا پڑتا ہے اگر اپنی ہی ایک آنکھ پیچھے ہوتی تو آئینہ لگانے کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور اگر اللہ تعالیٰ آنکھ لگادیتے آپ کی انگلی میں پھر تو کچھ نہ کہیے ٹارچ کی طرح گھماتے رہتے ادھر ادھر آگے پیچھے دائیں بائیں سب طرف۔ آپ کے جسم میں جو اللہ تعالیٰ کے تصرفات ہیں آپ کو ان کی حکمت تو معلوم نہیں اس کے احکام کی حکمتیں معلوم کرنے کے درپے ہیں ارے کیا پدی کیا پدی کا شوربہ۔

عقل کے بندو اللہ کی بندگی اختیار کرو:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے کسی نے پوچھا کہ عورت حیض کے ایام کی نمازیں تو قضاء نہیں کرتی اور روزے قضاء کرتی ہے ایسے کیوں؟ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کوئی حکمت بیان کرنے کی بجائے یہ فرمایا:

هٰكذا امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم (دار قطنی)

ارے کیوں کے بندو! عقل کی بندگی چھوڑ کر اللہ کی بندگی اختیار کرو۔ آپ نے کوئی وجہ کوئی حکمت بیان نہیں فرمائی حالانکہ اس کا جواب تو بہت آسان اور عام فہم ہے کہ روزے تو بارہ مہینوں میں صرف ایک مہینہ ہوتے ہیں ضروری نہیں کہ اس ایک ماہ میں حیض آئے اور اگر آئے تو تین دن یا زیادہ سے زیادہ دس دن انہیں قضاء کرنے کے لیے گیارہ مہینے موجود ہیں۔ روزے زیادہ سے زیادہ چھوٹے دس ایک مہینہ میں ایک روزہ بھی نہیں آتا یہ تو بہت آسان ہے جب کہ نمازیں ایک دن میں چھ ہوتی ہیں، وتر مستقل نماز ہے۔ اگر کسی عورت کے کم سے کم ایام ہوئے یعنی تین دن تو اٹھارہ نمازیں تو یہی ہو گئیں اور اگر دس دن ہوئے تو پھر اور بھی زیادہ، اتنی نمازیں قضاء کرنا مشکل ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ ط(۲۲-۷۸)

ہم نے دین میں تنگی نہیں رکھی۔ آج کا مسلمان چلا چلا کر کہتا ہے کہ دین بہت سخت ہے، دیندار بننا بہت مشکل ہے، ارے اگر دیندار بن گئے تو دنیا میں رہو گے کیسے، تجھے دنیا میں رہنا نہیں، مسلمان بن کر تو زندہ کیسے رہے گا؟ آج کل تو یہ حال ہے اور اللہ تعالیٰ تو جگہ جگہ فرماتے ہیں کہ ہم نے دین کو بہت آسان کیا ہے:

يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ز(۲-۱۸۵)

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ آسانی چاہتے ہیں تمہیں مشقتوں میں مشکلات میں نہیں ڈالنا چاہتے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے کہ دین بہت آسان ہے۔ کسی کو کوئی کام کرنا ہی نہ ہو تو اسے آسان سے آسان کام بھی مشکل لگتا ہے اور اگر کرنے کا عزم ہو تو مشکل کام بھی آسان لگتے ہیں۔ اللہ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ فرما رہے ہیں کہ دین بہت آسان ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ جواب دے دیتیں اور اسے تنبیہ فرماتیں کہ اری پگلی اتنی کھلی ہوئی آسان سی بات تیری عقل میں نہیں آتی مگر

یوں تنبیہ فرمانے کی بجائے دوسرے طریقہ سے اعلیٰ معیار کی تنبیہ فرمائی کہ اللہ کے حکم کے سامنے کیوں پوچھ رہی ہے۔

دو چیزیں ایسی ہیں کہ ان میں سے کسی دل میں کوئی ایک بھی ہو وہ کبھی بھی کسی حکم کی مصلحت سوچنے کا تصور بھی نہیں کر سکتا، ایک چیز ہے محبت اور دوسری ہے عظمت، اگر کوئی محبوب کے حکم کی حکمت تلاش کرتا ہے تو وہ محبت کے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

قصہ محمود وایاز:

سلطان محمود نے ایاز کو حکم دیا کہ بہت قیمتی جواہر کا گلاس خرید کر لاؤ، وہ لے آئے تو حکم دیا کہ اسے توڑ دو، انہوں نے توڑ دیا، بادشاہ نے ڈانٹا کہ اتنا قیمتی گلاس کیوں توڑ دیا؟ ایاز نے عرض کیا حضور! غلطی ہوگئی معاف فرمادیں۔ یہ ہیں محبت کے کرشمے۔

اس قصہ میں مظاہرۂ محبت کے تین مواقع ہیں:

① جب سلطان نے گلاس لانے کا حکم دیا تو ایاز کہتے حضور کے خزانے میں ایسے قیمتی گلاسوں کی کیا کمی ہے؟ اور گلاس منگوانے کی کیا ضرورت؟

② جب سلطان نے گلاس کو توڑنے کا حکم دیا تو کہتے حضور! آپ نے خود ہی تو منگوایا ہے پھر اتنا قیمتی گلاس تڑوا کر اتنا مال کیوں ضائع کروا رہے ہیں؟

③ بادشاہ نے جب ڈانٹا کہ کیوں توڑا تو کہتے حضور! آپ ہی نے تو حکم دیا ہے۔

لیکن تینوں مواقع پر ایاز نے ایک ہی قصے میں عقل کے بندوں کو تین سبق پڑھا دیے کہ محبت کسے کہتے ہیں۔ عظمت بھی یہی کام کرواتی ہے، عارف کامل حضرت شیخ سعدی رحمہ اللہ تعالیٰ نے عظمت سلطان کا نقشہ یوں بیان فرمایا ہے ؎

اگر شہ روز را گوید شب است این

بباید گفت اینک ماہ و پروین

''اگر بادشاہ دن کو رات کہے تو یوں کہنا چاہیے کہ یہ رہے چاند اور ثریا۔''

لوگوں کے دلوں میں حکومت کی عظمت ہے، اس لیے انہیں حکومت کے کسی قانون کے بارے میں کبھی بھی کوئی اشکال نہیں ہوتا، اس سے ثابت ہوا کہ اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام میں اشکالات کرنے والے نفس کے بندوں کے دلوں میں نہ اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت ہے اور نہ عظمت، ان کے دل محبت و عظمت دونوں سے خالی ہیں۔

دل میں محبت و عظمت پیدا ہو جائے۔ دل بن جائے عقل درست ہو جائے تو کام چلیں گے ورنہ نہیں۔ حضرت ڈاکٹر عبدالحی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایک بار ان کے مطب میں ایک شخص آیا۔ وہ سامنے بیٹھا ہوا تھا درمیان میں میز تھی، میز پر چائے کی خالی پیالی رکھی ہوئی تھی۔ اس شخص نے کسی دینی بات کی مصلحت پوچھی کہ ایسا کیوں ہے؟ ڈاکٹر صاحب نے فرمایا کہ میں نے پیالی میں جھانک کر دیکھنا شروع کر دیا زاویے بدل بدل کر کبھی دائیں سے کبھی بائیں سے، کبھی آگے ہو کر کبھی پیچھے ہو کر، کبھی اوپر سے سر اُٹھا کر کبھی نیچے کر کے، وہ پوچھنے لگا کہ کیا دیکھ رہے ہیں؟ فرمایا میں نے اسے جواب میں کہا کہ میرا خیال ہے کہ اس میز کو اٹھا کر اس پیالی میں ڈال دوں اس میں جگہ دیکھ رہا ہوں کہیں ملتی ہی نہیں کیسے رکھوں؟ تو اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ میز پیالی میں آجائے؟ فرمایا اگر یہ نہیں ہوسکتا تو تیری اتی سی تو عقل ہے ایسے ہاتھ کا اشارہ کر کے، ایک تو لفظ ہوتا ہے ''اتنی'' دوسرا ہوتا ہے ''اتی'' یہ بہت ہی قلیل چیز کے لیے بولا جاتا ہے تو فرمایا کہ تیری پیالی تو ہے اتی سی اس میں اللہ کی اتنی بڑی بات کیسے رکھ دوں؟ یہ جو لوگ بھی ''کیوں'' کہتے ہیں وہ سن لیں سمجھ لیں عقل کی اتی سی پیالی میں پہاڑ جیسی بات کیسے رکھی جاسکتی ہے؟ بچو! بات مان لو تمہارے فائدے کے لیے کہہ رہا ہوں مان لو، علماء جو بتائیں بشرطیکہ علماء صحیح ہوں ان کی بات میں ''کیوں'' نہ پوچھا کریں۔ یہ سمجھیں کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی بات ہے اس میں چون چرا مت کیجیے۔

یاد رکھیے! جن لوگوں میں ''کیوں'' کا مرض ہے انہیں ہدایت کبھی بھی نہیں ہوسکتی۔

اگر قاری اور سامع کی اجرت معین کر لی وہ تو حرام ہے ہی، اور جو تاویل کرتے ہیں کہ خدمت کے نام سے لیتے دیتے ہیں اس کے لیے حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے امتحان کا ایک طریقہ بتا دیا۔ یہ لوگ حکماء امت نبض شناس ہوتے ہیں۔ فقہ کا معنی ہے ''دینی بصیرت'' اسی کو ''تفقہ'' کہتے ہیں اور اللہ تعالیٰ جسے یہ بصیرت عطاء فرماتے ہیں اسے ''فقیہ'' کہتے ہیں، فقیہ کی جمع ہے فقہاء۔ ان فقہاء امت کو اللہ تعالیٰ نے ایسی بصیرت عطاء فرمائی کہ آیندہ بھی جو خطرات دین کے معاملہ میں ہو سکتے تھے وہ ان سے حفاظت کے طریقے امت کو بتا گئے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ عالم الغیب تھے بلکہ یہ کام انہوں نے اس بصیرت فقہیہ سے کیا جو اللہ تعالیٰ نے انہیں عطاء فرمائی تھی۔

خدمت کے نام پر لینے دینے والوں کا امتحان:

فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے اس کا امتحان یہ لکھا ہے کہ اگر کوئی یہ کہے کہ میں للہ دین کی خدمت کرنا چاہتا ہوں، اور دوسرا یہ کہے کہ چونکہ یہ دین کی خدمت کرتا ہے اس لیے میں للہ اس کی خدمت کرتا ہوں، لیجیے امتحان کسوٹی لیجیے تھرمامیٹر لگا کر دیکھیے اور سب سے پہلے تھرمامیٹر اپنے اندر لگا کر دیکھیے کہ حقیقت کیا ہے بشرطیکہ نیت صحیح ہو اگر نیت صحیح نہ ہو پھر تو سمجھنا بہت مشکل ہو جاتا ہے نیت صحیح ہو تو مشکل سے مشکل بات بھی سمجھ میں آ جاتی ہے۔ نیت صحیح کر کے اس بات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ ان کا امتحان یوں لیں کہ حافظ اور سامع صاحب سے یہ کہہ دیں کہ یہاں سے آپ کو نقدی وغیرہ بالکل نہیں دیں گے اور جوڑا بھی نہیں دیں گے، جوتا بھی نہیں دیں گے، مٹھائی بھی نہیں دیں گے کچھ بھی نہیں دیں گے پھر بھی ہو سکتا ہے کہ وہ حافظ صاحب یہ سمجھیں کہ یہ ایسے ہی اوپر اوپر سے جائز کرنے کے لیے کہہ رہے ہیں کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا۔

حقیقت شناس:

ایک شخص نے باورچی رکھا اور اس سے یہ کہہ دیا کہ کھانا نہیں ملے گا خشک تنخواہ

ہوگی، باورچیوں کو تنخواہ کے ساتھ کھانا دینے کا بھی عام دستور ہے اس لیے جب اس نے کہا کہ خشک تنخواہ دوں گا کھانا وانا کچھ نہیں دوں گا تو باورچی کو خیال ہوا کہ کچھ نہ کچھ تو مل ہی جائے گا ایسے ہی اوپر اوپر سے کہہ رہا ہے، اس نے قبول کرلیا۔ کھانا تیار کر کے سامنے رکھا اور لقمے گننے شروع کردیے کہ کچھ بچے گا تو میں کھاؤں گا، جتنی روٹیاں رکھی تھیں وہ سب کھا گیا اس نے سوچا کہ سالن تو تھوڑا سا بچ جائے گا وہی چکھ لوں گا لیکن اس نے بوٹیاں بھی ساری کھالیں پھر سوچنے لگا کہ ہڈی تو بچے گی ہی میں ہڈی چوس کر مزا تو دیکھ ہی لوں گا کہ کیسا سالن پکا ہے اس نے ہڈی بھی اٹھا کر چوسنا شروع کردی تو باورچی کی چیخ نکل گئی کہ ہائے ہڈی بھی گئی۔ اس خانسامہ کی طرح ہوسکتا ہے کہ قاری جی صاحب اور سامع صاحب سمجھیں کہ کہہ تو رہے ہیں کچھ نہیں دیں گے مگر کچھ نہ کچھ تو نکل ہی آئے گا اور نہیں تو جوڑا تو مل ہی جائے گا پورا جوڑا نہ سہی جوتا تو دے ہی دیں گے، جوتا تو لگانا چاہیے ان کے سروں پر دینے والوں کے بھی اور لینے والوں کے بھی۔ ہوسکتا ہے کہ کچھ نہ کچھ ملنے کی امید میں یہ پڑھانا شروع کردیں اور کچھ نہ بھی تو ختم کی مٹھائی تو کہیں نہیں گئی وہ تو مل ہی جائے گی، اس لیے امتحان یہ ہے کہ جب تراویح میں سنالیں تو انہیں کچھ بھی نہ دیں مٹھائی کی ایک امرتی بھی نہ دیں ایک لڈو بھی نہ دیں کچھ بھی نہ دیں ایسے ہی چلتا کردیں پھر دیکھئے پورے گیارہ مہینے دوسروں میں بھی اعلان کرتا رہے گا کہ ارے فلاں شہر کے فلاں محلے میں جو مسجد ہے وہاں کوئی نہ جائے کچھ نہیں ملے گا وہاں کے لوگ لیموں نچوڑ ہیں ایک پائی بھی نہیں دیں گے حتیٰ کہ جوتا بلکہ مٹھائی بھی کچھ بھی نہیں ملے گا اس طرح اگر مال کے لالچ میں تراویح پڑھائی تھیں پھر تو یہ قاری اور سامع کبھی اس مسجد کا رخ نہیں کریں گے اور ان جیسے جتنے بھی ہوں گے وہ کبھی بھی اس مسجد میں تراویح نہیں پڑھائیں گے بلکہ میرا خیال ہے کہ اس تجربہ کے بعد آپ کو الم تر والی تراویح ہی پڑھنا پڑھیں گی کوئی رخ نہیں کرے گا۔ یہ تو امتحان ہوگیا سنانے والوں کا۔ دینے والے کہتے ہیں کہ ہم تو خدمت کرتے ہیں انہوں نے محنت کی اللہ کا کلام سنایا یہ تو بہت معزز ہستی ہیں

ہم ان کی خدمت کرتے ہیں۔

ایک قاری صاحب کا قصہ:

ایک مولوی صاحب نے تراویح میں قرآن مجید سنایا تو لوگ ان کے پیچھے پڑ گئے کہ ہم آپ کی کچھ خدمت ضرور کریں گے۔ انہوں نے کہا کہ میں کچھ بھی خدمت نہیں کراؤں گا۔ آپ لوگوں کے دینے سے کیا ہوگا میرا اللہ مجھے بہت دے رہا ہے لیکن وہ لوگ ان کی بات مان ہی نہیں رہے تھے پیچھے پڑ گئے کہ چلیے عید کے لیے آپ کو نیا جوتا تو خرید کر دے ہی دیں، ان کو ایسے زبردستی پکڑ کر لے گئے جیسے جیل میں لے جا رہے ہوں، زبردستی پکڑ کر جوتے کی دوکان میں لے گئے جب وہ لوگ جوتا نکلوانے میں مشغول ہوئے یہ مولوی صاحب آنکھ بچا کر وہاں سے بھاگ آئے وہ پیچھے تلاش ہی کرتے رہے کہ قاری صاحب کدھر گئے۔ عبرت کی بات ہے اللہ تعالیٰ سب کو ایسی ہی فکر آخرت عطاء فرمادیں۔

اگر ان خدمت کرنے والوں سے یہ کہا جائے کہ ان قاری صاحب سے زیادہ محتاج ایک دوسرے قاری صاحب ہیں۔ محتاج بھی ان سے زیادہ ہیں اور دین کا کام بھی ان سے زیادہ کرتے ہیں۔ یا یہ کہ جہاد میں ضرورت ہے وہاں لگا دیں، یا محلے میں کوئی مسکین ہے اسے دے دیں لیکن نہیں یہ تو اسی کو دیں گے جس نے تراویح پڑھائی ہیں ان کی خدمت کا جذبہ بس اسی تک محدود ہے، اگر واقعۃً علماء، صلحاء، قراء کی مدد کرنے کے جذبات ہیں تو صرف انہی کے لیے کیوں دوسروں کے لیے کیوں نہیں؟ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے ایسے تھرمامیٹر بتائے ہیں جو کہتا ہے کہ خدمت کے نام سے لیتا ہے خدمت کے نام سے دیتا ہے ذرا لگاؤ تھرمامیٹر۔ ساتھ ساتھ عقل کی بات بھی سیکھتے جائیں ذرا ذرا سی حرارت پر تھرمامیٹر نہ لگایا کریں۔ تھرمامیٹر لگایا کریں اپنے دل میں تھرمامیٹر لگا لگا کر دیکھا کریں عربی میں تھرمامیٹر کو کہتے ہیں ''مقیاس الحرارۃ'' دل میں

مقیاس الحرارۃ لگا کر دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی حرارت کتنی ہے کہیں یہ دل بیمار تو نہیں ہوگیا، اللہ کی محبت کی حرارت بڑھانے کی کوشش کیا کریں اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطاء فرمائیں۔ یہ تو پہلا مسئلہ ہوگیا کہ قاری اور سامع کو اجرت یا خدمت کے نام سے دینا حرام ہے لینے والا اور دینے والا سخت گناہ گار گناہ کبیرہ کے مرتکب، ایسی حالت میں اس مسجد میں تراویح پڑھنا جائز نہیں۔

فاسق کی امامت کا حکم:

اگر محلّہ کی مسجد کا امام فاسق ہو مثلاً ڈاڑھی کٹاتا ہو، صرف ڈاڑھی منڈانے والا ہی نہیں کٹانے والا بھی فاسق ہے، ٹخنے ڈھانکتا ہو، کئی اماموں کے بارے میں معلوم ہوا کہ نماز پڑھاتے وقت تو شلوار اوپر کر لیتے ہیں بعد میں نیچے کر لیتے ہیں، نماز پڑھاتے وقت مرد بن جاتے ہیں اس کے بعد پھر عورت بن جاتے ہیں، دن بھر میں صرف پانچ نمازوں کے اوقات میں مرد بنتے ہیں باقی چوبیس گھنٹے عورت رہتے ہیں خوب سمجھ لیں کہ ٹخنے کھلے رکھنے کا حکم نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ کسی حال میں بھی مرد کے لیے ٹخنے ڈھانکنا جائز نہیں حرام ہے۔ یا امام تصویر کھنچواتا ہو، ٹی وی دیکھتا ہو یا بینک اور انشورنس جیسے حرام خوروں کی دعوت قبول کر لیتا ہو یا گھر میں شرعی پردہ نہ کرواتا ہو یا اور کسی کبیرہ گناہ میں مبتلا ہو تو فرض نماز کے بارے میں یہ حکم ہے کہ اگر قریب میں کوئی ایسی مسجد ہے جس کا امام فاسق نہ ہو وہاں جا کر نماز پڑھے اور اگر سب مسجدوں کے امام فاسق ہیں تو فرض جماعت کے ساتھ پڑھیں اس کا وبال امام اور مسجد کی منتظمہ پر ہوگا کہ اس نے ایسا نالائق امام کیوں رکھا ہوا ہے، صالح امام کیوں نہیں رکھا۔ فرض کی جماعت چھوڑنا جائز نہیں تراویح کا حکم یہ ہے کہ محلے کی مسجد میں فرض پڑھ کر گھر میں تراویح پڑھیں خواہ انفراداً پڑھیں یا اگر کسی حافظ کا انتظام ہو جائے تو گھر پر ہی جماعت سے پڑھ لیں۔ رمضان شروع ہونے سے پہلے تلاش کریں کہ کسی مسجد میں ایسا قاری ہے جو نہ اُجرت

کے نام سے لے گا اور نہ ہی خدمت کے نام سے، اگر کوئی ایسا قاری مل جائے تو وہاں تراویح پڑھ لیں اور اگر نہیں ملتا تو عشاء کے فرض مسجد میں جماعت سے پڑھیں اور تراویح گھر پر انفرادی طور پر یا جماعت سے پڑھیں۔ یہ بات خوب سمجھ لیں کہ امام کتنا ہی فاسق ہو فرض کی جماعت چھوڑنا جائز نہیں۔

۲ تراویح کی متعدد جماعتیں:

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایک ہی مسجد میں تراویح کی کئی کئی جماعتیں ہوتی ہیں۔ اگر کوئی مسجد دو منزلہ ہے تو نیچے بھی اور اوپر بھی تراویح کی جماعتیں ہوتی ہیں اور اگر مسجد وسیع ہے تو ایک ہی منزل میں کئی کئی جماعتیں ہوتی ہیں یہ بھی جائز نہیں۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے صراحۃً لکھا ہے کہ ایک مسجد میں ایک نماز کی دو جماعتیں جائز نہیں، ایک مسجد میں ایک نماز کی ایک ہی جماعت ہونی چاہیے یہ حکم فرض اور تراویح دونوں کو شامل ہے۔ فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کی تصریح سے بھی بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فیصلہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے دیکھا کہ مسجد میں کئی قاری ہیں اور کئی جماعتیں ہو رہی ہیں تو فرمایا کہ یہ صحیح نہیں سب جماعتوں کو ختم کر کے فرمایا کہ سب لوگ ایک امام کے پیچھے پڑھیں۔ اتنی بڑی شخصیت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اس فیصلہ پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے کسی نے بھی کوئی اشکال نہیں کیا کہ متعدد جماعتوں کی اجازت دی جائے سب صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اس پر خاموش رہے کسی نے کوئی اعتراض نہیں کیا اور اس کے بعد سے دو جماعتیں نہیں ہوئیں، اس طرح اس پر اجماع صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے کہ تراویح کی جماعت ایک مسجد میں ایک ہی ہونی چاہیے۔ یہ فیصلہ ہوا ہی اس پر ہے کہ ایک مسجد میں تراویح کی متعدد جماعتیں ہو رہی تھیں جنہیں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ختم کر کے ایک جماعت کروادی، اتنی کھلی ہوئی بات سامنے ہے مگر اس کے باوجود یہ قاری لوگ بھی اور ان کے مقتدی بھی

سارے کے سارے لگے ہوئے ہیں اپنی من مانی پر، وہ قصہ پھر دہرادوں کہ جہاں کہیں بھی بدعت ہوگی دو کام یا دو میں سے ایک ضرور ہوگا یا کھانے پینے کا دھندا کھانے کو کچھ مل جائے کھانے کو۔ کسی سے پوچھا گیا کہ تجھے قرآن کے احکام میں سے کون سا حکم پسند ہے؟ تو وہ کہتا ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا (۷-۳۱)

''کھاؤ اور پیو۔''

پھر پوچھا کہ قرآن کی دعاؤں میں سے کون سی دعاء پسند ہے؟ تو اس نے وہی بنی اسرائیل کی دعاء بتائی:

رَبَّنَا اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ (۵-۱۱۴)

''اے ہمارے رب ہم پر آسمان سے دستر خوان نازل فرما۔''

آج کل مسلمانوں کا یہی حال ہے انہیں کھانے پینے کے دھندے کے سوا قرآن کا نہ کوئی حکم پسند ہے نہ کوئی دعاء، اللہ کی راہ میں قتال اور جان کی بازی لگانے کے احکام اور دعاؤں سے بہت ڈرتے ہیں، ایسے موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کی طرح کہہ دیں گے:

فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ۝ (۵-۲۴)

''موسیٰ تو جا اور تیرا رب ہم تو بس یہیں بیٹھے رہیں گے۔''

یہیں بیٹھے ختم قرآن کی مٹھائیاں کھاتے رہیں گے ان کے بس دو ہی کام ہیں کھاؤ پیو اور نام ونمود، ارے واہ فلاں مسجد میں تو اتنے اتنے قاری سنا رہے ہیں اگر ایک سنائے گا تو کیا مزا آئے گا، مزا ہی نہیں آتا انہیں مزا آتا ہے لڈو کھانے میں یا یہ کہ نام ہو نام، بس یا پیٹ ہے یا نام ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں اگر دین مقصود ہے، اللہ کی رضا مقصود ہے، فکر آخرت ہے تو نام کی خواہش نہیں ہوتی، مٹھائی کی تمنا نہیں ہوتی پھر تو خالص اللہ کا بندہ بن جاتا ہے۔ یا اللہ! تو نے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا فرمایا اس

رحمت کے صدقہ سے تو ہم سب کو اپنے صحیح اور سچے بندے بنا لے۔

۳ تراویح کے لیے عورتوں کا مسجد میں جانا:

اب سنیے نمبر تین عورتوں کا تراویح پڑھنے کے لیے مسجدوں میں جانا، یہ بھی ناجائز ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ اگر آج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زندہ ہوتے تو عورتوں کو مسجد جانے سے بالکل قطعاً روک دیتے۔ پہلی بات تو یہ کہ صحابی کا قول حجت ہے، واجب العمل ہے پھر یہ صحابی کون ہیں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا مقام:

امہات المؤمنین رضی اللہ عنہن میں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بہت بلند مقام حاصل ہے۔ آپ کی خصوصیت اور بلند مقام کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی نے پوچھا کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ فرمایا عائشہ، پوری دنیا میں سب سے زیادہ محبت عائشہ سے ہے۔ پوچھنے والے نے پھر پوچھا کہ مردوں میں سے کس سے زیادہ محبت ہے؟ فرمایا **ابوھا** ان کے ابا سے، ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مردوں میں سب سے زیادہ محبت ہے۔ اگر کسی میں ایمان ہی نہیں وہ تو یہ سوچ سکتا ہے کہ جب کئی بیویاں ہوں تو ایسا ہوتا ہے کہ کسی بیوی سے زیادہ محبت کسی سے کم تو شاید یہاں بھی ایسا ہی ہوگا مگر ایمان ہو ایمان، اپنے ایمان کی خیر منایا کریں، ایمان کو تازہ رکھا کریں۔

پکی روٹی:

پنجابی زبان میں ایک کتاب ہے پکی روٹی۔ بچپن میں کچھ بچیاں ہمارے ہاں والدہ مرحومہ سے یہ کتاب پڑھا کرتی تھیں ہم بھی بچے تھے آتے جاتے سنا کرتے تھے اس لیے اس وقت کی بعض بعض باتیں اب بھی یاد ہیں۔ نام بھی دیکھئے کیسا اچھا رکھا ہے۔ کتاب لکھنے والے نے سوچا ہوگا کہ اگر کسی مسکین کو آٹا وغیرہ دیا جائے تو اسے

پکانے کی زحمت ہوگی اس لیے آٹا نہیں بلکہ پکی پکائی روٹی تمہیں دے رہے ہیں۔ اللہ والوں نے امت کو سدھارنے کے لیے کیسی کیسی محنتیں کی ہیں۔ ارے پڑھنے والو سننے والو! کچھ محنت کی قدر کرو، اگر اب بھی قدر نہ کی تو قیامت کے روز گلا پکڑا جائے گا۔ پکی روٹی میں سوال و جواب ہیں۔ پہلے خود ہی سوال کرتے ہیں پھر اس کا جواب لکھتے ہیں اس میں ایک سوال یہ ہے کہ اگر کوئی پوچھے کہ ایمان کھڑا ہے یا بیٹھا ہے تو جواب میں کہو کہ اللہ کے فرمانبردار بندوں کا ایمان بیٹھا ہے اور نافرمانوں کا ایمان کھڑا ہے، خطرہ ہے کہ چلا نہ جائے۔ انسان جب کھڑا ہوتا ہے تو یہ خیال ہوتا ہے کہ ابھی چلا جائے گا جانے کے لیے کھڑا ہوا ہے اسی طرح اونٹ کی مثال ہے کہ اگر اونٹ کھڑا ہوا ہے تو یہ خیال ہوگا کہ ابھی کہیں بھاگا اور اگر اونٹ آرام سے بیٹھا ہوا ہے گھٹنہ بھی بندھا ہوا ہے تو اطمینان ہوتا ہے کہ بھاگے گا نہیں۔ ایمان کھڑا نہ رہے بیٹھا رہے، ایمان کی حفاظت کیا کریں اگر خدانخواستہ کھڑا ہوگیا تو بس بھاگا۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس لیے محبت نہیں تھی کہ دوسری سب بیویوں میں سے کسی بات میں کوئی تفوق تھا، کوئی خوبی زیادہ تھی بلکہ ان سے محبت اس لیے تھی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم یہی تھا کہ عائشہ ہماری مقرب ہے اس لیے میرے رسول! یہ تیری بھی مقرب ہے۔ کہنے کو تو یہ کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبہ تھیں لیکن اصل بات یہ ہے کہ عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا یہ مقام اور فضیلت اللہ تعالیٰ کی طرف سے تھی۔

سنیے پہلی بات تو یہی کہ جس کے قلب میں ذرا سا ایمان ہو وہ خود ہی سوچ سکتا ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے پھر اس کی کچھ وضاحت بھی سن لیجئے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب میں کسی بیوی کے بستر پر ہوتا ہوں تو وحی نازل نہیں ہوتی لیکن عائشہ کے بستر میں ہونے کے باوجود وحی نازل ہوتی ہے سوچئے اللہ کی طرف سے ہے یا نہیں؟

دوسری بات یہ کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقہاء صحابہ میں سے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں سے بعض صحابہ کو فقہاء کہا جاتا ہے، فقہاء فقیہ کی جمع ہے۔ فقیہ کے معنی ہیں تہ تک پہنچنے والا، بات کی حقیقت تک پہنچنے والا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سمجھنے والے، حقیقت تک پہنچنے والے کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کیا ہے انہیں فقیہ کہا جاتا ہے۔ تمام محدثین کا اس پر اتفاق ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فقیہہ ہیں، حقیقت تک پہنچنے والی، ان کا فیصلہ ہے اور کن لوگوں کیلیے صحابیات رضی اللہ عنہن کے لیے، یہ زمانہ تو کتنی دور کا ہے پندرہویں صدی چل رہی ہے آج کی عورتوں کی کیا نسبت ان صحابیات سے۔

تیسری بات یہ کہ خواتین کے حالات سے جتنی واقف ہوتی ہیں کوئی دوسرا اتنا واقف نہیں ہوتا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خواتین کے حالات سے جو واقفیت رکھتی تھیں وہ مردوں کو تو نہیں ہوسکتی اس لیے ہر لحاظ سے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا فیصلہ واجب القبول ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اپنی اہلیہ کو روکنا:

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی اہلیہ سے فرمایا کرتے تھے کہ نماز پڑھنے مسجد مت جایا کرو تو وہ مانتی نہیں تھیں چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد جانے سے نہیں روکا اس لیے وہ شوہر کے منع کرنے پر نہ رکیں۔

اس بارے میں پہلے ایک مسئلہ اور سن لیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عورت کا مسجد کی بنسبت گھر میں نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے اور گھر کے صحن کی بنسبت کمرے کے اندر نماز پڑھنا زیادہ ثواب ہے اور کمرے کی بنسبت کمرے کے اندر بھی اگر کوئی کمرہ ہو تو اس میں جا کر پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔ ثواب لینا مقصود ہے یا نفس پرستی مقصود ہے اگر خواتین کا مسجدوں میں جانا جائز بھی ہوتا تو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

نے فرمایا کہ گھر میں پڑھنا زیادہ ثواب ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اہلیہ کو روکا تو وہ مانی نہیں تو انہوں نے یہ تدبیر اختیار کی کہ فجر کی نماز کے وقت ایسی جگہ چھپ کر کھڑے ہو گئے جہاں سے اہلیہ گزرتی تھیں جب کسی طرح یقین ہو گیا کہ یہ اپنی بیوی ہے تو انہیں چھیڑا اور جلدی سے بھاگ گئے۔ اہلیہ نے انہیں پہچانا نہیں کیونکہ ایک تو اندھیرا تھا دوسرے وہ جلدی سے بھاگ گئے تھے۔ وہ جب گھر آئیں تو کہنے لگیں کہ آپ سچ فرماتے ہیں اب عورتوں کے لیے مسجدوں میں جانے کا زمانہ نہیں رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ بات عقل میں آ گئی اگر نہ آتی تو میں کسی دوسرے طریقہ سے تیری عقل میں بٹھاتا، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوڑا کچھ نہ پوچھئے۔

عورت کو کسی بھی نماز کے لیے مسجد جانا جائز نہیں۔ بہت سے لوگ حرمین شریفین کا حوالہ دیتے ہیں کہ دیکھئے وہاں بھی خواتین مسجدوں میں جا کر نماز پڑھتی ہیں۔ اس کے دو جواب ہیں:

① یہ جو مرد اور عورتیں حج اور عمرے کے لیے جاتے ہیں انہوں نے وہاں کی حکومت کو عاجز کر رکھا ہے، نگرانوں کو بھی عاجز کر رکھا ہے وہ لوگ مطاف میں جگہ جگہ کھڑے ہوتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کا اختلاط نہ ہو مگر یہ پھر بھی نہیں رکتیں مردوں پر آ کر گرتی ہیں یوں لگتا ہے کہ جب تک یہ مردوں سے رگڑے نہ کھائیں انہیں مزا ہی نہیں آتا ۔

نگل جا اے زمیں ناپید انہیں اے آسماں کر دے
نہ یوں بیٹھیں گی پردے میں یہ بے غیرت یہ سیلانی

ان کے مردان سے بھی زیادہ بے غیرت ہیں، ان بے غیرتوں کے دل سیاہ اور عقلیں مسخ ہو گئیں ۔

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرت قومی سے گڑ گیا

پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا

یہ لوگ دیوث ہیں دیوث، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''دیوث کبھی جنت میں داخل نہ ہوگا۔'' (طبرانی کبیر)

مجھے کبھی کبھی خیال ہوتا ہے کہ انہیں روکنے کے لیے میں وہاں کی حکومت سے اجازت لے لوں پھر دیکھئے کیسے روکتا ہوں انہیں، ارے جہاں میں پہنچ جاؤں تو پھر رکیں گی کیسے نہیں دارالافتاء کے تو ایک بچے نے پوری بس کو الٹ ڈالا (ایک مجاہد طالب عالم جس کا حضرت اقدس سے اصلاحی تعلق ہے اس نے بتایا کہ وہ بس میں سفر کر رہا تھا، ڈرائیور نے گانا لگا دیا طالب علم نے منع کیا تو ڈرائیور نے آواز مزید تیز کر دی، طالب علم نے پھر روکا تو آواز مزید بڑھا دی وہ کہتے ہیں کہ میں نے ٹیپ ریکارڈر پر ایک زوردار مکہ رسید کیا، ایک ہی مکے سے ٹیپ ریکارڈر کا ستیاناس ہو گیا۔ اس کے بعد ڈرائیور کو دو تین مکے رسید کیے ڈرائیور مجھ سے بہت طاقتور تھا مگر وہ اتنا مرعوب ہوا کہ مجھ پر ہاتھ نہ اٹھا سکا، گاڑیاں رک گئیں، لوگوں کا ہجوم ہو گیا، ایک عامی شخص نے نعرہ لگایا'' طالبان زندہ باد'' پولیس والے نے ڈرائیور کا چالان کاٹا اس لیے کہ بسوں میں گانا لگانا خلاف قانون ہے۔ پولیس والوں کو اس کی تو ضرورت نہیں ہوتی کہ وہ گناہوں سے روکیں یا خلاف قانون سے روکیں انہیں تو اپنی جیب گرم کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اس لیے وہ ایسا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیتے۔ بعد میں ایک بوڑھے شخص نے مجھ سے حضرت اقدس کا نام لے کر پوچھا کہ کیا آپ ان کے شاگرد ہیں میں نے کہا ہاں تو اس شخص نے کہا کہ یہ کام ان کا شاگرد ہی کر سکتا ہے)

یہ لوگ جو حج کرنے جاتے ہیں وہاں جا کر بالکل مست ہو جاتے ہیں کسی کی بات مانتے ہی نہیں چلیے ایک قصہ اور بتا دوں یہ تو بڑی عبرت کا قصہ ہے۔

رئیسۃ القوم:

ایک بار حج کے موقع پر مزدلفہ میں میرے قریب پنجاب سے تعلق رکھنے والا ایک خاندان بیٹھا ہوا تھا۔ معلوم ہوا کہ پنجاب سے تعلق ہے کراچی میں رہتے ہیں انہوں نے بتایا کہ وہ کئی کارخانوں کے مالک ہیں۔ جس کے دل میں جس چیز کی محبت ہوتی ہے وہ جہاں بھی بیٹھتا ہے ذکرِ لیلیٰ چھیڑ دیتا ہے ؎

جہاں بھی بیٹھتے ہیں ذکر انہی کا چھیڑ دیتے ہیں

کوئی مولیٰ کا ذکر چھیڑے کوئی لیلیٰ کا۔ ان لوگوں نے مجھ سے کچھ مسائل پوچھنا شروع کر دیے میں نے سوچا کہ چلیے شاید اسی طرح انہیں کچھ ہدایت ہو جائے اس لیے میں بھی متوجہ ہو گیا مسائل بتا تا رہا تو ایسے لگ رہا تھا کہ سب میرے عاشق ہو گئے، لٹو ہی ہو گئے، ساری رات ایسے ہی گذر گئی میں نے سوچا کہ ایک مسئلہ پوچھنے کا ثواب ایک ہزار رکعت نفل پڑھنے سے زیادہ ہے مجھے بتانے کا تو اور بھی زیادہ ثواب مل رہا ہے، یہ تو ہمیں افضل ترین عبادت مل گئی، مزدلفہ میں حکم ہے کہ زیادہ سے زیادہ عبادت کرو اللہ کا ذکر کرو تو میں نے سوچا افضل ذکر مل گیا ہے، ان لوگوں کو ہدایت ہو جائے گی اور کیا چاہیے۔ ساری رات اسی طرح گذر گئی صبح کو جب اذان ہوئی تو مجھ سے کہنے لگے کہ نماز پڑھائیں میں نے کہا ابھی وقت نہیں ہوا۔ آپ لوگ بھی یاد رکھیں! مزدلفہ میں معلم صبح صادق سے پہلے ہی اذانیں دلوا کر لوگوں کو نماز پڑھوا دیتے ہیں۔ کسی کی نماز ہو یا نہ ہو، حج ہو یا نہ ہو ان کو اپنا کام آسان کرنا ہوتا ہے کہ جلدی جلدی پہنچاؤ۔ ایک بار منیٰ میں ابھی زوال کا وقت ہوا نہیں تھا وہ پہلے ہی کنکریاں مروانے کے لیے بھگائے چلا جا رہا ہے میں نے معلّم سے کہا کہ ابھی تو وقت ہوا نہیں اس سے پہلے ہی آپ لیے جا رہے ہیں تو کہتے ہیں آپ کی رمی نہیں ہوگی ان لوگوں کی ہو جائے گی، چلنے دو، حاجیوں کو بکری بنا رکھا ہے وہ پیپسی کولا پلا دیتے ہیں تو اور بھی بکری کا دماغ چکرا جاتا ہے۔

شف بیبسی:

جدہ میں ایک شخص عید کے موقع پر بکرا خریدنے گیا۔ وہاں ایک بدوی جو بکریاں بیچ رہا تھا اس نے اپنے پاس پیپسی کی بوتلیں بھی رکھی ہوئی تھیں جو بھی اس کے قریب جاتا تو وہ بدوی کہتا: "**شف بیبسی، شف بیبسی.**" عربی میں "پ" نہیں، "پ" کی جگہ "ب" استعمال کرتے ہیں اور شف کے معنی ہیں دیکھ یعنی پیپسی کا کرشمہ دیکھ پھر وہ ایک بکرے کے منہ میں چند گھونٹ پیپسی کے ڈال دیتا بکرا چکرا کر گر جاتا پھر کھڑا ہوتا پھر گر جاتا اور بدوی لوگوں کو یہ تماشا دکھا کر کہتا: "**شف بیبسی، شف بیبسی، شف بیبسی.**" اس طریقہ سے وہ لوگوں کو یہ سمجھانا چاہتا تھا کہ یہ جو رات دن تم پیپسی پیتے رہتے ہو یہ ایسی خراب چیز ہے، لوگوں کو پیپسی کے نقصان سے بچانے کے لیے پیپسی پر اپنے پیسے خرچ کر رہا تھا۔

بات ہو رہی تھی مزدلفہ کی، وہ لوگ کہنے لگے کہ نماز پڑھائیں وقت ہو گیا ہے۔ میں نے بتایا ابھی وقت نہیں ہوا جب وقت ہو جائے گا تو میں بتا دوں گا۔ میرے پاس تو دنیا بھر کے حسابات رہتے ہیں جہاں کا بھی چاہیں فوراً چند منٹ میں بتا سکتا ہوں کہ وقت ہوا ہے یا نہیں۔ جب میں نے کہا کہ ابھی وقت نہیں ہوا تو وہ ذرا بیٹھ گئے۔ پھر کسی دوسری طرف سے کسی معلّم نے اذان دلوا دی تو ان میں سے ایک کہتا ہے:

"او کیوں چانگراں مارن ڈیا؟"

"وہ کیوں چیخیں مار رہا ہے؟"

بندروں کے چیخنے چلانے کی آواز کو "چانگراں" کہتے ہیں، ایسے واہیات لوگ کہ موذن کی آواز کو اس سے تشبیہ دے رہے ہیں۔ پھر کسی طرف سے اذان کی آواز آئی تو پھر کہنے لگے:

"او کیوں چانگراں مارن ڈیا؟"

پھر اصرار شروع کر دیا کہ نماز پڑھائیں، میں نے پھر ایک دو بار کہا کہ آخر مجھے بھی تو نماز پڑھنی ہے جب وقت ہو جائے گا تو پڑھا دوں گا اپنی نماز برباد مت کریں انتظار کر لیں۔ بڑی مشکل سے انہوں نے دو تین منٹ صبر کیا تو ایک عورت بولی:

''گنا ای تاں ماف کراوَن آئے آں اناں وچ اے وی سئی، اے وی ماف ہو جاوَ گا، چلو پڑھو نماج تے چلیے۔''

''گناہ ہی تو معاف کروانے آئے ہیں، انہیں میں یہ بھی سہی یہ نماز کا گناہ بھی معاف ہو جائے گا، چلو پڑھو نماز اور چلیں۔''

معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورت رئیسۃ القوم تھی اس نے جیسے ہی کہا تو سارے اٹھ گئے، رات بھر کا عشق یہ کر نکل گیا۔ رئیسۃ القوم بلکہ فقیہۃ القوم فرما رہی ہیں کہ یہاں گناہ ہی تو معاف کروانے آئے ہیں اگر یہ ایک نماز نہیں ہوئی تو یہ بھی ساتھ ہی معاف ہو جائے گی چلو پڑھو۔ یہ تو جاتے ہی اسی نیت سے ہیں کہ گناہ معاف کروانے آئے ہیں اس لیے یہاں خوب خوب گناہ کرو کیونکہ حج کرنے سے تو سارے گناہ معاف ہو ہی جائیں گے۔

حرمین شریفین میں عورتوں کے مسجد میں نماز پڑھنے کے بارے میں ایک بات تو یہ ہوگئی کہ یہ حاجی وہاں جا کر صرف شیطان کی بات مانتے ہیں اور کسی کی بات نہیں مانتے تو انہیں کوئی کیا سمجھائے۔

۲ ہمارا تعلق مذہب حنفی سے ہے، امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر چلنے والے۔ سعودیہ کی حکومت حنفیہ نہیں حنبلیہ ہے۔ ان کے ہاں عورتوں کا مسجد میں جا کر نماز پڑھنا جائز ہے۔ حضرت عمر اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے روک دیا اور ان کے ارشاد کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی ارشاد سمجھا جائے گا اس لیے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ عورتوں کا مسجدوں میں نماز پڑھنے جانا جائز نہیں، اس لیے حرمین شریفین کا حوالہ دینا صحیح نہیں یا تو حنفی مذہب چھوڑ دیں کوئی مجبور تھوڑا ہی کرتا ہے لیکن اگر خود کو حنفی کہتے ہیں تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب پر چلنا پڑے گا۔ کہلائیں حنفی

اور تقلید کریں کسی دوسرے امام کی یہ نہیں ہوسکتا جو بھی خود کو حنفی کہتا ہے اسے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر عمل کرنا ہوگا خواہ بات سمجھ میں آئے یا نہ آئے۔ اگر حرمین شریفین ہی کی بات کرتے ہیں تو پھر وہاں کے لوگ تو نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعاء بھی نہیں مانگتے۔ بہت سے لوگ ان کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ وہ دعاء ہی نہیں مانگتے، یہ غلط ہے وہ دعاء تو مانگتے ہیں مگر بغیر ہاتھ اُٹھائے اور یہاں لوگوں کا حال یہ ہے:

① ہاتھ اٹھا کر مانگتے ہیں۔

② اجتماعی طور پر مانگتے ہیں۔ سارے اکٹھے ہوکر امام کی اقتداء میں دُعاء مانگتے ہیں۔ جب امام شروع ہوتا ہے تو یہ بھی شروع ہوتے ہیں جب امام ختم کرتا ہے تو یہ بھی ختم کردیتے ہیں۔

③ امام کو چلانے پر مجبور کرتے ہیں اور اسے لازم سمجھتے ہیں اگر کوئی امام زور زور سے چلا کر دعاء نہیں منگواتا تو یہ اسے مجبور کرتے ہیں وہ پھر بھی نہیں کرتا تو اسے نکال دیتے ہیں کہ یہ تو گونگا ہے کوئی دوسرا بولنے والا امام لاؤ۔

کسی مستحب کام کو فرض واجب کی طرح سمجھا جانے لگے تو وہ ناجائز ہوجاتا ہے دعاء کے بارے میں لوگوں نے کتنی بدعتیں جاری کر رکھی ہیں، اگر حرمین شریفین کے مطابق عمل کرنا ہے تو دعاء کے بارے میں ان کو کیوں بھول جاتے ہیں؟ دعاء بھی تو انہی کی طرح مانگا کریں۔ یہ تو نفس کے بندے ہیں انہیں جس کام میں مزا آتا ہے وہ کرتے ہیں اور جہاں مزا نہیں آتا تو کہتے ہیں یہ تو وہابی ہیں۔

یہ بات پکی کرلیں کہ ہم حنفی ہیں۔ مذہب حنفی معلوم کرنے کے لیے علماء کے سامنے عربی فتاویٰ کی کتابیں موجود ہیں جن میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ عورتوں کے لیے گھروں سے نکلنا ممنوع ہے، نماز پڑھنے کے لیے مسجدوں میں جانا جائز نہیں۔ عوام بہشتی زیور میں دیکھیں کہ عورتوں کو مسجد جانے سے روکا ہے یا نہیں۔ آج کل مولوی بھی اور عوام بھی یہ کہتے ہیں کہ عورتیں جب مسجد میں جاتی ہیں

جمعہ کا خطبہ سنتے ہیں، خطیب صاحب کا بیان سنتے ہیں تو فائدہ بہت ہوتا ہے، یہ بات خوب اچھی طرح ذہن نشین کرلیں کہ فائدہ صرف اللہ کے قانون کے مطابق کام کرنے میں ہے اگر اللہ کے قانون کے خلاف کام کیا تو بظاہر کتنا ہی فائدہ نظر آئے وہ جہنم کا ذریعہ بنے گا۔ جو بھی یہ کہتا ہے کہ اللہ کے قانون کے خلاف کام کرنے سے دین بنتا ہے وہ دین میں تحریف کررہا ہے۔ مثال کے طور پر یہ کہا جائے کہ کوئی رقص وغیرہ کا انتظام کریں گے وہاں بہت لوگ آئیں گے مرد بھی عورتیں بھی پھر ہم لوگوں کو تبلیغ کریں گے دین کی باتیں بتائیں گے لوگوں کو دین کے احکام کا علم ہوگا اس سے انہیں بہت فائدہ ہوگا۔ یا یہ کہ کسی جگہ تبلیغ کے لیے لوگوں کو بلایا جائے اور وہاں پردے وغیرہ کی قید نہ ہو بے پردہ عورتیں اور مرد سب ایک ساتھ بیٹھیں تو اس طرح لوگ بہت آئیں گے اگر پردے وغیرہ کی پابندی لگاتے ہیں تو بہت تھوڑے لوگ آئیں گے فائدہ کم ہوگا۔ یہ تلبیس ابلیس ہے۔

دین کو قائم کرنے کا طریقہ:

مکہ مکرمہ میں ایک شامی عالم تھے، بہت مضبوط عالم۔ چونکہ جنس کو جنس سے محبت ہوتی ہے اس لیے مجھے ان سے محبت تھی۔ وہ میرے پاس ملنے آیا کرتے تھے، میں بھی ان کے پاس جایا کرتا تھا۔ ایک بار میں ان کے پاس گیا تو وہاں کوئی شامی مجاہد آیا ہوا تھا، وہ ڈاڑھی منڈا تھا تو انہوں نے اس مجاہد کے سامنے مجھ سے پوچھا کہ جہاد کی مصلحت سے ڈاڑھی منڈانا جائز ہے یا نہیں؟ میں نے کہا نہیں جائز نہیں تو وہ لڑکا بہت ناراض ہوا کہنے لگا اس کے سوا تو جہاد ہو ہی نہیں سکتا ہم جاتے ہیں تو دشمن پکڑ لیتے ہیں پھر ہم جاسوسی کیسے کریں گے، بہت بولتا رہا اس وقت مجھ سے اللہ تعالیٰ نے ایک جملہ کہلوادیا:

لا یقام الدین بھدمہ

دین کو گرا کر دین کو قائم نہیں کیا جاسکتا۔ میرے اس جواب پر وہ شامی عالم بہت خوش ہوئے۔ آپ لوگ بھی یاد کرلیں دلوں میں بٹھالیں:

لایقام الدین بھدمه

یہ ناممکن ہے کہ دین کو گرا کر دین قائم کیا جائے۔ اللہ کی قائم کردہ حدود کو توڑ کر انسان کبھی دیندار نہیں بن سکتا۔ عورتوں کا گھروں سے باہر نکلنا، خواہ وہ تبلیغی جماعت میں نکلیں، خواہ وہ جمعہ پڑھنے کے لیے نکلیں، خواہ وہ تراویح پڑھنے کے لیے نکلیں اس سے کبھی بھی ان کے دین کو فائدہ نہیں پہنچے گا کیونکہ دین کو گرا کر کبھی بھی دین قائم نہیں ہوسکتا۔ کل قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی ہوگی تو اگر اللہ تعالیٰ نے یہ پوچھ لیا کہ میرے احکام کو پامال کرکے، میری قائم کردہ حدود کی خلاف ورزی کرکے عورتوں کو گلیوں گلیوں، شہروں شہروں میں پھرا کر کیا تم یہ سمجھتے تھے کہ ان کو ہدایت ہورہی ہے فائدہ ہورہا ہے؟ تو کیا جواب دیں گے؟ اللہ تعالیٰ اس قوم کو ہدایت عطاء فرمائیں۔

۴ عورتوں کی جماعت:

بہت سی عورتیں رمضان میں تراویح کی جماعت کرتی ہیں، حالانکہ عورتوں کی جماعت کرنا جائز نہیں۔ اس سے پہلے نمبر پر تو یہ بتایا تھا کہ عورتوں کا جمعہ یا تراویح وغیرہ پڑھنے کے لیے مسجدوں میں جانا جائز نہیں۔ اب یہ بتا رہا ہوں کہ خواتین کا اپنے گھروں میں بھی تراویح کی جماعت کرنا جائز نہیں۔ اکیلی اکیلی پڑھیں۔

اس بارے میں لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہماری بچی تو حافظہ ہے اگر وہ سنائے گی نہیں تو قرآن بھول جائے گی۔ قرآن کو پکا کرنے کا یہ نسخہ ہے کہ سنائے، یہاں پھر وہی بات جو گزشتہ نمبر میں میں نے بتائی تھی کہ اللہ کے لیے کام کرتے ہیں تو اللہ کی نافرمانی کیوں کرتے ہیں؟ اللہ کی نافرمانی کرکے، اللہ کے قانون کے خلاف کرکے، اللہ کے قانون کو توڑ کر، اللہ کو ناراض کرکے کہتے ہیں کہ اس سے دین کا فائدہ ہوگا، تبلیغی جماعت والوں کی طرح عورتوں کو گھر سے نکال کر کہتے ہیں بہت فائدہ ہورہا ہے، ارے! گناہ کبیرہ کرکے کہتے ہیں فائدہ ہورہا ہے، اس پر کفر کا خطرہ ہے یا نہیں؟ کررہے ہیں گناہ کبیرہ

اور کہہ رہے کہ بہت فائدہ ہو رہا ہے۔ معلوم نہیں لوگوں کی نظر میں فائدہ کسے کہتے ہیں نقصان کسے کہتے ہیں؟ کسی دینی کام کے کرنے میں فائدہ ہے یا نقصان اس کا معیار یہ ہے کہ اللہ کے قانون کے مطابق کرے اور کسی ایک کو بھی ہدایت نہ ہو تو آپ کا فائدہ ہے اور اگر اللہ کے قانون کے خلاف کر کے پوری دنیا کو آپ اپنے ساتھ ملا لیں تو فائدہ نہیں نقصان ہے، جہنم کا کام کر رہے ہیں۔ گویا ان کے خیال میں معاذ اللہ! اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اقامت دین کے ان طریقوں کا علم ہی نہ تھا جو کہیں سے ان کی طرف وحی ہو رہے ہیں۔ لوگ کہتے ہیں کہ عورتوں کی تراویح کی جماعت اس لیے ہونی چاہیے کہ اس طرح عورتیں اپنا قرآن پکا کریں گی۔ جس چیز کو شریعت نے ناجائز قرار دے دیا اسے قرآن پکا کرنے کا ذریعہ بنا رہے ہیں، ناجائز کام کر کے سمجھ رہے ہیں کہ بہت بڑی عبادت کر لی۔

مرد وعورت کے لیے علم کی حقیقت:

اس کے ضمن میں بتانا چاہتا ہوں کہ مردوں اور عورتوں کے لیے علم کی حقیقت کیا ہے۔ علم یہی تو ہے نا کہ قرآن مجید پر عمل کرنے کی توفیق ہو۔ احکام قرآن سے، حقوق القرآن سے واقفیت ہو، جس قرآن کو یاد رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ کی اتنی بڑی نافرمانی کر رہے ہیں اس قرآن کے حقوق کیا ہیں۔ نمبروار تین چیزیں یاد کر لیں:

① تجوید القرآن:

قرآن مجید کے الفاظ کو تجوید کے ساتھ سیکھیں۔ پہلا حق تو یہ ہے۔

② احکام قرآن کا علم:

اس کے بعد رہا یہ کہ قرآن مجید کے احکام کیا کیا ہیں؟ احکام کا علم حاصل کریں اس کے لیے بہشتی زیور خوب توجہ سے پڑھیں، سمجھنے کی کوشش کریں، بار بار پڑھتے رہیں،

بچیوں کو پڑھائیں تاکید کریں کہ بہشتی زیور دیکھا کریں۔

③ احکام قرآن پر عمل:

تیسری چیز رہ جاتی ہے کہ قرآن کے احکام کے مطابق عمل ہو۔اس کے لیے کسی بھی ایسی شخصیت سے تعلق رکھیں کہ جس کے بیان میں اعمال کی طرف توجہ دلائی جاتی ہو۔ بداعمالیوں سے، گناہوں سے، نافرمانیوں سے بچانے کی کوشش کی جاتی ہو، خاص طور پر وہ نافرمانیاں جن کا عام مسلمانوں میں دستور ہو گیا ہے ان کو گناہوں کی فہرست سے ہی نکال دیا ان کی اصلاح کی طرف متوجہ کیا جاتا ہو، جن کے بیان میں فکر آخرت پیدا کرنے کی کوشش کی جاتی ہو، کسی ایسے اللہ والے کے ساتھ تعلق رکھیں، ان کے مواعظ کی کتابیں پڑھیں، کیسٹیں سنیں اس سے فکر آخرت پیدا ہوگی۔ بتائیے کوئی چیز باقی رہ گئی، اس میں سارا ہی دین آ گیا مگر یہ جو رجحان لوگوں میں پیدا ہو گیا ہے کہ ذرا دین کی طرف مائل ہوئے تو اپنی بچیوں کو اسکول کالج سے اٹھا لیتے ہیں یہ تو بہت اچھا کرتے ہیں لیکن پھر وہ اس کوشش میں لگ جاتے ہیں کہ ان کی بچی حافظہ، قاریہ، مقرئہ، عالمہ، فاضلہ بن جائے اور پھر جب بچی حافظہ بن گئی تو کہتے ہیں کہ اگر تراویح میں سنائے گی نہیں تو اس کو قرآن یاد کیسے رہے گا؟ گناہ کرو گناہ، کبیرہ گناہ کرو اس لیے کہ بچی کو حافظہ بنالیا تو اب قرآن کو پکا بھی تو رکھنا ہے۔

یہ بات خوب یاد رکھیں کہ جو تین چیزیں میں نے بتائی ہیں لڑکیوں کے لیے وہ کافی ہیں البتہ مردوں کے لیے پورے علم دین کا حاصل کرنا فرض کفایہ ہے۔خواتین کو کیا ضرورت پڑی ہے ان چیزوں کو حاصل کرنے کی؟ ان پر جتنا علم حاصل کرنا فرض ہے اس کی تفصیل میں نے بتادی۔اس بارے میں میرا رسالہ ''اکرام مسلمات'' دیکھیں۔

④ شبینہ:

شبینہ کی جو بدعت چل نکلی ہے اس میں شہرت و نمود کے علاوہ اور بھی کئی مفاسد ہیں،

اس بدعت کی مختلف صورتیں ہیں۔

پہلی صورت:

ایک صورت تو یہ ہے کہ جو قاری صاحب مسجد میں تراویح پڑھانے کے لیے معین ہیں وہی ایک دو راتوں میں پورا قرآن سنا دیں۔ اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① شہرت و نمود، دکھاوے کے لیے کوئی کام کرنا شرک کی ایک قسم ہے۔

② اکثر نمازی شریک نہیں ہو سکتے۔

③ کئی لوگ بیٹھے باتیں کرتے رہتے ہیں جب امام صاحب رکوع میں جاتے ہیں تو شریک ہو جاتے ہیں جو قرآن مجید کی کھلی بے حرمتی ہے۔

④ کئی لوگ اونگھتے رہتے ہیں، بار بار چائے پیتے ہیں یا منہ میں لونگ یا کالی مرچ وغیرہ رکھتے ہیں، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت سخت تنبیہ فرمائی ہے کہ عمل اتنا ہی کرو جتنا انشراح اور رغبت سے ہو سکے۔

⑤ بہت سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ قرآن سننے کی سنت پوری ہو گئی اس کے بعد وہ تراویح پڑھتے ہی نہیں یا اپنے گھر میں چھوٹی سورتوں سے پڑھ لیتے ہیں، بعض تو بے ہمتی اور سستی کی وجہ سے ایسا کرتے ہیں لیکن اکثر دنیا کمانے کی ہوس میں کرتے ہیں کہ روزانہ تراویح میں قرآن سنیں گے تو دنیا کمانے میں بہت بڑا نقصان ہوگا، دنیائے مردار کے عشق میں شبینہ میں شرکت کی بہانہ سازی۔

⑥ شبینہ میں قرآن مجید لاؤڈ اسپیکر پر پڑھا جاتا ہے جس سے اہل محلّہ کو تکلیف ہوتی ہے، بعض کمزور یا مریض ہوتے ہیں جن کے آرام میں خلل واقع ہوتا ہے، بعض دن بھر کے تھکے ہوئے ہوتے ہیں صبح جلدی ہی پھر کام پر جانا ہوتا ہے، شبینہ والے ظالموں کو بوڑھوں اور بیماروں پر رحم نہیں آتا تو ایسے مشغول لوگوں پر کیا رحم کھائیں گے، بات یہ ہے کہ آہستہ پڑھتے ہیں تو لوگوں میں نام کیسے ہوگا جو شبینہ سے اصل مقصد ہے۔

⑦ عموماً شبینہ میں پڑھنے والے قاری زیادہ ہوتے ہیں جن میں باہم تقابل اور مقتدیوں سے زیادہ سے زیادہ داد حاصل کرنے میں تسابق کی کوشش ہوتی ہے، پھر مقتدیوں میں بھی یہی باتیں چلتی ہیں کوئی ایک کو فوقیت دے رہا ہے تو کوئی دوسرے کو، اس سے بسا اوقات بعض قاریوں کی توہین بھی ہو جاتی ہے۔ یہ قباحت حسن قراءت کے مقابلہ میں بھی ہے۔

دوسری صورت:

عام تراویح پڑھانے کے بعد مسجد ہی میں دوسرے ایسے لوگ شبینہ میں تراویح پڑھیں جنہوں نے پہلے تراویح نہیں پڑھیں، اس میں مزید دو قباحتیں ہیں:

① ایک مسجد میں ایک ہی نماز کی دو جماعتیں کرنا مکروہ تحریمی ہے۔

② پہلی جماعت میں حاضری کی کمی، جس سے مسجد اور اسلام کی رونق میں کمی ہوتی ہے۔

تیسری صورت:

جو لوگ پہلے تراویح پڑھ چکے ہوں وہ مسجد کے اندر نوافل میں شبینہ کریں، اس میں ایک مزید قباحت یہ بھی ہے کہ نوافل کی جماعت مکروہ تحریمی ہے۔

چوتھی صورت:

مسجد سے باہر کہیں پڑھیں، اس میں مزید دو قباحتیں ہیں:

① مسجد کی جماعت کو کاٹنا، مسجد، اسلام واہل اسلام کی رونق کو کم کرنا۔

② عموماً ایسے لوگ عشاء کے فرض بھی وہیں پڑھتے ہیں مسجد میں نہیں پڑھتے جبکہ بلاضرورت شرعیہ فرض میں مسجد کی جماعت کو چھوڑنا جائز نہیں۔ اگر فرض مسجد میں پڑھ کر تراویح کے لیے مسجد سے باہر نکلتے ہیں تو اس میں بھی دو قباحتیں ہیں:

① ناواقف لوگ سمجھیں گے کہ تراویح نہیں پڑھتے اور مظنۂ تہمت سے بچنا فرض ہے۔

۵ تراویح سے اعراض کے ساتھ مشابہت ہے۔

۶ چندروزہ ختم:

اس میں بھی وہ سب مفاسد ہیں جن کی تفصیل شبینہ کے بیان میں بتاچکا ہوں، مزید یہ کہ بقیہ ایام میں اگرچھوٹی سورتیں پڑھتے ہیں تو یہ ناموزونیت نماز وقرآن کے احترام کے خلاف ہے۔

۷ ستائیسویں رات میں ختم:

اس میں یہ مفاسد ہیں:

① ہر جگہ اس کا التزام ہونے لگا ہے، امر مستحب پر بھی فرض یا واجب جیسا دوام و التزام جائز نہیں جب کہ اس رات میں ختم کرنے کا تو استحباب بھی ثابت نہیں۔

② اس رات میں ختم کرنے کو زیادہ برکت اور زیادہ ثواب کا ذریعہ سمجھا جاتا ہے جبکہ شرعاً اس کا کوئی ثبوت نہیں۔

③ یہ دائمی معمول اس زعم پر مبنی ہے کہ یہ رات یقینی طور پر لیلۃ القدر ہے حالانکہ اس کا کوئی یقین نہیں اس کی تفصیل بھی آٹھویں نمبر میں بتاؤں گا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

④ بقیہ دو راتوں میں تراویح بہت مختصر ہونے کی وجہ سے مساجد کی رونقیں ختم ہوجاتی ہیں جبکہ شرع وعقل دونوں کا مقتضیٰ یہ ہے کہ رمضان کے آخر میں عبادت زیادہ کی جائے لیکن یہاں معاملہ بالکل برعکس ہے، شاید کئی لوگ تو تراویح بھی نہیں پڑھتے ہوں گے۔

اس رات میں ختم قرآن کا استحباب بعض فقہاء رحمہم اللہ تعالیٰ سے منقول ہے لیکن اس میں کچھ باتیں سمجھنے کی ہیں:

① ان کا یہ خیال اسی امر پر مبنی ہے کہ شاید یہ لیلۃ القدر ہو۔ لیلۃ القدر میں زیادہ عبادت کرنے کا تو ثبوت ہے لیکن ختم قرآن کی تخصیص کا کوئی ثبوت نہیں۔

② مروج دستور میں تو ختم والی رات میں عام راتوں کی بنسبت عبادت کم ہوتی ہے اور بدعات وخرافات زیادہ۔

③ اس رات میں ختم کرنے میں فضیلت یقینی نہیں صرف متوقع ہے کہ شاید فضیلت مل جائے اور اس کے مقابلے میں آخری دو راتیں خالی رہ جانے اور دوسرے مفاسد مذکورہ یقینی ہیں۔ ایک متوقع نفع کے لیے یقینی نقصان کر لینے کی شرعاً گنجائش ہے نہ عقلاً۔

⑧ لیلۃ القدر کی وضاحت:

① رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے لیلۃ القدر کا علم دیا گیا تھا مگر پھر وہ اٹھالیا گیا۔ اس لیے کسی خاص رات کے لیلۃ القدر ہونے کا یقین نہیں۔

② یہ خیال بھی غلط ہے کہ لیلۃ القدر ہمیشہ ایک ہی تاریخ میں ہوتی ہے۔

③ لیلۃ القدر کے بارے میں ابتداءً کوئی علامت نہیں البتہ بعض روایات میں کچھ ایسی علامات کا ذکر ہے جو رات گزر جانے کے بعد ظاہر ہوتی ہیں، اوّلاً تو یہ علامات یقینی نہیں، دوسری بات یہ کہ رات گزر جانے کے بعد علامات تلاش کرنے سے کیا فائدہ؟ جنہیں جو عبادت کرنی تھی کر لی اور جنہوں نے رات غفلت میں گزار دی وہ اسے دوبارہ نہیں پاسکتے۔ رات گزر جانے کے بعد علامات معلوم ہونے سے صرف ناقص محبت والوں کو یہ فائدہ ہوسکتا ہے کہ اگر اس رات میں انہیں عبادت کی توفیق مل گئی تو وہ شکر گزار بندے بننے کے لیے اور زیادہ عبادت کریں گے، کامل محبت والوں کو ایسی ہمت افزائی کی ضرورت نہیں اور عوام کا یہ نقصان ہے کہ وہ مطمئن ہو کر بیٹھ جاتے ہیں باقی راتیں غفلت میں گزار دیتے ہیں۔

④ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس رات کا علم دے کر واپس لے لیا گیا۔ اس کی حکمت یہ تھی کہ لوگ زیادہ سے زیادہ کوشش کریں اگر اس کا علم دے دیا جاتا تو لوگ اس

رات تو خوب عبادت کرتے اور باقی وقت غفلت میں گزار دیتے۔ اس کے علاوہ یہ حکمت بھی ہے کہ لوگ لیلۃ القدر کو جانتے ہوئے بھی اس میں گناہ کرتے تو انہیں عذاب زیادہ ہوتا۔

⑤ اس رات میں کوئی خاص عبادت متعین نہیں بسہولت جو عبادت چاہیں کریں۔ تلاوت، تسبیحات، نوافل، دینی کتب کا مطالعہ یا اللہ تعالیٰ کے احسانات، انعامات اور کمالات کا مراقبہ جو چاہیں کریں۔ اس کے برعکس لوگوں نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ عبادت کی تعیین کر دی اتنے اتنے نوافل پڑھے جائیں اور فلاں فلاں سورتیں پڑھی جائیں یہ سب بدعات وخرافات ہیں جن پر ثواب کی بجائے عذاب ہے۔

⑥ طبیعت پر جبر کرکے تمام رات جاگنا ممنوع ہے، انشراح کے ساتھ، طیب خاطر سے جتنی دیر جاگ سکتا ہے جاگے اور جب نیند آنے لگے سو جائے۔

⑦ رات کو جاگنے کی وجہ سے فجر کی جماعت نہ نکل جائے، مسجد کی جماعت میں شریک ہوں۔

⑧ جس انشراح سے فجر کی نماز ہمیشہ پڑھتے ہیں اسی طرح پڑھ سکیں یہ نہ ہو کہ رات بھر جاگ کر فجر کی نماز میں جھومتے رہیں۔

⑨ نفل عبادت مسجد کی بجائے گھر میں کرنا مسنون ہے مسجدوں میں جا کر ہنگامہ آرائی نہ کریں۔

⑩ نوافل کی جماعت مکروہ تحریمی ہے اس لیے نوافل انفرادی طور پر پڑھیں۔

⑪ سب سے بڑی عبادت گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ لیلۃ القدر میں اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگیں اور آیندہ کے لیے ہر قسم کی نافرمانیوں سے بچنے کا عزم مصمّم کریں اور اللہ تعالیٰ سے حفاظت کی دعاء بھی کریں۔

(لیلۃ القدر کے بارے میں مزید تفصیل حضرت اقدس کے وعظ ''لیلۃ القدر'' میں پڑھیں۔ جامع)

⑨ بسم اللہ پڑھنا:

مسئلہ یہ ہے کہ امام پورے قرآن میں ایک بار بسم اللہ بلند آواز سے پڑھے تا کہ مقتدیوں کا سماع مکمل ہو جائے۔ اس کا بہتر طریقہ تو یہ ہے کہ پہلی ہی رات قرآن مجید کی ابتداء ہی میں یہ عمل کرلیا جائے۔لیکن اسے لازماً ختم والی رات ہی پڑھنے کا اہتمام کیا جاتا ہے.جس میں یہ قباحتیں ہیں:

① غیر ثابت امر کا التزام،اس عمل کی ختم والی رات کے ساتھ تخصیص کا کوئی ثبوت نہیں، بالفرض اس کا استحباب ثابت ہوتا تو بھی اس کا التزام اوراس پر دوام جائز نہ ہوتا، غیر ثابت کا التزام اور بھی زیادہ قبیح ہے۔

② شرعاً وعقلاً بسم اللہ ابتداء قرآن میں تو مقصود بالذات ہے، پھر ہر سورت کے شروع میں سورتوں کے درمیان فرق بتانے کے لیے ہے،اس کا مقتضی یہ ہے کہ قرآن مجید کی اصل ترتیب کے مطابق بسم اللہ کو ابتداء قرآن میں ہی بلند آواز سے پڑھنا چاہیے تا کہ مقتدیوں کا سماع قرآن مجید کی اصل ترتیب کے مطابق ہو۔

③ کارخیر کو جلدی کرلینا بہتر ہے بلا وجہ اتنی تاخیر کیوں؟

④ ختم والی رات سے پہلے امام یا کسی مقتدی کا انتقال ہو گیا تو وہ اس سعادت سے محروم رہ گیا۔

⑩ تکرار اخلاص:

ختم والی رات سورہ اخلاص تین بار پڑھنے کا التزام کیا جاتا ہے،اس میں یہ مفاسد ہیں:

① فرائض میں سورت کا تکرار مکروہ ہے، تراویح بھی چونکہ فرائض کی طرح جماعت کے ساتھ اداء کی جاتی ہیں لہٰذا اس حکم کراہت میں بھی یہ فرائض کی طرح ہیں۔

② اس کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم،صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ تعالیٰ میں سے کسی سے کوئی ثبوت نہیں۔

③ اس میں ثواب سمجھا جاتا ہے اور غیر ثابت کو کارِ ثواب سمجھنا بدعت ہے۔

④ اس کا التزام کیا جاتا ہے جس سے مستحب کام بھی واجب الترک ہو جاتا ہے تو جس کا کوئی ثبوت ہی نہ ہو اس کا ترک کرنا بطریق اولیٰ واجب ہوگا۔

⑪ مفلحون پر ختم کرنا:

اس کا بھی التزام کیا جاتا ہے، اس کے استحباب کے لیے ایک حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے، لیکن تحقیق کرنے سے ثابت ہوا کہ اس حدیث سے اس کے استحباب پر استدلال صحیح نہیں۔

اس کی مفصل و مدلل تحقیق احسن الفتاویٰ کی دسویں جلد (تتمہ) میں ہے۔

⑫ تراویح کے بعد مروج دعاء:

اس کا تو بہت ہی زیادہ التزام ہے، فرائض و واجبات سے بھی زیادہ اہتمام کیا جاتا ہے۔ اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① اس کا کوئی ثبوت نہیں، نماز کے بعد دعاء مانگنا ثابت ہے لیکن اس میں یہ تفصیل ہے کہ فرض کے بعد ہاتھ اُٹھائے بغیر مختصر سی دعاء انفراداً مانگے البتہ نوافل کے بعد انفراداً ہاتھ اٹھا کر طویل دعاء مانگنا صحیح ہے۔

اس کی مفصل و مدلل تحقیق میرے رسالہ "**زبدۃ الکلمات فی حکم الدعاء بعد الصلوٰت**" میں ہے، یہ رسالہ احسن الفتاویٰ کی تیسری جلد میں ہے اور مستقل بھی چھپا ہوا ہے جس کا نام ہے "نمازوں کے بعد دعاء۔"

تنبیہ:

احسن الفتاویٰ کی تیسری جلد میں کچھ اہم مباحث رہ گئے تھے جو دسویں جلد میں ہیں۔ فرائض کی طرح تراویح بھی جماعت سے پڑھی جاتی ہیں لہٰذا دعاء کے مسئلہ میں

بھی یہ بحکم فرائض ہیں، غالباً وتر کے بعد بھی اسی طرح دعاء مانگنے کا التزام کیا جاتا ہے جب کہ وتر کا بحکم فرض ہونا تو اور بھی زیادہ ظاہر ہے۔ تراویح کے بعد دعاء میں یہ بدعات ہیں:

① بوقت دعاء ہاتھ اٹھانا۔

② اجتماعاً کرنا۔

③ امام کی اقتداء میں کرنا۔

④ بلند آواز سے کرنا۔

⑤ ان سب بدعات کو ضروری سمجھنا اور نہ کرنے والے کو ملامت کرنا۔

⑬ ختم قرآن کے موقع پر چراغاں کرنا:

اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① مال وقف سے کرنا حرام ہے۔

② مال وقف سے نہ ہو تو بھی چونکہ اس کا التزام کیا جاتا ہے اس لیے اس سے احتراز لازم ہے۔

⑭ مٹھائی تقسیم کرنا:

مٹھائی تقسیم کرنے کی مروج رسم میں کئی قبائح ہیں مثلاً:

① اسے مستقل ثواب سمجھا جاتا ہے جو دین پر زیادتی ہونے کی وجہ سے بدعت ہے۔

② اس کا ایسا التزام کیا جاتا ہے کہ کسی حال میں بھی اس رسم کو ترک نہیں کیا جاتا، التزام کی وجہ سے تو مستحب کام بھی واجب الترک ہو جاتا ہے چہ جائیکہ جس کا استحباب ہی ثابت نہ ہو۔

③ وقف کی رقم سے اس پر صرف کرنا ناجائز ہے اس لیے کہ یہ خرچ مصارف مسجد میں سے نہیں لہٰذا منتظمہ کمیٹی پر شرعاً اس رقم کا ضمان واجب ہوگا۔

④ بلاضرورت شرعیہ چندہ کرنا ناجائز ہے اس میں دین اور قرآن مجید کی تحقیر وتذلیل ہے۔

⑤ چندہ میں اگر خطاب خاص کیا گیا یا ایسی مجلس میں خطاب عام کیا گیا کہ جس میں کچھ خاص لوگ شریک ہوں تو ان دونوں صورتوں میں چندہ دہندگان کی رضا اور طیب خاطر متیقن نہیں، بلکہ ظن غالب یہ ہے کہ مروت اور غلبۂ حیاء کی وجہ سے رقم دی ہوگی، لہٰذا اس رقم سے خریدکردہ مٹھائی حلال نہ ہوگی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لایحل مال امرئ مسلم الا بطیب نفسه (مسند الامام احمد)

کسی کا مال حلال نہیں جب تک کہ اس کے شرح صدر کا یقین نہ ہوجائے۔ اس کا یقین ہوجائے کہ خوشی سے دے رہا ہے جبکہ آج کل تو چندہ مانگنے والوں کا طریقہ ایسا ہوتا ہے کہ جیسے گلے پر انگوٹھا رکھ کر زبردستی نکلواتے ہیں وہ تو ویسے ہی حرام ہوگیا۔

⑥ ایسے موقع پر چندہ دینے میں وہ لوگ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں جن کی آمدن حرام ہوتی ہے اس کی دو وجہیں ہیں:

① حرام خوروں کے پاس پیسہ بہت ہوتا ہے، بینک اور انشورنس والوں کے پاس پاخانوں کے ڈھیروں کے ڈھیر لگے ہوتے ہیں۔

② حرام خور شیرینی وغیرہ کے لیے اور مساجد میں دریاں، قالین اور دوسری چیزوں کے لیے پیسہ دے کر یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ یہ بہت بڑے دیندار ہیں اور وہ لوگوں پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ دیکھئے اگر بینک اور انشورنس وغیرہ کی ملازمت حرام ہوتی تو یہ مولانا صاحب یا یہ مسجدوں والے ہماری رقمیں قبول نہ کرتے یہ لوگ تو ہم سے چندہ لیتے ہیں اور خوب خوب لیتے ہیں تو معلوم ہوا کہ جو مولوی ہماری آمدن کو حرام کہتے ہیں وہ ایسے ہی اپنی طرف سے باتیں گھڑتے ہیں دیکھئے ہماری آمدن تو حلال ہے۔

⑦ اگر چندہ جمع کرتے وقت یہ خیال رکھا جائے کہ حرام خوروں سے نہ لیں اور یہ بھی یقین ہو کہ چندہ دینے والے طیب خاطر سے دے رہے ہیں تو بھی ایک غلط رسم اور

بدعت کی تائید تو ہوگی اس لیے ہر حال میں اس سے احتراز لازم ہے۔

⑧ بعض لوگ کہتے ہیں کہ اظہار مسرت وشکر کی غرض سے مٹھائی تقسیم کرتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ شکر کی حقیقت تو یہ ہے کہ منعم کو راضی کیا جائے یہ کیسا شکر ہے جو منعم کو ناراض کر کے ادا کیا جارہا ہے؟

⑮ روزہ کشائی:

یہ بدعت بھی بہت عام ہے اس میں یہ قباحتیں ہیں:

① نام ونمود، پہلے بتا چکا ہوں کہ دکھاوے کے لیے کام کرنا شرک کی ایک قسم ہے۔

② غیر مکلّف بچے کو بھوکا پیاسا رکھ کر اسے ایذاء پہنچانا۔

③ اس موقع پر جمع ہونے والے لوگ کچھ ہدیہ دینا لازم سمجھتے ہیں، اس کا نام تو ہدیہ ہے لیکن درحقیقت یہ قرض ہے۔ اس کی تفصیل آگے عیدی کے بیان میں بتاؤں گا ان شاء اللہ تعالیٰ۔

④ کھانے کی دعوت کو ضروری سمجھتے ہیں، یہ بھی درحقیقت قرض ہے۔ اس کی تفصیل بھی ان شاء اللہ تعالیٰ عیدی کے بیان میں بتاؤں گا۔

⑤ ایسی واہیات رسم اور بدعت شنیعہ میں لگ کر مغرب کی نماز مسجد کی جماعت سے نہیں پڑھتے جب کہ مسجد کی جماعت سے پڑھنا واجب ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ترک پر بہت سخت وعید سنائی ہے۔

⑥ مغرب کی نماز بہت دیر سے پڑھتے ہیں۔

⑯ افطار پارٹی:

روزہ کشائی کی بدعت کے بیان میں جو قباحتیں بتائی ہیں ان میں سے آخری تین نمبروں والی قباحتیں افطار پارٹی میں بھی ہیں یعنی:

① عموماً یہ دعوت بھی قرض ہی شمار ہوتی ہے۔

② مسجد کی جماعت کا ترک۔

③ مغرب کی نماز میں بہت زیادہ تاخیر۔

ان کے علاوہ دو قباحتیں مزید ہیں:

④ ریاء و نمود، لوگوں میں اپنے مال کی نمائش کے لیے لوگ اس قسم کی تقریبات منعقد کرتے ہیں۔

⑤ دنیائے مردار حاصل کرنے کے لیے لوگوں میں اپنا اثر و رسوخ بڑھانے کے لیے اصحاب منصب و مال کی دعوت کرتے ہیں۔

⑰ مسجد میں کھانے لانا:

کھجور یا پانی سے افطار کرنے کی فضیلت ہے اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ ان میں یہ خوبیاں ہیں:

① ہر جگہ بسہولت مل سکتی ہیں۔

② بہت سستی ہیں۔

③ حلق سے بہت جلد اتر جاتی ہیں۔

④ اٹھا کر مسجد میں لے جانا بہت سہل ہے۔

⑤ مسجد میں کھانے سے مسجد کی تلویث اور بے حرمتی نہیں ہوتی۔

اس زمانے میں بوقت افطار مختلف اقسام کے ماکولات و مشروبات کی رسم چل نکلی ہے جس میں یہ قباحتیں ہیں:

① گھر میں کھا کر نکلیں تو جماعت نہیں ملے گی۔

② مسجد میں ساتھ لے جائیں تو اتنی چیزیں اٹھا کر لے جانے کی مشقت۔

③ مسجد میں اتنے ماکولات و مشروبات کھانے پینے سے نماز میں غیر معمولی تاخیر۔

④ مسجد کی تلویث و بے حرمتی۔ مسجد میں اتنے کھانے جمع کرتے ہیں اور ایسا ہنگامہ

کرتے ہیں کہ ہوٹل سے بھی زیادہ۔

⑤ رات کا کھانا دو قسطوں میں منقسم ہوگیا، پہلے بوقت افطار اور پھر دوسری قسط نماز کے بعد، یہ طبی لحاظ سے صحت کے لیے سخت مضر ہے۔

⑱ لیلۃ الجائزۃ:

یہ ایک نئی بدعت سننے میں آرہی ہے عید کی رات لیلۃ الجائزہ کے نام سے مسجد میں جمع ہوکر نوافل کی جماعت کرتے ہیں، اس میں یہ قبائح ہیں:

① جائزہ کے معنی ''انعام'' یہ لفظ جائزہ ہی بتارہا ہے کہ یہ رمضان میں تراویح اور روزوں پر انعام کی رات ہے، تراویح اور روزوں پر بہت انعام کا وعدہ ہے اور رمضان کے اختتام پر جہنم سے نجات کی بشارت ہے، اس لیے رمضان کا آخری دن ختم ہوتے ہی اس ماہ مبارک میں کیے گئے اعمال پر انعام ملنے کا وقت شروع ہوگیا، رات میں تراویح کا عمل ختم ہوگیا اور دن میں روزے کا عمل ختم ہوگیا، جیسے عید کے دن روزہ رکھنا ممنوع ہے ایسے ہی اس رات میں تراویح پڑھنا ممنوع ہے، عید کے دن کی طرح عید کی رات میں بھی عمل سے چھٹی ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ کوئی عمل بھی نہ کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ اعمال ماثورہ میں سے کوئی عمل نہ کرے، عید کے دن تو نفل روزہ رکھنا بھی جائز نہیں، اس کا مقتضی تو یہ تھا کہ رات کو نوافل پڑھنا بھی جائز نہ ہوتا کوئی دوسری عبادت کرے لیکن چونکہ تراویح جماعت سے پڑھی جاتی ہیں اور نوافل انفراداً پڑھے جاتے ہیں اس لیے تراویح سے پوری مشابہت نہ ہونے کی وجہ سے شریعت نے اس رات میں نوافل پڑھنے سے نہیں روکا۔

② تراویح سے مشابہت ہے، جو حدود اللہ پر زیادتی ہے۔

③ نوافل کی جماعت جائز نہیں۔

④ عبادت نافلہ کے لیے اجتماع۔ اس کی تفصیل احسن الفتاویٰ جلد اول باب رد

البدعات میں ہے۔

⑤ ایسی بدعات مسجد میں کرنا اور بھی زیادہ قبیح ہے۔

⑲ چاند کے حساب کے غیر شرعی طریقے:

ایک بہت سخت گمراہی کی بات یہ کہ لوگوں نے چاند کے بارے میں حساب لگانے کے مختلف طریقے نکال رکھے ہیں، ان طریقوں کے ذریعہ حساب لگا کر وہ یہ بتاتے ہیں کہ چاند انتیس کا ہوگا یا تیس کا، یہ ناجائز ہے شرعاً اس کا کچھ اعتبار نہیں، اس بارے میں شریعت نے جو اصول بتا دیا کہ رؤیت کی شہادت پر مدار ہے، بس اسی اصول پر عمل کیا جائے گا دوسرے حسابوں کا کچھ اعتبار نہیں۔

اس کے علاوہ ایک قابل اصلاح امر یہ بھی ہے کہ بہت سے لوگ ایک روزے سے بچنے کے لیے اور عید کی خوشی میں چاہتے ہیں کہ چاند انتیس کا ہو جائے تو اچھا ہے اور بعض تمنا کرتے ہیں کہ تیس کا چاند ہو۔ ایک دن اور مل جائے تاکہ زیادہ سے زیادہ رمضان کی برکتیں حاصل کر سکیں۔ یہ دونوں طرز فکر صحیح نہیں۔ اگر اللہ کے ساتھ تعلق صحیح ہو تو اللہ کا بندہ تو تفویض پر عمل کرتا ہے کہ جس میں میرا محبوب راضی اسی میں میں بھی راضی، اگر میرا اللہ ایک روزہ اور رکھوائے گا تو بسر و چشم اس میں راضی اور اگر میرا اللہ عید کروا کر مجھے کھلائے پلائے تو میں اس میں راضی۔ اللہ کی تقدیر پر، اللہ کے فیصلوں پر بندے کو ہر حال میں راضی رہنا چاہیے۔ آپ اپنی طرف سے کچھ نہ سوچا کریں کہ کب ہوگا اور کیسے ہوگا، جب ہونا ہوگا ہو جائے گا اسی پر راضی رہیں۔

⑳ عید سے پہلے میٹھی چیز کھانا:

یہ بدعت تو نہیں لیکن اس کی کچھ وضاحت کرنے کی ضرورت ہے، اس کی وجہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ رمضان اور غیر رمضان میں فرق کرنے کے لیے عید کی صبح کو جلدی ہی کوئی چیز کھا لی جائے۔ افطار میں جلدی کرنے کے استحباب کی وجہ بھی یہی ہے کہ غروب کے بعد روزہ ختم ہوا تو

اس کا حکم ہو جانے کے اظہار کے لیے افطار جلدی کیا جائے، حدود اللہ میں فرق کے اظہار کی شریعت میں اور بھی کئی مثالیں ہیں۔ رہی میٹھی چیز کی بات تو اس کی بناء یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عید کی صبح کو کھجوریں کھایا کرتے تھے، لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جیسے کھجور کی خصوصیت نہیں اسی طرح میٹھی چیز کی بھی کوئی خصوصیت نہیں، کھجوریں گھروں میں عام ہوتی تھیں، اس لیے کوئی کھانا پکانے کی زحمت کی بجائے اس آسان طریقہ پر عمل کر لیا جاتا تھا۔

⑳ سویاں پکانے کا التزام:

عید کے دن سویاں پکانے کو ضروری سمجھا جاتا ہے اگر اسے سنت سمجھتے ہیں تو چونکہ اس کا کوئی ثبوت نہیں اس لیے بدعت ہے اور اگر سنت نہیں سمجھتے تو اگر چہ بدعت تو نہیں لیکن پھر بھی فرض واجب کی طرح التزام بہت قبیح رسم ہے۔ اگر کوئی ضروری نہ سمجھتا ہو تو بھی اس غلط رسم کی تایید ہوتی ہے۔ اس لیے اس سے احتراز لازم ہے۔

㉒ سویوں کا مبادلہ:

ہر گھر میں سویاں پکتی ہیں پھر بہت اہتمام والتزام سے ایک دوسرے کے گھر بھیجی جاتی ہیں۔ یہ رسم بھی لغو اور واجب الترک ہے۔

㉓ نماز عید یا خطبہ کے بعد دعاء:

خطبہ کے بعد دعاء ثابت نہیں، نماز عید کے بعد اثبات دعاء کے لیے دو حدیثیں پیش کی جاتی ہیں لیکن ان سے استدلال میں کلام ہے اور نمازوں کے بعد استحباب دعاء کے کلیہ میں داخل کرنے میں بھی یہ اشکال ہے کہ نماز کے بعد متصل بلا فصل خطبہ ہے، دوسری بات یہ کہ خطبہ بھی دعاء ہے، مزید یہ کہ اس دعاء میں کئی واضح بدعات بھی شامل کر دی گئی ہیں:

① دعاء کا التزام اور تارک پر نکیر شدید۔

② رفع یدین۔ یہ پہلے بتا چکا ہوں کہ فرائض کے بعد دعاء میں رفع یدین ثابت نہیں اور نماز عید بھی بحکم فرائض ہے۔

③ بلند آواز سے دعاء کرنا اور اس کا ایسا التزام کہ اسے کسی حال میں بھی نہیں چھوڑا جاسکتا۔

④ اجتماعیت اور اس کا التزام نمبر۳ سے بھی زیادہ۔

⑤ امام کی اقتداء اور اس کا التزام، اس پر شدت بھی گزشتہ دو نمبروں سے کم نہیں۔

ان وجوہ کی بناء پر اس رسمی دعاء سے احتراز لازم ہے۔

㊹ نماز عید کے بعد مصافحہ و معانقہ:

نماز عید کے بعد مصافحہ و معانقہ بدعت ہے، شریعت میں مصافحہ کا موقع صرف اول ملاقات ہے، نمازوں کے بعد مصافحہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور ائمہ دین رحمہم اللہ تعالیٰ سے ثابت نہیں، یہ بدعت روافض کی ایجاد ہے، اس لیے اس سے احتراز واجب ہے، حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا ہے کہ اس بدعت کے مرتکب کو زجر و توبیخ کی جائے پھر بھی باز نہ آئے تو حسب قدرت اسے سزا دی جائے۔ معانقہ کا مروجہ طریقہ تو ویسے ہی بہت قبیح اور بڑا خطرناک ہے، اس کی تفصیل رسالہ ''مصافحہ و معانقہ'' میں ہے، یہ رسالہ احسن الفتاویٰ کی آٹھویں جلد میں ہے۔

㊺ عید مبارک کہنا:

عید کی مبارک باد دینا لینا جائز ہے لیکن اسے سنت سمجھنا جائز نہیں، سنت سمجھنا بدعت ہے پھر ضروری سمجھنا اور بھی بڑی بدعت اور انہی مخصوص الفاظ ''عید مبارک'' کو سنت یا ضروری سمجھنا بہت بڑی بدعت ہے۔

㊻ عیدی لینا دینا:

عیدی لینے دینے میں یہ قباحتیں ہیں:

① فخر و نمود۔

② اگر اسے سنت سمجھتے ہیں تو بدعت ہے۔

③ عموماً مبادلہ کی نیت ہوتی ہے، پھر مبادلہ بھی بصورت قرض جس میں مزید کئی قبائح ہیں جن کی تفصیل یہ ہے:

① یہ قرض جبراً وصول کیا جاتا ہے اس طرح کہ نہ دینے والے کو ملامت کی جاتی ہے اور جبراً کسی سے کچھ لینا حرام ہے۔

② بلا ضرورت قرض لینا دینا ناجائز ہے۔

③ پھر ظلم یہ کہ اس قرض کو ہدیہ کا نام دیا جاتا ہے جو اصطلاح شریعت کو بدلنا ہے۔ ہدیہ تو دلیل محبت و باعث ازدیاد محبت ہوتا ہے اس لیے اس کا عوض لینے کی کوئی خواہش نہیں ہوتی لیکن قرض کی حقیقت اس کے برعکس ہے یہ قاطع محبت ہے، اس کا نام ''قرض'' رکھا ہی اسی لیے گیا ہے کہ یہ محبت کی مقراض یعنی قینچی ہے۔

④ قرض کا حکم یہ ہے کہ جب بھی استطاعت ہو اداء کر دیا جائے لیکن یہ قرض مواقع معہودہ کے سوا اداء نہیں کیا جاتا اگر کوئی دینا چاہے تو قرض خواہ قبول نہیں کرتا مواقع معہودہ پر ہی قبول کرتا ہے یہ بھی مستقل گناہ ہے، کیا معلوم کہ موقع تک زندگی ہوگی بھی یا نہیں، قرض اداء کر سکے گا یا نہیں، خدانخواستہ قرض اداء کرنے سے پہلے موت نے آدبوچا تو کیا بنے گا، مقروض کی موت کی صورت میں اس کے ورثہ کا اداء کرنا یقینی نہیں اور قرض خواہ کی موت کی صورت میں اس کے تمام ورثہ پر قرض کو تقسیم کر کے ہر ایک کو اس کا حصہ دینا ضروری ہے جبکہ اس کا اہتمام نہیں کیا جاتا بلکہ عرف کے مطابق مواقع معہودہ پر کسی ایک وارث کو دیا جاتا ہے اور وہ اپنا حق سمجھ کر استعمال کرتا ہے دوسرے ورثہ کے حق کا خیال تک نہیں آتا۔

⑤ کئی قرض خواہ قرض وصول کرنے سے پہلے مرجاتے ہیں تو یہ قرض اس کے وارثوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، پھر کئی وارث بھی مرجاتے ہیں تو بصورت مناسخہ تقسیم

در تقسیم و نقل در نقل ہو کر اتنا پھیل جاتا ہے کہ سب اہل حقوق اور ہر ایک کے حق کی مقدار کا معلوم کرنا ناممکن ہو جاتا ہے، اس لیے مقروض اگر کسی وقت قرض ادا کرنا بھی چاہے تو اس کے لیے ان حقوق العباد سے سبکدوش ہونے کی کوئی صورت ممکن نہیں رہتی، بے شمار لوگوں کے حقوق کا بوجھ لے کر مرے گا۔

③ اس رسم کا فرض و واجب کی طرح التزام کیا جاتا ہے جب کہ ایسے التزام سے امر مندوب بھی واجب الترک ہو جاتا ہے۔

④ دینے والے کی نیت عوض لینے کی نہ ہو تو بھی جس کے بچوں کو عیدی دی جاتی ہے وہ اسے اپنے اوپر بوجھ محسوس کرتا ہے اور اس کا عوض دینا ضروری سمجھتا ہے۔

⑤ معاوضہ کی ناجائز رسم کی تایید و ترویج ہے۔

⑥ دیکھنے سننے والوں کے لیے ناجائز رسم کے ارتکاب کی بدگمانی و مظنہ تہمت۔

⑦ بچوں کے دلوں میں مال کی محبت پیدا ہوتی ہے، اس لیے اپنے بچوں کو بھی پیسے ہرگز نہ دیا کریں، بچوں کو پیسے دے کر ان کی دنیا و آخرت تباہ کرنے کی بجائے انہیں صدقہ و خیرات، جہاد اور دین کے دوسرے کاموں پر زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے کی ترغیب دیتے رہنا لازم ہے۔

㉗ ہر عید پر نیا جوڑا بنانا:

عید کے موقع پر نیا لباس پہننا مستحب ہے مگر اس کے لیے یہ تو ضروری نہیں کہ ہر عید پر نیا جوڑا بنایا جائے۔ ایک جوڑا بنا لیا عید کے دن پہنا اور پھر اتار کر حفاظت سے رکھ لیا، پھر دوسری عید میں بھی وہی پہن لیا، اس طرح ایک ہی جوڑا کئی سال چلے گا، میں اور میرے گھر والے ایسا ہی کرتے ہیں، حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ضرورت کے لیے تین جوڑے کافی ہیں ایک جمعہ اور عید کے لیے دوسرا عام حالات کے لیے اور تیسرا محنت و مزدوری کے وقت پہننے کے لیے۔ حضرات فقہاء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ

کے اس ارشاد سے واضح ہے کہ ہر جمعہ اور ہر عید کے لیے نیا جوڑا بنانے کا نہیں فرمار ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ ایک بہتر قسم کا جوڑا جمعہ اور عید کے لیے مختص کر لیا جائے اور ہمیشہ وہی پہنا جائے جبکہ پہلے زمانے میں کپڑا جلدی خراب ہو جاتا تھا، دو تین بار دھلنے سے اس کی رونق ختم ہو جاتی تھی اور دیکھنے سے پتا چل جاتا تھا کہ پرانا ہے لیکن اس زمانہ میں تو کپڑے ایسے بن رہے ہیں کہ مہینوں استعمال ہونے کے بعد بھی نئے پرانے میں کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ ہر عید پر نیا جوڑا بنانے میں یہ قباحتیں ہیں:

① نام و نمود۔

② ضرورت سے زیادہ مال و اسباب جمع رکھنا اور اسے بار بار دیکھنا دنیا کی ہوس کی دلیل ہے، جس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بہت سخت وعید ہے، تیسویں پارے کے آخر میں سورہ ہمزہ اسی بارے میں ہے:

وَيْلٌ لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةِ ۨ ٥ الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ ٥ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ ٥ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ ٥ وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ ٥ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ ٥ الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ ٥ اِنَّهَا عَلَيْهِمْ مُّؤْصَدَةٌ ٥ فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ ٥ (۱۰۴-۱تا۹)

دیکھیے جہنم کی کیسی سخت وعید ہے۔ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائیں۔ اگر خدانخواستہ کبھی کسی سے ایسی کوئی غلطی ہو جائے تو پہلا جوڑا کسی مسکین کو دے دے۔ سوچیے! پھر سوچیے! پھر سوچیے! کہ زیادہ جوڑے جمع کر لی تو جان کیسے نکلے گی؟

③ اس سے دنیا کی ہوس بڑھتی ہے، دوسرے نمبر میں تو بتایا تھا کہ یہ دنیا کی ہوس کی دلیل ہے، اس تیسرے نمبر میں بتا رہا ہوں کہ اس سے دنیا کی ہوس اور زیادہ بڑھتی ہے۔

④ جن کے پاس اتنی وسعت نہیں ہوتی وہ قرض لے کر بلکہ اور بھی کئی ناجائز ذریعے اختیار کر کے اس ہوس کو ضرور پورا کرتے ہیں۔

عام طور پر دستور ہے کہ عید کے بالکل قریب جاکر کپڑے خریدتے ہیں اس میں مزید یہ قباحتیں ہیں:

⑤ اپنے افلاس کا اظہار کہ پہلے اس کے پاس اتنی گنجائش نہ تھی۔

⑥ حب مال جیسے مہلک مرض کا اظہار کہ پیسے موجود ہونے کے باوجود عین وقت سے پہلے نکالنے کو دل نہیں چاہتا۔

⑦ عید کے قریب ہر چیز مہنگی ہوتی ہے، اس وقت میں خریداری سے دنیا کا بندہ اپنی دنیا کا بھی نقصان کرتا ہے۔

⑧ ان دنوں میں بازاروں میں اور دوکانوں پر مردوں اور عورتوں کا بہت ہجوم ہوتا ہے جو احمق لوگوں کو تو شاید اچھا لگتا ہو لیکن عقلمند کو اس سے تکلیف ہوتی ہے، دین کا نقصان الگ۔ اللہ تعالیٰ عقل اور دین کی فکر عطاء فرمائیں۔

㉘ شش عید منانا:

عید کے بعد جو چھ روزے رکھے جاتے ہیں انہیں ''شش عید'' اس لیے کہا جاتا ہے کہ عید کے بعد ہیں، لیکن اب معلوم ہوا کہ بعض احمق عقل و دین دونوں سے کورے ''شش عید'' کا مطلب یہ سمجھنے لگے کہ ان چھ روزوں کے بعد عید منائی جائے اس لیے انہوں نے یہ بدعت شروع کردی، عید منانے لگے، یہ بہت سخت بدعت ہے، شریعت پر زیادتی اور اللہ و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے۔ مجھے تو ایسی حماقت اور بے دینی کی بات سن کر بہت تعجب ہوا، یقین نہیں آرہا تھا کہ دنیا میں کوئی ایسا احمق بھی ہوسکتا ہے لیکن تحقیق کرنے سے ثابت ہوا کہ کوئی ایک نہیں بلکہ بہت سے خاندان ایسے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں عقل عطاء فرمائیں۔ یہ بدعت ظاہر ہونے کے بعد ان روزوں کو ''شش عید'' کہنے سے بھی احتراز کرنا چاہیے اس لیے کہ یہ لفظ بولنے سے اس خطرناک بدعت کی تائید ہوتی ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو ہر قسم کی بدعات ومنکرات سے بچنے کی توفیق عطاء فرمائیں۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰله وصحبه اجمعین والحمدللّٰه رب العٰلمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم
إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمَٰنُ وُدًّا
بلاشُبہ جو لوگ ایمان لائے اور اُنہوں نے اچھے کام کئے اللہ تعالیٰ اُن کے لئے محبت پیدا کر دے گا (مریم: ۹۶)

بیعت کی حقیقت

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: ☜ فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: ☜ بیعت کی حقیقت

بمقام: ☜ جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: ☜ بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: ☜ رجب ۱۴۲۵ھ

مطبع: ☜ حسان پرنٹنگ پریس فون: ۰۲۱-۶۶۳۱۰۱۹

ناشر: ☜ کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۵۶۰۰

فون: ۰۲۱-۶۶۰۲۳۶۱ فیکس: ۰۲۱-۶۶۲۳۸۱۴

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ
بیعت کی حقیقت

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَنَسْتَعِیْنُہٗ وَنَسْتَغْفِرُہٗ وَنُؤْمِنُ بِہٖ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْہِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَیِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلَا مُضِلَّ لَہٗ وَمَنْ یُّضْلِلْہُ فَلَا ھَادِیَ لَہٗ وَنَشْھَدُاَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَاشَرِیْکَ لَہٗ وَنَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّداً عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی عَلَیْہِ وَعَلٰٓی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖٓ اَجْمَعِیْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ. بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ.

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ ط یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ ج فَمَنْ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنْکُثُ عَلٰی نَفْسِہٖ ج وَمَنْ اَوْفٰی بِمَا عٰھَدَ عَلَیْہُ اللّٰہَ فَسَیُؤْتِیْہِ اَجْرًا عَظِیْمًا o (۴۸-۱۰)

شریعت میں بیعت کی بہت بڑی اہمیت ہے، بظاہر تو بیعت ہونے والا شیخ سے عہد کرتا ہے لیکن درحقیقت یہ عہد اللہ تعالیٰ سے ہے، میں نے اس وقت جو آیت پڑھی ہے بوقت بیعت بھی یہی آیت پڑھی جاتی ہے، اس میں اللہ تعالیٰ نے یہ تنبیہ فرمائی ہے کہ بیعت ہونے والا درحقیقت اللہ تعالیٰ سے بیعت ہو رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں پر ہے، اس لیے خوب سوچ کر سمجھ کر بیعت ہونا چاہیے، اسی لیے یہاں کسی کو جلدی سے بیعت نہیں کیا جاتا بلکہ بیعت کے لیے بہت سی شرطیں مقرر ہیں جب تک وہ

شرطیں پوری نہ ہوں بیعت نہیں کیا جاتا، بیعت ہونے کے لیے لوگوں کو مہینوں بلکہ سالوں انتظار کرنا پڑتا ہے، ایسے لوگ بھی ہیں جو کئی سالوں سے بیعت کی درخواستیں لیے پھرتے ہیں مگر انہیں بیعت نہیں کیا جاتا، حالات کے اعتبار سے مختلف لوگوں کے لیے مختلف مدت ہوتی ہے، کسی کی درخواست جلدی قبول ہو جاتی ہے کسی کی دیر سے ایک مولوی صاحب میرے شاگرد تھے انہوں نے کئی سال مسلسل مجھ سے پڑھا اور دورانِ تعلیم میری خدمت بھی بہت کرتے تھے، پھر عالم بننے کے بعد وہ مشہور علامہ اور اعلیٰ درجہ کے استاذ، مدرس اور خطیب بھی بن گئے، انہوں نے بیعت ہونے کی درخواستیں شروع کیں، بیچارے کہتے رہے کہتے رہے حتیٰ کہ کئی سال گزر گئے اسی حال میں ان کا انتقال ہو گیا مگر وہ بیعت نہیں ہو سکے، اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائیں درجات بلند فرمائیں، بیعت ہونے سے جو مقصد ہے اللہ تعالیٰ ان کے حق میں وہ مقدر فرما دیں۔

عرضِ مرتب:

اس وعظ میں حضرت اقدس نے بیعت کی جو شرائط اور طریق کار بیان فرمایا ''انوار الرشید'' کی تیسری جلد میں اس سے زیادہ تفصیل ہے اس لیے وہ نقل کی جاتی ہے:

حضرت اقدس کا طریق تربیت:

حضرت اقدس کسی کو بھی جلدی بیعت نہیں فرماتے، بیعت کی درخواست کرنے والوں کو مندرجہ ذیل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے:

[۱] حضرت اقدس کے وعظ سے متاثر ہو کر کوئی بیعت کی درخواست کرتا ہے تو اسے تحریری درخواست دینے کی ہدایت کی جاتی ہے، زبانی درخواست کو قابل سماعت نہیں سمجھا جاتا۔

[۲] تحریری درخواست کے جواب میں لکھا جاتا ہے:

’’بہشتی زیور حصۂ ہفتم میں شیخ کامل کی علامات غور سے پڑھیں، اس کے بعد جس شیخ پر اعتماد ہو اور اس کے ساتھ مناسبت بھی ہو اس سے تعلّق قائم کریں۔‘‘

۳ پھر علامات شیخ کا بغور مطالعہ کرنے کے بعد بھی اگر وہ حضرت اقدس ہی کی طرف رجوع پر اصرار کرتا ہے تو ارشاد ہوتا ہے:

① سنت کے مطابق استخارہ کریں۔

② ہفتہ وار مجالس وعظ میں شریک ہوا کریں، کم از کم سات مجالس میں شرکت کریں۔ یہ شرط صرف مقامی لوگوں کے لیے ہے۔

③ تمام مطبوعہ مواعظ تین بار غور سے پڑھیں۔

④ ’’انوار الرشید‘‘ کا اول سے آخر تک پورے غور سے مطالعہ کریں۔

۴ ان ہدایات کی تعمیل کی تحریری اطلاع آتی ہے تو جواب میں ارشاد ہوتا ہے:

بیعت خود مقصود نہیں، اصلاح مقصود ہے، آپ کو اصلاحی مکاتبت کی اجازت ہے، اُمورِ ذیل کی پابندی کریں:

① ’’بہشتی زیور‘‘ کا مطالعہ روزانہ بقدرِ فرصت۔

② مواعظ اور ’’انوار الرشید‘‘ کا جتنا حصہ ہو سکے روزانہ۔

③ ممکن ہو تو ہفتہ وار مجلس وعظ میں حاضری کی پابندی۔

④ رات کو سونے سے قبل دن بھر کے حالات کا محاسبہ اور مراقبۂ موت۔

⑤ ہر ماہ ایک بار اطلاع حالات کا پرچہ، یعنی محاسبہ میں منکرات ظاہرہ و باطنہ میں سے کسی کا احساس ہو تو اس کی اطلاع اور اس پر جو نسخۂ اصلاح تجویز کیا جائے اس کا اتباع۔

۵ اصلاحی تعلّق قائم کرنے کے بعد بشرائط ذیل بیعت کی اجازت دی جاتی ہے:

① اوپر اصلاحی مکاتبت کی اجازت میں جو پانچ ہدایات تحریر کی گئی ہیں، کم از کم چھ ماہ تک ان کی پوری پابندی کی ہو۔

۲ بیعت سے مقصد اور اس مقصد کی تحصیل کا طریقہ بخوبی سمجھ گیا ہو۔

۳ تحصیل مقصد میں رواں دواں ہو۔

۴ منکرات ظاہرہ سب چھوٹ گئے ہوں اور منکرات باطنہ سے نجات کی فکر پیدا ہوگئی ہو۔

جب طالب سے متعلق امور مذکورہ کا خوب اطمینان ہو جاتا ہے تو اسے بیعت کر لیا جاتا ہے۔

بیعت کے بعد:

جیسا کہ اوپر بتایا جا چکا ہے امراض ظاہرہ کا علاج تو بیعت سے پہلے ہی ہو جاتا ہے، بلکہ عموماً اصلاحی تعلق سے بھی پہلے صرف مواعظ کیمیا تاثیر ہی سے ظاہری گناہوں سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ ان گناہوں سے بھی جن کو آج کے مسلمانوں بلکہ اس دور کے علماء و مشائخ نے بھی گناہوں کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے۔ جیسے اقارب سے شرعی پردہ نہ کرنا، تصویر کھنچوانا، بلا ضرورت شدیدہ تصویر رکھنا، تصویر والے مقام میں بلا ضرورت شدیدہ جانا، سٹا، بنک اور انشورنس جیسی حرام ملازمت کرنا، حرام آمدنی والوں کی دعوت اور ہدیہ قبول کرنا، ایسی تقریبات میں شریک ہونا جہاں منکرات ہوں۔ سوئم، چہلم، برسی جیسی بدعات کرنا یا ان میں شریک ہونا وغیرہ۔ ایسی تمام بدعات، منکرات اور خرافات سے سلسلۂ بیعت میں داخل ہونے سے پہلے ہی زندگی پاک وصاف ہو جاتی ہے۔

اب بیعت ہونے کے بعد امور ذیل میں تربیت و اصلاح کا سلسلہ شروع ہوتا ہے:

۱ امراض باطنہ یعنی حب مال، حب جاہ، عجب، کبر، ریاء اور حسد و بخل وغیرہ کا علاج۔

۲ فضائل باطنہ یعنی اخلاص، صبر، شکر، توکل، قناعت اور زہد وغیرہ کی تحصیل۔

③ آداب المعاشرۃ۔

④ صفائی معاملات۔

⑤ اعمال ظاہرہ واحوال باطنہ میں استقامت وترقی۔

⑥ دین میں ایسا تصلب اور اتنی استقامت ومضبوطی کہ اعزہ، اقارب، احباب اور برا ماحول ومعاشرہ غرض یہ کہ دنیا کی کوئی طاقت بھی دین پر استقامت میں بال برابر بھی لچک پیدا نہ کرسکے اور حال یہ ہوجائے۔

سارا جہاں ناراض ہو پروا نہ چاہیے
مدنظر تو مرضی جانانہ چاہیے
بس اس نظر سے دیکھ کر تو کر یہ فیصلہ
کیا کیا تو کرنا چاہیے کیا کیا نہ چاہیے
اگر اک تو نہیں میرا تو کوئی شے نہیں میری
جو تو میرا تو سب میرا فلک میرا زمیں میری

❁.....❁.....❁

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابند علائق کر
یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

⑦ دوسروں کو بھی حسب موقع دعوت وتبلیغ کے ذریعہ منکرات وفواحش سے روک کر اُنہیں دُنیا وآخرت کی رسوائی اور جہنم سے نکالنا اور پرسکون زندگی میں لانا۔

⑧ عبادات بالخصوص نماز میں خشوع وخضوع اور آداب ظاہرہ وباطنہ کا اہتمام۔

⑨ نظافت ظاہرہ وباطنہ۔

اس کی تفصیل عنوان ''نظافت ونزاکت ظاہرہ وباطنہ'' کے تحت گزرچکی ہے۔

⑩ حفاظت وقت اور نظم وضبط اوقات، یعنی نظام الاوقات کی تعیین اور اس کی پابندی۔

⑪ ہر چیز کو اس کے موقع محل اور سلیقہ سے رکھنا۔

مقاصد مذکورہ کی تحصیل کے لیے تعلیم و تلقین کے ساتھ تعمیل و تمرین پر بھی خاص توجہ دی جاتی ہے۔

ایک طرف تشجیع، تطییبِ خاطر، دل جوئی، ہمت افزائی، خوب خوب پر تپاک ''شاباش'' کی بھرمار اور دل کی گہرائیوں سے اُٹھنے والی پراثر دعائیں۔

دوسری جانب بجبوری گھسائی، رگڑائی، انجکشن اور آپریشن پھر مرہم پٹی ۔

آئینہ بنتا ہے رگڑے لاکھ جب کھاتا ہے دل
کچھ نہ پوچھو دل بڑی مشکل سے بن پاتا ہے دل

رشتے کرنے کی شرائط:

① فاسق نہ ہو۔

② علماء دیو بند سے کم از کم اتنا تعلق رکھتا ہو کہ ان کی کتابیں دیکھتا ہو، ان کے وعظ سنتا ہو اور ان سے مسائل پوچھتا ہو۔

③ علماء دیو بند میں سے کسی سے اصلاحی تعلّق یا خصوصی عقیدت رکھتا ہو۔

④ جہاد کی مخالفت نہ کرتا ہو۔

اگر اہلِ سلسلہ میں سے کسی نے شرائط مذکورہ میں سے کسی شرط کے خلاف کیا تو اس کا اصلاحی تعلّق ختم کر دیا جاتا ہے۔

غیر شادی شدہ خواتین کو بیعت کرنے کی شرط:

غیر شادی شدہ خواتین کو اصلاحی تعلّق قائم کرنے کی تو اجازت دے دی جاتی ہے مگر ان کو بیعت نہیں کیا جاتا، البتہ اگر کسی کا والد یا کوئی ولی شرائط مذکورہ کی پابندی کے معاہدہ کا فارم پُر کر کے دے تو بیعت کر لیا جاتا ہے۔

بیعت کرنے میں تاخیر کی حکمت:

میں بیعت کرنے میں اتنی تاخیر اس لیے کرتا ہوں کہ بیعت کی درخواست کرنے والے کے اخلاص کا اطمینان ہوجائے اور یہ بھی علم ہوجائے کہ یہ بیعت کے طریق کار سے بخوبی واقف ہے، اسی امتحان کی غرض سے میں بیعت بہت دیر سے کرتا ہوں، بعض لوگوں کو تو کئی کئی سال لٹکائے رکھتا ہوں۔

تین قصے:

خلافِ معمول تین آدمیوں کو بہت جلدی بیعت کرلیا تھا، ان کے قصے سُن لیجیے:

پہلا قصہ:

کئی سالوں کی بات ہے کہ ایک صاحب آئے اور کہنے لگے کہ مرید ہونے آیا ہوں، میں نے کہا ایسے جلدی سے مرید نہیں ہوا جاتا کچھ وقت یہاں آتے رہیں، وعظ سنتے رہیں، اپنے حالات بھی بتاتے رہیں، ان کو کچھ سمجھایا تھوڑی سی تبلیغ اور مزید تقریر کا ارادہ تھا مگر میری بات سُن کر انہوں نے جو جواب دیا تو معلوم ہوا کہ ماشاء اللہ! بہت عاقل اور دانا ہیں ان سے مزید کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، جو شخص گناہوں سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ دیتا ہے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ زہد و توکل اور اہل دنیا سے استغناء بھر دیتے ہیں اور اس کی برکت سے اس کو عقل کامل عطاء فرماتے ہیں، اور عجیب بات یہ کہ یہ شخص کوئی عالم نہیں بلکہ بالکل ان پڑھ اور عامی تھے۔ وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا تو مجھے بہت دی ہے، اتنی دی ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کا شکر اداء نہیں کرسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر نعمتوں کی بارش برسا رکھی ہے، دنیا تو اتنی دے رکھی ہے کہ میرے تصور سے بھی بڑھ کر، میری حاجات وضروریات سے زائد۔

میں ان کے حلیہ کو دیکھ کر حیران تھا کہ لگتے تو مسکین ہیں مگر باتیں ایسی کر رہے ہیں

گویا کہ وقت کے بادشاہ ہیں، غرضیکہ انہوں نے یہ وضاحت کردی کہ بیعت سے ان کا مقصد صرف اور صرف اپنی اصلاح اور رضائے الٰہی ہے، آخر یہ سوچ کر میں نے انہیں بیعت کرلیا کہ بیعت کا مقصد تو انہیں معلوم ہی ہے پھر ٹالنے سے کیا فائدہ ورنہ میں تو بیعت کے لیے آنے والوں کو خوب خوب کھنگالتا ہوں اس لیے کہ ان میں سے اکثر کو بیعت کا مقصد معلوم نہیں ہوتا یوں ہی دوسروں کی دیکھا دیکھی بھاگ کر آجاتے ہیں۔

اب ذرا یہ بھی سُن لیجیے کہ وہ جو استغناء اور خودداری کے اتنے بلند بانگ دعوے کررہے تھے کہ دنیا اللہ تعالیٰ نے مجھے اتنی اتنی دے رکھی ہے، نعمتوں کی دن رات بارشیں ہیں تو وہ حقیقت میں تھے کون؟ ان کے جا ۔ کے بعد پتا چلا کہ مزدور ہیں جوڑیا بازار میں بوجھ اُٹھانے کی مزدوری کرتے ہیں، مزید یہ کہ ان کو ''عرق النسا'' کا درد بھی ہے، یہ لفظ بھی درست کرلیجیے ''عرق النساء'' بالالف الممدودۃ نہیں بلکہ ''عرق النسا'' بالالف المقصورۃ ہے، ٹانگ میں ایک رگ ہے جس کو عربی میں ''نسا'' کہتے ہیں، عرق کے معنی ہیں ''رگ'' اُردو میں اس بیماری کو ''لنگڑی کا درد'' کہتے ہیں یہ لنگڑی کا درد اتنا شدید ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پناہ، جنہیں ہوتا ہے ان سے پوچھیے، اللہ کسی کو تجربہ نہ کروائے، بہت سخت درد ہوتا ہے پھر اس کا علاج بھی بہت مشکل سے ہوتا ہے، سو دیکھ لیجیے دنیا میں ایسے ہوتے ہیں زاہدین، بیوی بچوں کا پیٹ پال رہے ہیں پشت پر وزنی بوریاں اُٹھا اُٹھا کر اور لنگڑی کا درد اس پر مستزاد ہے لیکن اتنی سخت محنت ومشقت کے باوجود اللہ تعالیٰ نے زہد ایسا عطاء فرمایا کہ زبان پر ایک ہی جملہ ہے کہ دنیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے بہت دی ہے، اتنی دی ہے کہ میں سوچ نہیں سکتا۔ پہلا شخص یہ تھا جس کو میں نے جلدی سے بیعت کرلیا۔

دوسرا قصہ:

اسی طریقے سے ایک اور صاحب آگئے کہ میں بیعت ہونا چاہتا ہوں، ان کو بھی یہی

سمجھایا کہ بیعت جلدی سے نہیں ہوا جاتا، کچھ وقت دیکھنا چاہیے پیر و مرید کچھ عرصہ ایک دوسرے کا تجربہ کریں اگر اعتماد پیدا ہو جائے اور دونوں کو ایک دوسرے سے مناسبت ہو تو بیعت ہونا چاہیے، ایسی بیعت کا فائدہ بھی ہے لہٰذا جلدی نہ کیجیے، مگر ان کا جواب سُن کر بھی اندازہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں عقل کامل دی ہے اس لیے ان کو بیعت کرلیا۔
اب ان کا قصہ سنیے بڑا عجیب قصہ ہے، کہنے لگے میں کالج میں پڑھتا تھا ایک بار اپنے کالج کے ساتھیوں کے ساتھ بندر روڈ پر جا رہا تھا وہاں ایک بہت بڑا بورڈ نظر آیا جس پر انگریزی میں لکھا تھا یہ موسیقی کا کالج ہے۔ یعنی یہاں ناچ گانا اور شیطانی کام سکھائے جاتے ہیں، اس کے متعلق ساتھی کہنے لگے کہ یہ کام بہت مشکل ہے، میں نے کہا نہیں کچھ مشکل نہیں، یہ تو آسان سا فن ہے، لیکن کسی نے مجھ سے اتفاق نہ کیا تمام ساتھی کہنے لگے کہ یہ تو بہت مشکل فن ہے یوں بیٹھے بٹھائے نہیں آجاتا اس کے لیے بہت محنت کرنا پڑتی ہے، میں اپنی بات پر اَڑ گیا کہ نہیں تم سب غلط کہتے ہو یہ کوئی مشکل کام نہیں اچھا خاصا مناظرہ شروع ہو گیا، شیطان کو ورغلانے کا موقع ہاتھ آگیا، میں نے اپنی بات اوپر رکھنے کے لیے ان کو چیلنج کر دیا کہ اچھا میں سیکھ کر دکھاتا ہوں، سیکھنے کے بعد تو کوئی میرے دعوے کو رد نہ کر سکے گا کسی فن سے متعلق صاحب فن کی بات تو ہر شخص مانتا ہے۔
موسیقی کا فن سیکھنا شروع کر دیا، والدین کو پتا چلا تو بہت پریشان ہوئے اور ان کو اس برائی سے باز رکھنے کی کوشش کی، نرمی سے نہ مانے تو سختی سے سمجھایا کہ بیٹا یہ کام صحیح نہیں اس سے تمہاری نیک نامی نہیں ہوگی بلکہ پورے خاندان کی بدنامی ہوگی مگر انہوں نے بس طے کرلیا کہ ہرچہ بادا باد کچھ بھی ہو جائے یہ کام تو ضرور کرنا ہے، والدین نے چھوڑنے پر زیادہ اصرار کیا تو کہتے ہیں کہ ان کو میں نے دھمکی دے دی کہ اگر آپ لوگوں نے مجھے زیادہ روکا تو میں جا کر گندے بازار میں بیٹھ جاؤں گا پھر آپ لوگوں کی کیا عزت رہے گی؟ ذرا سوچ لیجیے! ان بیچاروں کو مجبوراً خاموش ہونا پڑا۔ یہ گانے کا فن سیکھتے رہے

اور بقول ان کے کالج سے پورا فن حاصل کرنے کے بعد جب فارغ ہوئے تو ملک بھر میں جہاں جہاں مشہور گویوں کا پتا چلا انفرادی طور پر ان سے بھی جا کر مزید سیکھا اور ایسی مہارت حاصل کر لی کہ خود گویوں کے استاذ بن گئے بتایا کہ ریڈیو پاکستان کے کئی مشہور اور بڑے بڑے گویے میرے شاگرد ہیں، اب آگے اللہ تعالیٰ کی رحمت دیکھیے کہ کایا کیسے پلٹی؟ کہنے لگے ایک بار بیٹھے بیٹھے میں اداس اور پریشان ہوگیا، پریشانی ایسی چھا گئی کہ دل و دماغ ماؤف ہوگئے، آخر علاج شروع کیا حکیموں، ڈاکٹروں کی دوائیں لیں، عاملوں سے تعویذ لیے، پھونکیں لگوائیں، مگر کوئی فرق نہ آیا بلکہ مرض بڑھتا گیا جوں جوں دواء کی، پریشانی اتنی بڑھ گئی کہ کھانا پینا چھوٹ گیا اور میں سوکھ کر کانٹے کی طرح ہوگیا، بالآخر تھک ہار کر یہ فیصلہ کیا کہ اس زندگی سے تو موت بہتر ہے لہٰذا خودکشی کرلو، خودکشی کا فیصلہ کیا اور اپنے دومنزلہ مکان کی چھت پر چڑھ گیا کہ چھلانگ لگا کر خودکشی کرلوں، اللہ تعالیٰ نے دل میں خیال ڈالا کہ اگر چھلانگ لگانے سے مرا نہیں اور کوئی ہاتھ پاؤں ٹوٹ گیا یا دماغ میں ایسی چوٹ آگئی کہ دماغ بے کار ہوگیا تو اپاہج بن کر زندگی گزارے گا، وہ زندگی اس زندگی سے بھی بدتر ہوگی، اس لیے خودکشی کی کوئی دوسری صورت سوچی جائے لہٰذا مکان سے نیچے اتر آئے، اب اس کا نعم البدل جو شیطان نے دل میں ڈالا وہ یہ کہ بجلی کے بورڈ کے پاس جا کر بجلی کا ایک تار نکال کر پاؤں کے انگوٹھے میں باندھ لیں پھر اس کا سوئچ دبا دیں، بس ایک سیکنڈ میں قصہ ختم ہوجائے گا، اٹھ کر بجلی کے بورڈ کے پاس گئے اور کام کرنے ہی والے تھے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت نے دستگیری فرمائی دل میں یہ بات ڈالی کہ جلدی نہ کرو ابھی ذرا بیٹھ کر اطمینان سے سوچ لو، شاید کوئی اور تدبیر اس سے بھی بہتر ذہن میں آجائے، جیسے ہی بیٹھے خیال آیا کہ ذرا قرآن مجید اٹھا کر دیکھوں، دیکھیے اللہ تعالیٰ کی رحمت کیسے کیسے دستگیری فرما رہی ہے، وہ دستگیری پر آئیں تو ہر قسم کے فساق و فجار اور کفار تک کو راہِ راست پر لے آتے ہیں، ہدایت کے

عجیب عجیب بہانے پیدا فرما دیتے ہیں انہوں نے قرآن مجید اٹھایا جیسے ہی کھولا تو سب سے پہلے اس آیت پر نظر پڑی:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُo (۱۳-۲۸)

''خبردار اللہ کی یاد سے دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔''

ان کو جو بیماری لاحق تھی یعنی دل کی پریشانی اللہ تعالیٰ کی شان کہ قرآن کھولتے ہی اسی کا علاج سامنے آ گیا:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُo (۱۳-۲۸)

تمہاری اس لاعلاج بیماری کا ایک ہی علاج ہے اللہ کی یاد، اس سے مراد صرف زبانی ذکر نہیں بلکہ ذکر اللہ کی اصل روح تو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑ کر اسے راضی کرنا ہے ورنہ کوئی زبان سے تو اللہ اللہ کرتا رہے مگر نافرمانیوں سے باز نہ آئے تو یہ نہیں کہا جائے گا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں مشغول ہے بلکہ درحقیقت یہ اللہ تعالیٰ کو فریب دینے کی کوشش کر رہا ہے۔

انہوں نے کالج میں عربی مضمون بھی لیا ہوا تھا اس لیے جیسے ہی اس آیت پر نظر پڑی اس کے معنی بھی سمجھ گئے اس لیے رقت طاری ہوگئی رونا شروع کر دیا روئے اور خوب روئے اس قدر روئے کہ ہچکی بندھ گئی، رات کا وقت تھا بیوی کو جگایا کہ مجھے پانی گرم کر دیں میں نہاؤں گا، اس کے بعد بیوی سے کہا کہ مجھے نماز پڑھوائیں، عشاء کی نماز پڑھی، پہلے تو شاید نماز کے قریب بھی نہیں پھٹکتے ہوں گے، اب نہا کر عشاء کی نماز پڑھی دل سے توبہ کی اور پہلا کام یہ کیا کہ گانے کے موضوع پر جو ہزاروں روپے کی کتابیں جمع کر رکھی تھیں وہ سب جلا ڈالیں اسی طرح ہزاروں روپے کا گانے بجانے کا سامان تھا آلات واوزار وہ بھی توڑ پھوڑ کر جلا دیئے، اس کے بعد اپنے ساتھیوں کے پاس گئے جو گانے بجانے کے کام میں ان کے شریک تھے ان کو بتایا کہ میں نے توبہ کر لی ہے آپ

لوگ بھی توبہ کرلیں، ان کے ساتھیوں میں سے مزید دو نے توبہ کی اور انہوں نے بھی یہی کام کیا کہ تمام کتابیں اور شیطانی آلات جلا ڈالے۔ بعد میں ایک ساتھی کو یہاں لاکر مجھے دکھایا کہ ان کو بھی میرے ساتھ ہدایت نصیب ہوئی، اب آگے کا قصہ سنیے، کہنے لگے توبہ کے بعد میں نے سوچا کہ ایک بدترین گناہ میں جو اس قدر زندگی برباد کی اس کا کچھ کفارہ بھی تو ہونا چاہیے، کفارہ یہ سوچا کہ قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھا جائے، قرآن مجید تجوید کے ساتھ پڑھنا شروع کیا اور مکمل تجوید سیکھ کر مجود بن گئے، مجھے بھی قرآن سنایا ماشاء اللہ بہت عمدہ پڑھتے تھے، تجوید میں مہارت کے بعد اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ اب پورے عالم بھی بن جاؤ، چنانچہ مدرسہ مظہر العلوم کھڈہ میں داخلہ لے لیا اور پورے عالم بن گئے۔

جب انہوں نے یہ پورا قصہ سنا دیا تو میں نے بھی انہیں بیعت کرنے میں دیر نہیں کی، پہلی ہی مجلس میں کہہ دیا آیئے آیئے آپ کو تو ابھی بیعت کرلیتا ہوں۔

حقیقت یہ ہے کہ ایسے خوش نصیب لوگوں کو جلدی بیعت کرنے میں ایک نیت یہ بھی ہوتی ہے کہ اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی رحمت نازل فرما دیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا مخلص بندہ ہے اس بندے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی خاص رحمتوں سے نوازا ہے، اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں آئے گا تو اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی یہ رحمتیں فرما دیں گے، یہ دو شخص ہو گئے۔

تیسرا قصہ:

ایک تیسرے خوش نصیب کا قصہ بھی سُن لیجیے وہ آکر کہنے لگے کہ افغانستان جہاد کے لیے جا رہا ہوں اور ابھی فوراً جا رہا ہوں لیکن جاتے جاتے خیال آگیا کہ پہلے گناہوں سے توبہ کرکے پھر جہاد میں جاؤں اور توبہ کا یہی طریقہ اللہ تعالیٰ نے دل میں ڈالا کہ آپ سے بیعت ہو جاؤں، آپ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر گناہوں سے توبہ کرلوں، پھر جہاد میں جاؤں، میں نے کہا ٹھیک ہے، دیر نہ کیجیے جلد آجایئے، ان کو بھی

فوراً بیعت کرلیا، یہ تین قصے تو پرانے ہیں، اس کے بعد تو بحمد للہ تعالیٰ آپ لوگ دیکھ ہی رہے ہیں، میں مجاہدین کو فوراً بیعت کر لیتا ہوں، اللہ تعالیٰ کے ان جانبازوں کے لیے میرے دروازے ہر وقت کھلے ہیں، انہیں بیعت کرنے میں ذرا بھی تاخیر نہیں کرتا، سوچتا ہوں کہ یہ تو ہیں ہی بخشے بخشائے لوگ ان پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہے، میں بھی اس رحمت میں حصہ دار بننے کے لیے انہیں فوراً بیعت کر لیتا ہوں، یہ تو ہو گیا ان لوگوں کا تذکرہ جن کو بلا سوچے سمجھے بیعت کر لیتا ہوں، اب رہے وہ لوگ جن کو درخواست کے باوجود بھی بیعت نہیں کرتا ان کا قصہ بھی سُن لیجیے، ایک بڑے میاں یہاں آگئے بڑی عمر کے سن رسیدہ تھے ساتھ ایک دوسرے صاحب کو بھی سفارش کے لیے لے آئے جن کو سفارشی لائے ان کا دارالافتاء سے بہت پرانا تعلق تھا وہ کہنے لگے کہ یہ بیعت ہونے آئے ہیں، میں نے ان سے کہا کہ آپ نے ان کو یہ نہیں سمجھایا کہ وہاں بیعت کی کچھ شرائط ہیں، ہر ایک کو بیعت نہیں کیا جاتا یہاں ایسے نہیں ہوتا کہ جو بھی آئے جلدی سے اسے بیعت کرلیا جائے۔ بیعت کے کچھ اصول وضوابط ہیں۔

لطیفہ:

ایک حکیم صاحب کا قصہ بیان میں سناتا رہتا ہوں، جن لوگوں کو یہاں کے قصے یاد ہیں ان کو چاہیے کہ خود بھی ان سے عبرت حاصل کریں اور آگے دوسروں تک بھی پہنچایا کریں اللہ کرے ان دو کاموں کی توفیق سب کو مل جائے۔ ہمارے بچپن میں گاؤں میں ایک عطائی حکیم صاحب تھے، عطائی حکیم اسے کہتے ہیں جس نے باقاعدہ فن نہ سیکھا ہو ایسے ہی طب کی کتابیں دیکھ دیکھ کر یا کہیں سے کچھ نسخے حاصل کر کے حکیم بن گیا ہو، وہ حکیم صاحب تسبیح بہت پڑھتے تھے تسبیح ہر وقت ہاتھ میں رہتی تھی۔ یہ اس زمانے کا قصہ بتا رہا ہوں جب میری عمر سات آٹھ برس تھی، اب تک یاد ہے اور جیسے جیسے عمر گزر رہی ہے وہ قصہ زیادہ یاد آرہا ہے، درمیان میں تو ہو سکتا ہے کہ چالیس پچاس سال تک وہ

بالکل ذہن سے نکل گیا ہو لیکن اب جب پیروں کے حالات سامنے آرہے ہیں تو وہ پرانا قصہ رہ رہ کے پھر یاد آرہا ہے، گاؤں میں ایک ظریف الطبع شخص تھے ایک بار وہ مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے میں بھی وہاں موجود تھا، وہ کہنے لگے حکیم جی! آپ تسبیح پر کیا پڑھتے ہیں؟ حکیم صاحب بولے کہ اللہ کا نام لیتا ہوں اور کیا پڑھتا ہوں، وہ کہنے لگے نہیں نہیں میں بتاؤں آپ کیا پڑھتے ہیں؟ آپ یہ پڑھتے ہیں:

''کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے''

آپ تو تسبیح پر یہ وظیفہ پڑھتے ہیں، حکیم صاحب کے پاس مریض کبھی کبھی کوئی قسمت سے آتا تھا جس کی تین وجوہ ہیں:

① یہ باضابطہ حکیم نہ تھے عطائی تھے، عطائی حکیم کا یہی حال ہوتا ہے جو ہتھے چڑھ گیا یا اِدھر اُدھر، ایک کو شفاء ہوگئی تو دس کو وطن پہنچا دیا۔

ایک عطائی حکیم کا قصہ:

ایک عطائی حکیم ایک قبرستان کے پاس سے گزرتا تھا تو رومال سے اپنا چہرہ چھپالیتا تھا، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرماتے ہیں:

''یہ سب میرے ہی مارے ہوئے ہیں، ان سے شرم آتی ہے اس لیے ان کے پاس سے منہ چھپا کر گزرتا ہوں۔''

دوسرے عطائی حکیم صاحب:

ایک عطائی حکیم صاحب جلاب دینا تو جانتے تھے لیکن بند کرنا نہ جانتے تھے، کسی مریض کو سخت جلاب دے دیا، اسے بہت زیادہ اسہال آنے لگے تو حکیم صاحب سے روکنے کو کہا، حکیم صاحب نے فرمایا:

''کوئی بات نہیں، مادہ فاسدہ نکلنے دو۔''

جب اسہال بہت زیادہ بڑھ گئے تو پھر مریض کے گھر والوں نے حکیم صاحب سے کہا کہ مریض کی حالت تو بہت خراب ہوگئی ہے، حکیم صاحب نے پھر وہی ارشاد دُہرادیا:

''کوئی فکر کی بات نہیں، مادہ فاسدہ نکلنے دو۔''

آخر مریض مرگیا تو حکیم صاحب فرماتے ہیں:

''مرنا تو سب کو ہے ہی اس کا وقت آگیا مرگیا، غنیمت ہے کہ مادہ فاسدہ نکال کر مرا اگر خدانخواستہ مادہ فاسدہ اندر ہی لے کر مرجاتا تو کیا بنتا؟''

② ان حکیم صاحب کے پاس مریض زیادہ نہ آنے کی دوسری وجہ یہ کہ گاؤں کے لوگ بہت کم بیمار ہوتے ہیں اس لیے کہ خوراک سادہ، محنت ومشقت کے کام اور صاف آب وہوا۔

③ تیسری وجہ یہ کہ گاؤں کے... لوگ بیمار ہو بھی جائیں تو بھی حکیم ڈاکٹروں کے پاس بہت کم جاتے ہیں، گھریلو اشیاء، سونف اجوائن وغیرہ سے ہی علاج کرلیتے ہیں یا ویسے ہی مرض کا تحمل کرلیتے ہیں علاج کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے۔

ان وجوہ کی بناء پر ان حکیم صاحب کے پاس کبھی کبھار ہی کوئی مریض پھنستا تھا، اس لیے وہ کہنے لگے آپ تسبیح پر بیٹھے یہی وظیفہ پڑھتے رہتے ہیں کہ کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے، آج کل کے پیر بھی لمبی لمبی تسبیحات لے کر یہی پڑھتے رہتے ہیں، وہ حکیم صاحب کہتے تھے:

''کوئی مریض آ پھنسے''

یہ پیر پڑھتے ہیں:

''کوئی مرید آ پھنسے، کوئی مرید آ پھنسے، کوئی مرید آ پھنسے''

کہیں کہیں تو ان کی طرف سے باقاعدہ اعلان ہوتے ہیں:

''آؤ مرید ہوجاؤ، مرید ہوجاؤ، اللہ کی رحمت میں آجاؤ۔''

بعض جگہ تو بیعت کے عجیب عجیب طریقے سننے میں آتے ہیں لمبی لمبی پگڑیاں یا چادریں ایک دوسرے کے ساتھ باندھ کر پھیلا دیتے ہیں بہت دور دور تک مسجد یا مجلس کے آخری سرے تک پھیلا دیتے ہیں پھر اعلان کرتے ہیں:

''جو بھی اس کو ہاتھ لگا دے گا مرید ہو جائے گا لہٰذا جلدی سے ہاتھ لگاتے جاؤ اور مرید بنتے جاؤ۔''

آج کل کے پیروں کا حال:

کچھ پیروں نے اپنے مستقل گماشتے چھوڑے ہوئے ہیں کہ لوگوں کو پکڑ پکڑ کر کھینچ کھینچ کر لاؤ اور مرید کرواؤ، ایک شخص نے بتایا کہ ان کو ایک پیر صاحب کا کوئی گماشتہ پکڑ کر اپنے پیر کے پاس لے گیا، کہ ہمارے پیر صاحب ایسے باکمال ہیں کہ جس پر پھونک لگا دیتے ہیں یا تعویذ دیتے ہیں یا پڑھنے کو کچھ بتا دیتے ہیں تو اس کی ساری پریشانیاں کافور ہو جاتی ہیں تمام مشکلات حل ہو جاتی ہیں لہٰذا آپ بھی چلیں، بہلا پھسلا کر ان کو لے گیا، جیسے لوگ عورتوں کو اغواء کر کے لے جاتے ہیں ایسے ہی ان کو بھی وہ اغواء کر کے لے گیا، جوں ہی وہاں پہنچے پیر صاحب ان کو دیکھ کر کھڑے ہو گئے، اصل میں وہ پہلے سے ہی تیار ہوتے ہیں انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا گماشتہ جسے پکڑ کر لائے گا وہ کوئی معمولی آدمی نہیں ہوگا، بس اسی خیال میں یہ ابھی پہنچے ہی تھے کہ پیر صاحب اُٹھ کر کھڑے ہو گئے، ابھی ان سے پوچھا ہی نہیں کہ کون ہے؟ کس مقصد سے آیا ہے؟ یہ پوچھے بغیر ان کو سینے سے لگا لیا، کہنے لگے بس آپ اور میں آپس میں بھائی بھائی بن گئے۔ یہ بھی غنیمت ہے کہ وہ مرد تھے ورنہ بعض پیر تو عورتوں کو بھی نہیں چھوڑتے۔ ایک عورت نے اپنے حالات میں لکھا کہ ایک پیر نے مجھے سینے سے لگا لیا اور کہنے لگا کہ اب ہم دونوں بھائی بہن بن گئے، کیا ٹھکانا ہے اس بے غیرتی کا، عورت کا اپنا بیان ہے کہ یہاں کوئی پیر ہے معلوم نہیں کون سا بابا، اس بابا نے پہلے تو اس کو سینے سے لگا لیا پھر دیر

تک اسے بھینچتا رہا اس کے بعد کہا کہ اب ہم بھائی بہن بن گئے۔ غنیمت ہے کہ یہ مرد تھے پہلے ان کو سینے سے لگا کر بھائی بنایا پھر کچھ پڑھنے کو وظیفہ بتا دیا، پھر کہنے لگے چونکہ آپ کو بھائی بنالیا ہے اس لیے روزانہ میری مجلس میں آیا کریں، پابندی سے یہاں حاضری دیں۔

اتنا تو پیر صاحب نے کہہ دیا، آگے مزید تشریح اس گماشتہ نے کی کہ آپ اب مرید ہو گئے ہیں یہاں مرید کرنے کا یہی دستور ہے، جس کو حضرت صاحب سینے سے لگا لیتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ میرا بھائی بن گیا اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ آپ مرید ہو گئے اب دنیا کی کوئی طاقت آپ کو چھڑا نہیں سکتی۔ وہ بے چارا بہت پریشان تھا کہ مرید تو اس نے زبردستی کرلیا اب میں کیسے بچوں گا۔ اگر میں ان کی مجلس میں نہیں گیا تو معلوم نہیں کیا ہوگا، بے چارہ بہت سہما ہوا تھا۔ میں نے تسلی دی کہ کچھ بھی نہیں ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ بال بھی بیکا نہیں ہوگا، اور اس کو مرید ہونے کا صحیح طریقہ بتایا، آخر اس نے اس پیر سے بحمد اللہ تعالیٰ توبہ کر لی، اب اس کے پاس کبھی نہیں جاتا۔

میں یہ قصہ بتا رہا تھا کہ یہاں ایک صاحب آگئے جو بہت معمر تھے پہلی ہی مجلس میں آکر کہتے ہیں بیعت ہونے آیا ہوں اور ساتھ ایک پرانے مرید کو سفارش کے لیے بھی لے آئے، میں نے ان سفارشی سے کہا آپ ان بڑے میاں کو کچھ بتائے بغیر یونہی کیسے لے آئے؟ وہ کہنے لگے کہ میں نے تو ان کو سمجھایا تھا مگر یہ بیعت ہونے پر بضد ہیں کہ میں جاتے ہی بیعت ہو جاؤں گا، یہ گھر سے فیصلہ کر کے آئے ہیں، آخر میں نے بڑے میاں کو سمجھایا کہ بیعت کا معاملہ اتنی جلدی کا نہیں ہوتا، اس میں بہت سوچ بچار کی ضرورت ہوتی ہے، جانبین کے لیے اطمینان حاصل کرنا ضروری ہوتا ہے، اطمینان کس بات کا؟ اس کی تفصیل ان شاء اللہ تعالیٰ آگے چل کر بتاؤں گا، جب میں نے یہ سمجھایا تو وہ کہنے لگے:

’’حضور! کارِ خیر میں دیر تو نہیں کرنا چاہیے۔‘‘

میں نے کہا:

’’بس بس! مجھے معلوم ہوگیا کہ آپ بیعت ہونے نہیں آئے بلکہ مجھے بیعت کرنے آئے ہیں، مجھے سمجھا رہے ہیں میرے مرید بننے نہیں بلکہ پیر بننے آئے ہیں میں آپ کو پیر نہیں بناؤں گا تشریف لے جائیں۔‘‘

چیلے کا قصہ:

یہ تو وہی قصہ ہوا کہ ایک چیلا گیا گرو کے پاس، کہنے لگا کہ حضور مجھے اپنا چیلا بنالیں، اس نے کہا بیٹا! چیلا اتنی جلدی اور آسانی سے نہیں بنایا جاتا، پہلے زمانے کے گرو بھی آج کل کے پیروں سے زیادہ عقل مند تھے، آج کل کے پیر تو تسبیح لیے بیٹھے ہیں کہ کوئی آ پھنسے، کوئی آ پھنسے لیکن اس گرو نے چیلے سے کہا کہ بیٹا! چیلا بننا بہت مشکل ہے، چیلا کہتا ہے:

’’اچھا جی اگر چیلا نہیں بناتے تو اپنا گرو ہی بنالیجیے۔‘‘

کچھ نہ کچھ تو بنالیجیے چیلا نہ سہی تو گرو ہی سہی، ان صاحب سے بھی میں نے یہی کہا کہ آپ مرید بننے نہیں بلکہ پیر بننے آئے ہیں لیکن میں آپ کو پیر نہیں بناؤں گا، بس تشریف لے جائیں۔

مجاہد کی عظمت:

پہلے بتا چکا ہوں کہ یہاں بیعت کے سلسلے میں ہر شرط سے مستثنیٰ صرف ایک ہی قسم ہے اور وہ ہے مجاہد، اس کے لیے کوئی شرط نہیں اس کو تو فوراً آنکھیں بند کر کے بیعت کر لیتا ہوں اللہ تعالیٰ سب کو مجاہد بنا دیں، اپنی راہ میں جان و مال قربان کرنے کی توفیق عطاء فرما دیں۔ میں بوقت بیعت ہر شخص سے یہ عہد بھی لیتا ہوں:

’’اللہ تعالیٰ کی راہ میں مال یا جان قربان کرنے کا موقع پیش آیا تو بخوشی قربان کروں گا۔‘‘

جہاد کے محاذ کھلنے سے پہلے یہ عہد نہیں لیتا تھا، اس لیے جو لوگ جہاد کے محاذ کھلنے سے پہلے بیعت ہوئے ہیں وہ اپنے طور پر یہ عہد کرلیں پہلے جو عہد لیا کرتا تھا گو یہ عہد بھی ان میں ضمناً داخل ہے بلکہ بیعت کی روح ہے لیکن یہ الفاظ صراحۃً نہیں کہلوائے جاتے تھے اس لیے اب وصیت کرتا ہوں کہ یہ عہد جو پہلے ضمناً کیا تھا اب اسے صراحۃً تازہ کریں۔

مجاہد کا اخلاص بھی یقینی ہوتا ہے اس لیے میں اسے بیعت کرنے میں دیر نہیں کرتا، دوسرے لوگوں میں ایک تو اخلاص کا پتا نہیں چلتا، دوسرے وہ بیعت کا صحیح طریق کار بھی نہیں سمجھتے اس لیے ان کو کچھ وقت تک کھنگالنا پڑتا ہے۔

مقصد بیعت:

بیعت سے مقصد یہ ہے کہ بندہ واقعۃً اللہ تعالیٰ کا بندہ بن جائے اس کی ہر قسم کی ظاہری و باطنی سب نافرمانیوں سے توبہ کرکے پکا اور سچا مسلمان بن جائے اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق پیدا ہو جائے کہ دنیا کا کوئی تعلق، کوئی محبت، کوئی خوف اور کوئی طمع اس میں بال برابر بھی لچک پیدا نہ کرسکے، اس محبوب حقیقی کے عشق کا جنون اس حد تک پہنچ جائے کہ پوری دنیا کی عقل کو مقابلہ کے لیے یوں للکارے ؎

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابند علائق کر
یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

❁ ...... ❁ ...... ❁

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نسخۂ عشق کا
تو کتاب عقل کی طاق پر جو دھری تھی سو وہ دھری رہی

یہ ہے بیعت کا صحیح مقصد لیکن آج کل بیعت سے غلط مقاصد پیش نظر رہتے ہیں سب کا حاصل طلب دنیا ہے۔

بیعت کے ذریعہ تحصیل دنیا کے مختلف طریقے ان کے پیش نظر ہوتے ہیں، مثلاً:

پیر صاحب کے ساتھ تعلق کی وجہ سے یا پیر صاحب کی سفارش سے دنیا کی بڑی بڑی مشکلات حل ہوجائیں گی۔ پیر صاحب کے حلقہ میں دنیوی لحاظ سے اونچے طبقہ کے لوگوں سے تعارف ہوگا، ان سے تعلقات پیدا ہوں گے تو دنیا کے ہر قسم کے کام نکلوانے میں بہت سہولت ہوجائے گی۔

بعض لوگوں کا یہ عقیدہ ہوتا ہے کہ پیر صاحب کی برکت سے جن بھوت پریت وغیرہ تمام بلاؤں سے نجات مل جائے گی، اسی طرح دوسری تکالیف اور مصیبتوں سے چھٹکارا مل جائے گا دکھ درد ٹل جائیں گے، یہ کوئی مفروضہ نہیں واقعہ ہے۔ بہت سے لوگوں کے ذہنوں میں یہ تصور ہے، ایک شخص نے مجھے بتایا کہ میں تنگ دستی کا شکار ہوں مختلف قسم کی تکالیف اور پریشانیوں کا بھی سامنا ہے کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی کہ یہ مصیبتیں کیوں آرہی ہیں۔ مجھے لوگ کہتے ہیں تمہاری پریشانیوں کی واحد وجہ یہ ہے کہ تمہارے سر پر کسی پیر کا ہاتھ نہیں، مرشد کا سایہ ہوتا تو کبھی پریشان نہ ہوتے، جلدی کسی سے بیعت ہوجاؤ۔

میرے پاس ایک مولانا صاحب آئے جو مولانا بھی تھے سن رسیدہ بھی تھے، یہ اس لیے بتارہا ہوں کہ یہ دونوں صفتیں انسانی کمالات میں شمار کی جاتی ہیں علم کا صفت کمال ہونا تو ظاہر ہی ہے عالم دین کو ہر مسلمان قابل احترام سمجھتا ہے اسے عزت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور بڑھاپا بھی عموماً کمال عقل کی علامت سمجھا جاتا ہے، زندگی بھر کے تجارب سے انسان بہت کچھ سیکھ جاتا ہے، اس عمر میں فکرِ آخرت بھی پیدا ہوجاتی ہے، ان میں یہ دونوں کمال تھے لیکن میں اس زمانے میں بالکل نوعمر تھا، تیس، پینتیس سال کی عمر ہوگی،

وہ آکر مجھ سے فرمائش کرنے لگے:

''آپ مجھے بیعت کرلیں اور میری پشت پر ہاتھ رکھ دیں۔''

مجھے بڑا تعجب ہوا کہ اتنی عمر گزر گئی یہ کسی سے بیعت نہیں ہوئے، اب مجھ جیسے نوعمر سے بیعت ہونا چاہتے ہیں آخر میرے اندر انہوں نے کیا خوبی دیکھی جب وجہ دریافت کی تو انہوں نے فرمایا، اس لیے کہ آپ کا نام لینے سے جنات بھاگ جاتے ہیں، میں لوگوں کے جنات نکالتا ہوں بعض جن بڑے ضدی اور سرکش ہوتے ہیں ان کو بھگانے کے لیے لمبے لمبے وظیفے پڑھنے پڑتے ہیں، کبھی حضرت شاہ ولی اللہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی ''القول الجمیل'' سے (یہ عملیات کی مشہور کتاب ہے) وظیفے پڑھتا ہوں کبھی کسی اور کتاب سے مگر وہ نکلنے کا نام ہی نہیں لیتے مگر آپ کا نام لینے سے بھاگ جاتے ہیں، اس لیے میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا فیصلہ کیا ہے، میں نے کہا کہ آپ نے بزرگی کی علامت خوب پہچانی، اگر آسیب بھگانا ہی بزرگی کا معیار ہے تو ایسی بزرگی کے لیے تو مسلمان ہونا بھی شرط نہیں کئی ہندو بھی لوگوں کے جن اُتار دیتے ہیں بلکہ غیر مسلم اس فن میں بہت ماہر ہوتے ہیں، آپ ان میں سے کسی کے ہاتھ پر بیعت ہو جائیں۔

میں نے یہ قصہ اس پر سنایا کہ بعض لوگ کسی بزرگ سے بیعت ہو جاتے ہیں مگر ان کے پیش نظر اپنی اصلاح نہیں ہوتی صرف اس مقصد سے بیعت ہوتے ہیں کہ اس بزرگ کی برکت سے جن بھوت بھاگ جائیں گے، مالی پریشانیوں سے یا آفات ومصائب سے چھٹکارا حاصل ہوگا۔

تحصیل دنیا کی بدترین صورت:

بعض دنیائے مردار کے عاشق ایسے بھی ہیں جو دین کے لبادے میں دنیا کماتے ہیں، یہ بدترین دنیا ہے وہ بیعت اس لیے ہوتے ہیں کہ دینی لحاظ سے کوئی امتیازی حیثیت مل گئی تو مال وجاہ دونوں ہاتھ لگ گئے عوام سے اموال وصول کرنے اور ان کی

نظروں میں اپنی جاہ و بزرگی کا سکہ بٹھانے کی بہت بڑی تجارت کے دروازے کھل گئے، مال و جاہ دونوں میں بہت بلند پرواز، اور اگر خدانخواستہ دنیائے مردار کے ایسے ذلیل ترین عاشق کو شومئی قسمت سے خلافت بھی مل گئی پھر تو سبحان اللہ! کچھ نہ پوچھیے، پروازوں پر پروازیں ؎

پہنچتی اپنی نظریں سکر میں تا لامکاں دیکھیں
لباس زہد وتقویٰ میں مجسم مستیاں دیکھیں

یہ دنیائے مردار کے عشق کا بہت ہی بدترین شعبہ ہے، اللہ تعالیٰ نفس وشیطان کے شر سے حفاظت فرمائیں، **ولا حول ولا قوۃ الا بہ.**

بیعت سے مقصد کیا ہے؟ اس کی تفصیل تو میں نے بتادی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا، پکے اور سچے مسلمان بننا مقصود ہے۔

تحصیل مقصود کے غلط طریقے:

پھر بعض لوگ جو یہ صحیح مقصد سمجھ لیتے ہیں وہ اسے حاصل کرنے کے طریقے غلط اختیار کرتے ہیں جن کی کچھ تفصیل بتاتا ہوں:

① بعض سمجھتے ہیں کہ صرف مرید ہوجانے سے بیٹھے بٹھائے ہی بیڑا پار ہوجائے گا، گناہوں سے بچنے کی ضرورت نہیں ویسے ہی مغفرت ہوجائے گی۔

② بعض سمجھتے ہیں کہ بیعت ہوگئے تو پیر صاحب کی دُعاء اور توجہ سے گناہ خود بخود ہی چھوٹنے لگیں گے کچھ کرنا نہیں پڑے گا۔

③ بعض سمجھتے ہیں کہ قلب جاری ہوجائے، بس یہی دلیل وصول ہے اور اگر سب لطائف جاری ہوجائیں تو پھر تو سبحان اللہ! غوث کے مقام پر پہنچ گئے۔

④ بعض توجہ کے اثر کو کمال سمجھے ہوئے ہیں۔

⑤ بعض کشف وکرامات کو دلیل وصول سمجھتے ہیں۔

⑥ بعض کچھ خاص قسم کے مراقبات اوراذ کار واشغال کو مفتاح الکمال سمجھتے ہیں۔
وزیرستان سے ایک مولوی صاحب نے لکھا:

''میں اپنے شیخ سے مقام احدیت کے مراقبہ کی مشق کرر ہا تھا، کامیابی سے پہلے ہی شیخ کا انتقال ہوگیا دوسرے شیخ سے تعلق قائم کیا اوران کی ہدایت کے مطابق مقامِ احدیت کا مراقبہ کرتا رہا پھر بھی یہ مقام حاصل نہ ہوا اوران شیخ صاحب کا بھی انتقال ہوگیا، اب مجھے آپ کے سوا کوئی نظر نہیں آتا آپ تکمیل کروادیں۔''

میں نے انہیں یہاں بلوا کر سلوک کی حقیقت سمجھائی، بحمداللہ تعالیٰ سمجھ گئے۔

⑦ بعض نے چیخنے چلانے اور وجد وحال کو معراج ولایت سمجھ رکھا ہے۔

⑧ بعض نے درسی کتابوں کی طرح سلوک کے بھی کچھ ابواب واسباق مقرر کرر کھے ہیں، بس جس نے یہ نصاب پڑھ لیا وہ کامل ولی اللہ بن گیا۔

ایک مولوی صاحب مجھ سے کہنے لگے:

''میں سلوک کے نصاب کی تکمیل کرنا چاہتا ہوں، کتنے سال کا نصاب ہے؟''

مجھے اس مولوی کی جہالت پر بہت تعجب ہوا، مولوی اوراتنی بڑی جہالت العیاذ باللہ۔
اندرون سندھ سے ایک مولوی نے لکھا:

''میں اپنے شیخ سے ولایت کبری کا سترہواں باب پڑھ رہا تھا، کہ شیخ کا انتقال ہوگیا، میں نے پورے پاکستان اور ہندوستان کے مشائخ پر نظر ڈالی، آپ جیسا کوئی نظر نہیں آیا، آپ میری تکمیل کروادیں۔''

میں نے انہیں بھی بلوا کر صحیح طریقہ سمجھایا تو وہ یہاں کے بعض ذمہ داروں سے بہت تعجب سے کہنے لگے:

''یہ ابواب پڑھے بغیر ولایت کیسے حاصل ہوسکتی ہے؟''

بحمداللہ تعالیٰ یہاں رہے تو چند دنوں کے اندر ہی راہِ راست پر آ گئے۔

صحیح طریقہ:

اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کا شرعی اور عقلی دونوں لحاظ سے صرف اور صرف یہی طریقہ ہے کہ اس کی ہر قسم کی نافرمانی سے بچا جائے، ہر قسم کے منکرات ظاہرہ وباطنہ چھوڑ دیں اور دوسروں کو بھی ہر قسم کے منکرات سے بچانے کی کوشش کریں، اپنی استطاعت وقدرت کے مطابق پوری پوری جدوجہد کریں، کسی کی کوئی رعایت نہ کریں، دنیا کی کوئی محبت، کوئی خوف، کوئی طمع اور کوئی تعلق اللہ تعالیٰ کی محبت وتعلق کے مقابلہ میں نہ آنے پائے ؎

سمجھ کر اے خرد اس دل کو پابند علائق کر
یہ دیوانہ اُڑا دیتا ہے ہر زنجیر کے ٹکڑے

اللہ تعالیٰ کی نافرمانی چھوڑے بغیر اسے راضی کرنا قطعاً ناممکن، ناممکن، ناممکن۔ ایسا خیال رکھنے والوں کی عقلیں مسخ ہوگئی ہیں، اس لیے اتنی موٹی بات ان کی عقل میں نہیں آتی۔ اس دور کے صوفیہ کو اس طرف کوئی توجہ نہیں مراقبات، محاسبات اور اذکار واشغال تو بہت کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کی کھلی نافرمانیاں اور علانیہ بغاوتیں دیکھ رہے ہیں ان سے روکنا تو درکنار اپنے چہرے سے بھی ناگواری کا کوئی اثر ظاہر نہیں کرتے، علانیہ فسق وفجور میں مبتلا بے دینوں سے محبت کے تعلقات، ان کے ہاں آمدورفت، دعوتیں کھانا اور بہت ہی انشراح وانبساط سے میل جول اور اختلاط سے ثابت کر رہے ہیں کہ ان کے قلوب میں ایسے فسق وفجور اور علانیہ بغاوتوں سے کوئی انقباض نہیں، کسی قسم کی کوئی ناگواری نہیں، اغیار تو اغیار اپنے متعلقین اور مریدوں کو بھی گناہوں سے بچنے کی قطعاً کوئی تلقین نہیں کرتے، کسی قسم کی کوئی روک ٹوک نہیں کرتے، بس وظائف اور مراقبات پر زور ہے، لطائف کے کچھ اسباق پڑھا دیے اور کچھ مراقبات بتا دیے، اس کے ساتھ انہیں خلافت بھی دے دی، مجھے ایسے بہت سے پیروں کا علم ہے، میں سنی سنائی باتیں

نہیں کر رہا، اپنے مشاہدات بتا رہا ہوں، ایسے مریدوں کو بھی خلافتیں دے رکھی ہیں جن کے لوگوں پر کھلے مظالم، جھوٹے مقدمات، دوسروں کی جائیدادوں پر جبراً ناجائز قبضہ کرنے، جعل سازی اور مکر وفریب اور حرام خوری کو پیر صاحب بخوبی جانتے ہیں، مگر پیر صاحب نے بزعم خود ان کا لطیفہ قلب جاری کر کے ان کو خلافت سے نواز رکھا ہے، بینک اور انشورنس کے حرام خور ملازمین کو بھی خلافت کا تاج پہنا رکھا ہے، شرعی پردے کا تو کہیں نام ونشان تک نہیں، پردہ تو درکنار کھلی بے حیائی اور نامحرم رشتہ داروں سے بے حجابانہ اختلاط تو گویا ان کے مذہب میں کوئی گناہ ہے ہی نہیں بلکہ صلہ رحمی اور کارِ ثواب ہے، مریدوں کو تو چھوڑیے خود پیر صاحبان کے گھروں میں شرعی پردہ نہیں اور مریدنیوں کو تو خود سے پردہ کروانے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا انہیں تو بیٹیاں بنا کر ہوس کا نشانہ بنا رہے ہیں۔

مخصوص قسم کے مراقبات اوراذ کار واشغال خود مقصود نہیں، بلکہ تحصیل مقصود کا ذریعہ ہیں اصل مقصود ہر قسم کے معاصی ظاہرہ وباطنہ سے بچنا ہے، پھر اس میں بھی بنیادی چیز ہمت ہے، مراقبات اوراذ کار واشغال سے ہمت بلند ہوتی ہے، جب تک ہر چیز کی بنیاد یعنی ہمت سے کام نہیں لیں گے نفس وشیطان اور بے دین ماحول ومعاشرہ کے مقابلہ میں ہمت نہیں کریں گے اس وقت تک کوئی تدبیر بھی کارگر نہیں ہوگی، اس حقیقت کو خوب خوب سمجھ لیں اور دلوں میں اُتار لیں، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

مرید خود ہمت کر کے گناہ چھوڑے اس کے بغیر گناہ نہیں چھوٹ سکتے مرید کو خود ہمت کرنا پڑے گی۔

شیخ کی ضرورت:

بہت سے لوگوں کو بلکہ بعض علماء کو بھی اشکال ہوتا ہے کہ جب مقصد ہی گناہ چھوڑنا ہے تو یہ کام تو انسان خود بھی کر سکتا ہے، کسی سے بیعت ہونے کا کیا فائدہ؟ بس انسان خود

ہمت کر کے گناہ چھوڑتا جائے اس طرح خود بخود اس کی اصلاح ہو جائے گی بیعت کی تو ضرورت ہی نہیں، اس اشکال کا جواب ذرا تفصیل سے سُن لیں نمبروار بتا دیتا ہوں:

① بیعت ہونے کے بعد دل میں فکرِ آخرت پیدا ہونے لگتی ہے، کوئی انسان کیسا ہی بے فکر ہو آزاد منش ہو لیکن کسی بزرگ کے ہاتھ میں ہاتھ دینے کے بعد اس کے دل میں کچھ فکر ضرور پیدا ہوتی ہے کہ بیعت کر کے جو میں نے اپنے مالک سے عہد کیا ہے کہ آیندہ گناہوں کی زندگی سے اجتناب کروں گا اور فرائض وواجبات کی پابندی کروں گا تو اب اس عہد کو پورا کرنا چاہیے، اس طرح دل میں آخرت کی فکر پیدا ہونے لگتی ہے اور گناہ چھوٹنے شروع ہو جاتے ہیں، جب فکر پیدا ہوتی ہے تو سمجھیے کام بن گیا یہ فکر ہی بنیاد ہے اصلاح کی، جو لوگ گناہ نہیں چھوڑتے نہ ہی گناہ چھوڑنے کا کبھی خیال آتا ہے ان کے بگاڑ کی جڑ اور بنیاد یہی بے فکری ہے، جسے اپنی قبر اور آخرت کی فکر ہی نہیں اسے کیا پڑی ہے کہ حلال وحرام اور جائز وناجائز کی تمیز کرتا پھرے، جس کے دل میں اللہ تعالیٰ یہ فکر پیدا فرما دیں سمجھ لیں کہ اس کی آخرت سنورنا شروع ہو گئی، خواہ وہ اَن پڑھ اور عامی ہی کیوں نہ ہو اور بے فکر شخص کی اصلاح کبھی نہیں ہو سکتی خواہ وہ عالم فاضل ہی کیوں نہ ہو، یہاں جو علماء زیرِ تربیت ہوتے ہیں انہیں میں یہی تلقین کرتا رہتا ہوں، بار بار تنبیہ کرتا ہوں کہ اگر ہر کام کرنے سے پہلے یہ فکر پیدا ہوتی ہے کہ یہ کام جو کرنے لگا ہوں یا زبان سے جو بات کہنے لگا ہوں شرعاً یہ جائز بھی ہے یا نہیں؟ اگر یہ فکر پیدا ہوتی ہے تو یہ صلاحِ قلب کی علامت ہے، اگر یہ فکر نہیں پیدا ہوتی تو یہ دل کے مردہ ہونے کی علامت ہے، اس پر محنت کی جائے اور صلاحیت پیدا کرنے کی کوشش کی جائے، جب تک مسلمان میں فکر پیدا نہ ہو اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور فکر پیدا کرنے کا موثر ومجرب ذریعہ کسی مصلح سے اصلاحی تعلق قائم کرنا ہے۔

② بعض لوگوں میں کچھ فکر تو ہوتی ہے مگر اتنی ناقص کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے قوانین

معلوم کرنے کی ہمت نہیں ہوتی، بیعت ہونے کے بعد اس کی ہمت پیدا ہو جاتی ہے، ہر کام کے بارے میں فکر پیدا ہونے کے بعد تحقیق کرے گا کہ یہ جائز ہے یا ناجائز؟ یہ چیز حلال ہے یا حرام؟

③ بے شمار لوگ ایسے بھی ہیں کہ انہیں اللہ تعالیٰ کے قوانین کا علم ہے لیکن اس کے باوجود ان پر ایسی غفلت طاری رہتی ہے کہ ان قوانین کا استحضار نہیں رہتا۔ بیعت ہونے سے یہ استحضار پیدا ہو جاتا ہے۔

سوچیے! کیا صرف علم حاصل کر لینا کافی ہے؟ ہرگز نہیں! اصل مرحلہ تو آگے ہے، آج کل لوگوں نے معلومات جمع کرنے کو ایک مستقل مقصد بنالیا ہے عمل کرنا مقصود نہیں بس علم برائے علم مقصود ہے چنانچہ مشاہدہ ہے کہ لوگ سب کچھ جاننے کے باوجود گناہ کرتے رہتے ہیں، گناہ کا گناہ ہونا انہیں معلوم ہے کوئی دوسرا پوچھ لے تو فوراً کہہ دیں گے کہ بے شک یہ گناہ ہے مگر دلوں پر غفلت کے ایسے دبیز پردے پڑے ہوئے ہیں کہ جاننے کے باوجود بلکہ زبان سے اعتراف کرنے کے باوجود گناہ سے باز نہیں آتے، اولاً تو گناہوں کو چھوڑنے کی فکر ہی نہیں ہوتی اور اگر تھوڑی بہت فکر ہو بھی تو وقت پر استحضار نہیں ہوتا گناہ کرتے وقت اس طرف توجہ نہیں جاتی کہ ہم گناہ کر رہے ہیں، صرف جہلاء نہیں بہت سے علماء بھی اس خطرناک غفلت کا شکار ہیں، بڑے بڑے کبائر میں مبتلا ہیں مگر احساس تک نہیں، مثلاً:

غیبت کا حال دیکھ لیجیے، آج کل تقریباً ہر محفل کی رونق اسی گناہ سے ہے اچھے اچھے دیندار کہلانے والے گھنٹوں اس میں مبتلا رہتے ہیں، مزے لے لے کر مردہ بھائیوں کا گوشت کھاتے رہتے ہیں مگر کیا مجال ہے کہ کسی کے کان پر جوں تک رینگ جائے، بتائیے کس کو غیبت کا حرام ہونا معلوم نہیں؟ سب کو معلوم ہے مگر استحضار کسی کو نہیں۔

نماز میں ہاتھ ہلانے کا مسئلہ لے لیجیے ہر مولوی نے یہ مسئلہ پڑھا ہے کسی مولوی

سے پوچھیں تو بتا بھی دے گا کہ نماز میں بلاضرورت ہاتھ ہلانا مکروہِ تحریمی ہے اس کا اعادہ واجب ہے اور جلدی جلدی تین بار ہلانے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے خواہ ضرورت سے ہی ہو، یہ مسئلہ سب نے پڑھا ہے، مگر یہاں افتاء کے لیے جو بھی مولوی صاحبان آتے ہیں نماز میں ہاتھ ہلاتے ہیں گویا سب کا اجماع ہے کہ نماز میں ہاتھ ہلانا فرض یا واجب ہے، بار بار ٹوکنا پڑتا ہے تو جا کر کہیں یہ عادت چھوٹتی ہے، بتایئے وہ پڑھا ہوا مسئلہ کہاں گیا؟ یہی کہیں گے نا کہ علم ہے مگر گناہ کرتے وقت اس کا گناہ ہونا مستحضر نہیں ہوتا۔

شرعی پردے کا علم کس مولوی کو نہیں؟ قرآن مجید میں صاف صاف مذکور ہے احادیث اور فقہ کی کتابیں اس سے بھری پڑی ہیں، پردے کی اہمیت اور اس کی فرضیت سب کو معلوم ہے مگر استحضار کسی کو نہیں، استحضار سے اتنا بعد ہے کہ گویا اس کا علم ہی نہیں لیکن جو مولوی صاحبان یہاں پہنچ جاتے ہیں انہیں استحضار ہو جاتا ہے اور آنکھیں کھل جاتی ہیں پھر اپنے گھروں میں بلکہ علاقوں میں پردہ کی تحریک چلاتے ہیں اور یہاں پنجاب، سرحد، وزیرستان اور افغانستان بلکہ مغربی ممالک تک سے خط آتے ہیں کہ ہم نے یہاں آکر اپنے گھروں میں شرعی پردہ کا اہتمام شروع کر دیا ہے، یوں لگتا ہے کہ ان مولویوں کو پہلے معلوم ہی نہ تھا حالانکہ سب کچھ معلوم تھا پڑھتے پڑھاتے رہے تھے مگر وہی بات کہ غفلت کی وجہ سے استحضار نہ تھا، صرف علم کافی نہیں بلکہ علم کا استحضار بھی ضروری ہے، بیعت کی برکت سے غفلتوں کے پردے چاک ہوتے ہیں، استحضار نصیب ہوتا ہے، اس لیے بیعت ہونا صرف عوام کے لیے ہی نہیں علماء کے لیے بھی ضروری ہے بلکہ علماء کے لیے زیادہ ضرورت ہے تاکہ جو کچھ پڑھا پڑھایا ہے اس کا استحضار نصیب ہو اور اس پر عمل کی توفیق مل جائے۔

④ گناہوں سے بچنے کے لیے صرف استحضار بھی کافی نہیں، دیکھیے بہت سے لوگوں کو تو گناہ کے وقت گناہ ہونے کا استحضار نہیں ہوتا اس لیے گناہوں میں ڈوبے

رہتے ہیں لیکن ایسے لوگ بھی موجود ہیں جنہیں عین گناہ کے وقت گناہ کا پورا احساس ہوتا ہے، اپنے جرم کا استحضار ہوتا ہے لیکن اس کے باوجود باز نہیں آتے، ان لوگوں کو آخرت میں جواب دہی کی فکر نہیں اس لیے گناہوں کو چھوڑنے کی کوئی تدبیر نہیں کرتے ان کے حق میں علم اور اس کا استحضار دونوں چیزیں بے کار ہیں، اس مرض کا علاج بھی بیعت کے ذریعے ہوتا ہے، جو کسی مصلح کے ہاتھ پر بیعت ہوتا ہے وہ اول تو گناہ کے قریب نہیں پھٹکتا، اگر کچھ غفلت کی وجہ سے گناہ کا ارادہ کرلے یا گناہ کرنے لگے تو اسے فوراً استحضار ہو جاتا ہے، کانپ اٹھتا ہے اور گناہ چھوڑ دیتا ہے۔

⑤ کبھی اتنی فکر تو ہو جاتی ہے کہ گناہ چھوڑنے چاہئیں یعنی گناہ کا علم بھی ہے وقت پر استحضار بھی ہے اور اس کے نتیجے میں بچنے کی فکر بھی پیدا ہوگئی اس کی تدبیریں بھی سوچتا ہے مگر ان سب باتوں کے باوجود بچ نہیں پاتا، بے چارہ اپنی طرف سے بہت تدبیریں کرتا ہے مگر سب تدبیریں ناکام ہو جاتی ہیں، چنانچہ بہت سے لوگ بتاتے ہیں کہ ہم گناہوں سے بچنا چاہتے ہیں دیندار بننے کی تدبیریں سوچتے رہتے ہیں مگر گناہ نہیں چھوٹتے، دیندار نہیں بنا جاتا، آخر کیا کریں؟ اصل بات پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ خود بیٹھے بیٹھے انسان کتنی ہی تدبیریں سوچ لے منصوبے بنالے اس سے دیندار نہیں بنتا، یوں بیٹھے بٹھائے اصلاح نہیں ہو جاتی، اصلاح کے لیے صرف وہی تدبیریں کارگر ہوتی ہیں جو شیخ تجویز کردے، شیخ ہر مرید کے مزاج کو دیکھ کر اس کے لیے الگ الگ نسخے تجویز کرتا ہے۔

یہ تفصیل تو ظاہری گناہوں کے بارے میں بتادی جن کا انسان کو کسی حد تک علم یا احساس ہوتا ہے، اب ذرا باطنی گناہوں سے متعلق بھی سُن لیں:

⑥ باطنی گناہوں کی جڑیں بہت مضبوط اور گہری ہوتی ہیں ابھی تفصیل سے بتا چکا ہوں کہ بارہا ایسا ہوتا ہے کہ انسان ایک ظاہری گناہ میں مبتلا ہوتا ہے مگر گناہ ہونے کا علم

ہی نہیں ہوتا یا علم ہوتا ہے مگر استحضار نہیں ہوتا غفلت و بے توجہی کی وجہ سے گناہ میں مبتلا رہتا ہے اور کبھی علم واستحضار کے باوجود بھی گناہ کا شکار ہوتا ہے مگر باطنی گناہ ایسے خطرناک ہیں کہ ان کا سرے سے علم ہی نہیں ہوتا، جیسے: حسد، کبر، ریاء، عجب وغیرہ جب اپنے اندر ان مہلک ترین امراض کے وجود کا علم ہی نہیں تو ان سے بچنے کی فکر کیسے ہوگی؟ شیخ ان امراض کی تشخیص کر کے بتاتا ہے کہ تیرے اندر فلاں مرض ہے۔

⑦ اگر کسی کو اپنے اندر کسی باطنی مرض کے وجود کا احساس ہو بھی گیا تو وہ اس کا علاج نہیں جانتا، شیخ اس کا علاج کرتا ہے۔

تمام باطنی گناہوں کی جڑ حبِ دنیا ہے جس کے دو شعبے ہیں حبِ مال اور حبِ جاہ، دونوں انتہائی خطرناک قسم کے گناہ ہیں ایسے خطرناک کہ بسا اوقات ان کی نحوست سے ظاہری اعمال بھی تباہ ہو جاتے ہیں۔ یہ باطنی امراض انسان کے دل میں موجود ہوتے ہیں مگر پوری زندگی گزر جاتی ہے اور مریض کو احساس تک نہیں ہوتا کہ وہ کسی مرض کا شکار ہے، اس قسم کے خطرناک امراض کی نشاندہی کے لیے اور ان سے بچنے کے لیے کسی مصلح کے ہاتھ پر بیعت ہونا بہت ضروری ہے بلکہ یوں کہیں کہ اصلاحی تعلق قائم کرنا ضروری ہے، بیعت مقصود نہیں مقصود تو اصلاحی تعلق ہے۔

خلاصہ یہ کہ جب تک کسی ماہر طبیب باطن سے اصلاح نہیں کروائے گا اس وقت تک امراض ظاہرہ و باطنہ سے نہیں بچ سکے گا، ظاہری امراض کا کبھی علم ہو جاتا ہے احساس بھی بیدار ہوتا ہے مگر خود اپنے طور پر بچنا مشکل ہوتا ہے باطنی امراض کا تو پتا ہی نہ چلے گا ان کا علم ہی بیعت ہونے کے بعد ہوتا ہے، اس لیے بیعت ہونا اور کسی شیخ سے اصلاحی تعلق رکھنا بہت ضروری ہے اصلاحی تعلق کے بغیر گناہوں سے بچنا بہت مشکل ہے۔

عبرت کے دو قصے:

آخر میں عبرت کے دو قصے مزید سُن لیجیے تاکہ بات پوری طرح ذہن نشین ہو جائے،

اصلاحی تعلق نہ رکھنے کا صرف یہی نقصان نہیں ہوتا کہ انسان گناہوں سے بچ نہیں پاتا، بے دین رہتا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کبھی خطرناک نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان ظاہری اعمال کا پابند ہوجاتا ہے، تہجد گزار بن جاتا ہے اور خود کو دیندار بلکہ ولی اللہ سمجھنے لگتا ہے حالانکہ دین کے بہت سے احکام ابھی اس کے علم میں بھی نہیں آئے ہوتے اللہ تعالیٰ کے بہت سے قوانین سے بالکل بے خبر ہوتا ہے۔

پہلا قصہ:

صوبہ سرحد سے ایک شخص کا خط آیا:

''میں تبلیغی جماعت سے وابستہ ہوں اور اندرون ملک کے علاوہ بیرون ملک بھی کئی سال لگا چکا ہوں، دینی اعمال کی پوری پابندی کرتا ہوں، ممکن حد تک کسی دینی حکم کی خلاف ورزی نہیں کرتا، اس لیے میرا خیال تھا کہ اب میں دیندار بن چکا ہوں میرے اندر کوئی ایسی خامی باقی نہیں جیسی بے دین لوگوں میں ہوتی ہے مگر آپ کے دارالافتاء سے تعلّق رکھنے والے ایک شخص نے مجھے متوجہ کیا:

''آپ میں ابھی بھی ایک بہت بڑی خامی موجود ہے وہ یہ کہ شریعت میں دیور سے پردہ فرض ہے اور آپ ابھی تک اس فرض کے تارک ہیں۔''

مخلص تھے دین پر محنت بھی بہت کی تھی، کئی سال لگائے تھے، اس لیے یہ سنتے ہی کانپ گئے اور مجھے لکھا:

''میں بھاگا بھاگا ایک مولوی صاحب کے پاس گیا کہ حضرت یہ صاحب کہتے ہیں دیور سے پردہ فرض ہے مولوی صاحب نے فرمایا:

''بے شک دیور سے پردہ فرض ہے تمہیں اس میں کیا اشکال ہے؟''

''اسی وقت میں نے گھر جا کر اس حکم کی تعمیل کی، بیوی کو پابند کر دیا کہ آئندہ

تمہیں دیوروں سے پردہ ہے۔“

ذرا سوچیے! اس مسلمان کا اگر کسی مصلح سے اصلاحی تعلق ہوتا، مصلح سے مراد شیخ کامل ہے جو واقعۃً مصلح ہو خود بھی دیندار ہو دوسروں کو بھی دیندار بنائے ایسا پیر نہیں جو خود بھی مریدوں کے ساتھ حرام کھانے میں شریک ہو، یا جس کے اپنے گھر میں بھی شرعی پردہ نہ ہو، وہ دوسروں کو کیا بتائے گا؟ اگر شیخ کامل سے تعلق ہوتا تو اتنا عرصہ شریعت کے ایک اہم حکم سے بے خبر نہ رہتا وہ تو اس کے اخلاص اور اس کی محنت پر اللہ تعالیٰ کی رحمت متوجہ ہوئی اور ہدایت کا یہ بہانہ بنا کہ دارالافتاء سے تعلق رکھنے والا کوئی شخص اللہ تعالیٰ نے اس کے پاس بھیج دیا جس نے انہیں گناہ کا احساس دلایا، ورنہ تو مرتے دم تک اسی جہالت و بے خبری میں رہتے، پھر ستم یہ کہ اتنے بڑے گناہ میں مبتلا رہنے کے باوجود خود کو دیندار سمجھے بیٹھے تھے، اسی ایک مثال سے اندازہ کر لیجیے کہ دیندار مسلمانوں کے لیے بھی بیعت ہونے کی کتنی اہمیت ہے۔

دوسرا قصہ:

ابھی تقریباً ایک مہینہ ہی ہوا ہوگا کہ یہیں دارالافتاء کے سامنے سے ایک صاحب نے پرچہ لکھ کر دیا:

”میں بیس سال سے یہاں دارالافتاء کے سامنے رہ رہا ہوں مگر کبھی دارالافتاء میں آنے کا اتفاق نہیں ہوا، میرا وقت زیادہ تر تبلیغ میں گزرتا ہے کئی سالوں سے جماعت میں لگا ہوا ہوں ہمہ وقت تبلیغ کے کام میں مشغول ہوں۔ مجھ سے ایک صاحب نے پوچھا:

”آپ کبھی دارالافتاء گئے ہیں، وہاں کی مسجد میں کوئی نماز پڑھی ہے؟“

میں نے کہا:

”نہیں! کبھی جانے کا اتفاق نہیں ہوا۔“

انہوں نے کہا:

’’چلیے آج میرے ساتھ دارالافتاء کی مسجد میں نماز پڑھ لیجیے۔‘‘

میں نے نماز پڑھی اور بیان سننے بیٹھ گیا، آپ کا بیان سنا اور سن کر پہلی بار احساس ہوا کہ شریعت میں پردہ کی اس قدر اہمیت ہے، پردہ سے متعلق یہ باتیں کہیں نہ سنی تھیں، بیان سن کر اٹھا تو احساس ہوا کہ شریعت کے اتنے بڑے حکم کی مجھ سے خلاف ورزی ہوتی رہی، اس کوتاہی پر ندامت ہوئی اور سچے دل سے توبہ کی، میرے حق میں دُعاء کیجیے کہ اللہ تعالیٰ معاف فرمادیں اور آیندہ کے لیے اس قسم کی کوتاہیوں سے محفوظ رکھیں، سچا مسلمان بنادیں۔‘‘

چونکہ انہوں نے دین کی خاطر بہت محنت کی تھی، دل میں فکر موجود تھی اس لیے کوتاہیوں کا جیسے ہی احساس ہوا توبہ کی اور راہِ راست پر آ گئے۔ یہاں بھی سوچیے! وہ اتنے عرصہ سے اپنے خیال میں پکے دیندار بنے ہوئے تھے، دین کی خاطر محنت کررہے تھے، خود بھی دیندار کہلاتے تھے دوسروں کو بھی دیندار بنارہے تھے لیکن کسی مصلح سے اصلاحی تعلّق نہیں تھا اس لیے اتنے عرصہ ایک کبیرہ گناہ میں مبتلا رہے، یہاں آنے کے بعد پہلی بار انہیں گناہ کا احساس ہوا۔ گناہ کا احساس تو بہت دیر سے ہوا لیکن بحمد اللہ تعالیٰ اصلاح جلدی ہوگئی۔

ان دو مثالوں سے بیعت کی اہمیت کا اندازہ کرلیجیے کہ کس قدر ضروری ہے، بالخصوص اس فتنہ کے دور میں۔

ان مثالوں سے یہ بات پوری طرح واضح ہوگئی کہ بیعت ہونا اور کسی مصلح کامل سے اصلاحی تعلّق رکھنا بہت ضروری ہے، اس کے بغیر سچا دیندار مسلمان بننا ناممکن ہے، ناممکن۔ بیعت ہوئے بغیر اول تو اپنے امراض اور گناہوں کا علم ہی نہیں ہوگا اگر علم ہوا تو اس کا استحضار نہیں ہوگا، استحضار ہوا بھی تو بچنے کی فکر نہیں ہوگی، بچنے کی فکر بھی پیدا ہوگئی تو بچنے کی قدرت نہیں ہوگی، یہ تو ہے ظاہری گناہوں کا معاملہ۔ باطنی گناہوں کا معاملہ ان

سے بھی زیادہ خطرناک ہے، ان کا علم تو شیخ کے بتائے بغیر ہو ہی نہیں سکتا، آج کے دور میں تو ظاہری امراض کا بھی یہی حال ہوگیا ہے، وہ بھی کسی سے اصلاحی تعلّق رکھے بغیر نہیں چھوٹتے، انہی دو مثالوں کو سوچ لیجیے، بے پردگی کا گناہ کوئی باطنی گناہ تو نہیں ظاہری گناہ ہے اس کا گناہ ہونا بالکل ظاہر بلکہ اظہر ہے۔ صرف نقل کی رو سے ہی نہیں عقل کی رو سے بھی کوئی عالم ہو یا جاہل بلکہ عقل مند اور دانا ہو یا کم عقل اور احمق، اتنی موٹی سی بات تو سمجھتا ہی ہے کہ عورت کی عام نمائش جائز نہیں، اس کا نظروں سے اوجھل رہنا ہی بہتر ہے، لیکن دیکھ لیجیے کتنے مسلمان اس گناہ کا شکار ہیں، یہ موٹی سی حقیقت ان کی نظر سے اوجھل ہے۔ پردہ تو شریعت کا ایک حکم ہے، اللہ تعالیٰ کے بے شمار قوانین میں سے ایک قانون ہے ورنہ انسان کی پوری زندگی میں اور زندگی کے ہر شعبے میں اللہ تعالیٰ کے سینکڑوں قوانین ہیں، ہر قانون کا علم حاصل کرنا اور ہر وقت اس پر عمل پیرا ہونا اس کے بغیر ممکن نہیں کہ کسی ماہر قانون سے تعلّق پیدا کیا جائے اس سے قدم قدم پر رہنمائی حاصل کی جائے۔

بیعت سے فائدہ کیسے ہوتا ہے؟

اب تک بیعت کی ضرورت کا بیان ہوا، اس کے فائدے بتائے گئے، اب رہی یہ بات کہ بیعت سے فائدے کیسے حاصل ہوتے ہیں؟ اس کی تفصیل بھی سُن لیجیے۔ بیعت سے فائدہ ہونے کی یہ وجوہ ہیں:

① جیسا کہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ بیعت ہونے والے کو یہ خیال رہے گا کہ اس نے شیخ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر اللہ تعالیٰ سے ہر قسم کے گناہوں سے بچنے اور سچا مسلمان بننے کا وعدہ کیا ہے، اس لیے وہ ہوشیار رہے گا کہ کہیں کوئی بات اس وعدہ کے خلاف نہ ہو جائے اور اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سخت گرفت نہ ہو۔ یہ فکر اسے بیدار و ہوشیار رکھے گی۔

(۲) شیخ کی دُعاء اور نظر شفقت اس کی معین و مددگار رہے گی۔

(۳) شیخ کی صحبت کیمیا تاثیر سے قلب میں دنیا سے بے رغبتی، اللہ تعالیٰ سے محبت اور فکرِ آخرت پیدا ہوگی، صحبت کی تاثیر قرآن وحدیث اور تجربات ومشاہدات سے ثابت ہے اور دنیا بھر کے مسلمات میں سے ہے۔

(۴) شیخ کے متعلّقین اور صالح ماحول کے اقوال واحوال کا اثر۔

(۵) اہل سلسلہ بلکہ عوام سے بھی شرمائے گا کہ مرید ہوکر کیسی حرکتیں کررہا ہے۔

(۶) شیخ ذکر وشغل اور مراقبہ کے ایسے طریقوں کی تلقین وتعلیم دیتا ہے کہ ان سے اللہ تعالیٰ کی محبت ہر ماسوا کی محبت پر ایسی غالب آجاتی ہے کہ دنیا کی کوئی محبت، کوئی خوف، کوئی طمع اور کوئی تعلّق محبوب حقیقی کی رضا کے خلاف کوئی کام نہیں کرواسکتا۔

(۷) دین سے بے توجہی وبے التفاتی کی صورت میں شرمائے گا کہ شیخ کے سامنے کس منہ سے حاضری دے گا اگر کبھی ایسی کوتاہی ہوگئی تو بھی شرم کی وجہ سے شیخ کی خدمت میں حاضری ہرگز نہ چھوڑے، بہرصورت حاضری کا معمول جاری رکھے، ایسی غفلتوں اور کوتاہیوں کا علاج یہی ہے۔

(۸) اصلاح کا مدار اطلاع واتباع پر ہے، یعنی شیخ کو اپنے عیوب کی اطلاع دے، پھر شیخ جو نسخہ بتائے اسے استعمال کرے، پھر شیخ کو اس نسخہ کے اثر کی اطلاع دے۔ یہ سلسلہ جاری رکھے، اس ہدایت کے مطابق پہلے تو کسی گناہ کے تقاضے کے وقت یہ خیال آئے گا کہ گناہ کا ارتکاب کیا تو شیخ کو بتانا پڑے گا، اس سے شرم آئے گی، اس کا جواب تو یہ ہوسکتا ہے کہ مریض کو طبیب کے سامنے اپنے مرض کی صحیح صحیح پوری کیفیت بتانے سے شرمانا جائز نہیں، پوری صحیح کیفیت طبیب کو نہیں بتائے گا تو علاج کیسے ہوگا۔ چلیے اس کا جواب تو ہوگیا لیکن طبیب کا دیا ہوا نسخہ استعمال کیوں نہیں کیا؟ شیخ کو اس کا جواب کیا دے گا؟ شیخ کے سامنے شرمندہ ہونا پڑے گا، یہ سوچ کر شرم میں ڈوب جائے گا

اور گناہ کے ارتکاب سے باز رہے گا۔ایک شخص نے اپنے حالات میں غیبت کے مرض میں ابتلاء لکھا، میں نے اسے جو نسخہ لکھا اس میں ایک جزء یہ بھی تھا کہ جس کے سامنے کسی کی غیبت کریں تو توبہ کے بعد اسے اطلاع بھی کریں کہ میں نے آپ کے سامنے غیبت کا گناہ کبیرہ کیا تھا، اس لیے اب آپ کو اپنی توبہ کی اطلاع دے رہا ہوں، پھر اس صورت حال کی یعنی اسے اطلاع دینے کی مجھے اطلاع دیں۔

اس نے دوسرے خط میں لکھا:

''میں نے اس خوف سے کہ آپ کو بتانا پڑے گا کبھی کسی کی غیبت کی ہی نہیں۔''

⑨ شیخ کی روک ٹوک، ڈانٹ بلکہ مار پٹائی سے بھی گھبرائے گا نہیں، پریشان نہیں ہوگا شیخ کی مار بھی ناگوار نہیں ہوگی بلکہ مطمئن رہے گا، خوش ہوگا، جیسے مریض طبیب کی کڑوی دواء یا انجکشن یا آپریشن سے مطمئن اور خوش ہوتا ہے۔حالانکہ طبیب کی تشخیص مرض یقینی نہیں، طریق علاج کی صحت کا یقین نہیں پھر یہ کہ طبیب اور ڈاکٹر کی مریض کے ساتھ محبت ناقص، پھر اگر صحت ہو بھی گئی تو آخر کب تک، موت سے تو کوئی مفر نہیں، جب کہ شیخ کی محبت وشفقت کاملہ پھر مرض کی تشخیص اور نسخہ کی تجویز بھی یقینی، اگر بالفرض کبھی اس میں غلطی ہو بھی جائے تو اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس میں بھی تاثیر رکھ دیتے ہیں، شیخ کی غلطی کو صحیح اور خطا کو صواب بنا دیتے ہیں۔بہر حال شیخ کے نسخہ سے شفاء یقینی ہے، پھر شفاء بھی کیسی؟ دنیا بھی جنت اور آخرت بھی جنت۔شیخ کی مار سے یہ دولت مل جائے تو بھی یہ سودا بہت سستا ہے ع

متاع جان جاناں جان دینے پر بھی سستی ہے

شیخ کے انتخاب کا طریقہ:

شیخ کے انتخاب میں بہت ہی غور وفکر سے کام لینا ضروری ہے، ان ہدایات کو ملحوظ رکھیں:

① کسی معروف مصلح کامل سے باضابطہ اصلاحی تعلّق رکھا ہو اور اس نے اسے بیعت وارشاد کی اجازت دی ہو، اس کا خیال رکھنا بہت ضروری ہے، گمراہ اور ملحد پیروں نے عوام کو پھانسنے کے لیے یہ بہت بڑا جال پھیلا رکھا ہے کہ انہیں کسی شیخ سے فیض حاصل کرنے کی ضرورت نہیں، براہِ راست اللہ تعالیٰ سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض حاصل کر رہے ہیں، یقین کرلو! یقین کرلو!! یقین کرلو!!! کہ ایسا شخص ولی اللہ ہرگز نہیں ہوسکتا، یہ ولی الشیطان ہے ؎

نفس نتوان کشت الا ظل پیر
دامن این نفس کش را وامگیر

"کسی شیخ کامِل سے اصلاح کروائے بغیر نفس کے شر سے حفاظت ناممکن ہے، اس نفس کُش کے دامن کو مت چھوڑ۔"

② دین میں خوب پختہ اور متصلب ہو، معاشرے میں پھیل جانے والے منکرات وبدعات سے بہت دور رہتا ہو، خاص طور پر وہ منکرات جن سے بچنے کا اہتمام اکثر علماء ومشائخ بھی نہیں کرتے، مثلاً رشتہ داروں سے شریعت کے مطابق مکمل پردہ نہ کرنا، تصویروں کی لعنت، ٹی وی کی لعنت، غیبت کرنے اور سننے کا کبیرہ اور علانیہ گناہ، بینک انشورنس اور حرام آمدن کے دوسرے ذرائع والوں کی دعوت یا ہدیہ قبول کرنا وغیرہ۔

③ دنیوی لحاظ سے اونچے طبقہ کی بے جا اور بلا ضرورت رعایت نہ کرتا ہو۔

④ اہلِ ثروت واہلِ مناصب اور عوام کی بھیڑ بھاڑ کی بجائے اس کی طرف علماء واہل صلاح مساکین کا رجوع ہو۔

⑤ متعلّقین کو صرف اوراد ووظائف اور مراقبات وغیرہ کی تلقین پر ہی اکتفاء نہ کرتا ہو بلکہ بدعات ومنکرات اور امراض باطنہ سے بچنے کی تبلیغ زیادہ کرتا ہو متعلّقین کو سمجھاتا ہو کہ بیعت سے اصل مقصد یہی ہے اذکار واشغال وغیرہ اسی مقصد کی تحصیل کے ذرائع ہیں اور تحصیل مقصد میں معین ومددگار ہیں۔

⑥ متعلّقین کو ایسے ہی آزاد نہ چھوڑ رکھا ہو بلکہ ان کی غلطیوں پر روک ٹوک کرتا ہو۔

⑦ پاس بیٹھنے سے دنیا سے بے رغبتی اور وطن آخرت کا شوق پیدا ہو۔

⑧ متعلّقین میں سے اکثر کو دین میں ایسی پختگی ورسوخ حاصل ہو کہ ہر قسم کے منکرات وبدعات سے خود بھی بچتے ہوں اور دوسروں کو بھی بچانے کی کوشش کرتے ہوں، اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کسی کی کوئی پروانہ کرتے ہوں۔

⑨ ان آٹھ نمبروں کی خوب اچھی طرح تحقیق کرنے کے بعد جب پورا اطمینان ہو جائے کہ شیخ خود بھی امراض ظاہرہ وباطنہ سے محفوظ ہے اور متعلّقین کے علاج کی بھی پوری صلاحیت رکھتا ہے تو اس سے ربط کو مزید بڑھائیں، مجالس میں حاضر ہوں، مواعظ وملفوظات سنیں۔

⑩ سنت کے مطابق استخارہ کریں۔

پھر اگر شیخ کی مجالس سے فائدہ محسوس ہو مناسبت معلوم ہو اور قلب مطمئن ہو تو بیعت کی درخواست کریں۔

شیخ سے استفادہ کی چار شرطیں:

چار چیزیں لازمی ہیں استفادہ کے لیے

اطلاع واتباع واعتماد وانقیاد

شرائطِ اربعہ کی تفصیل:

① **اعتماد:** اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ کے صالح اور مصلح ہونے پر اعتماد ہو، یعنی یہ اعتماد ہو کہ شیخ خود بھی منکرات ظاہرہ وباطنہ سے بچتا ہے اور متعلّقین کو بچانے میں بھی پوری مہارت رکھتا ہے، یہ شرط بیعت ہونے سے پہلے کی ہے جیسا کہ انتخابِ شیخ کے بیان میں بتا چکا ہوں۔

② **انقیاد:** اس کا مطلب یہ ہے کہ شیخ مرض کی جو تشخیص کرے اور اس کے لیے جو

نسخہ تجویز کرے اسے انشراح قلب سے قبول کرے، چون و چرا نہ کرے، اپنی رائے کو دخل نہ دے، سب کچھ مکمل طور پر شیخ کے سپرد کر دے:

''مردہ بدست زندہ''

بن کر رہے۔

③ **اطلاع:** شیخ کو اپنے امراض کی بلاکم و کاست صحیح صحیح اطلاع دے، کوئی چیز بھی چھپائے نہیں، کسی حالت پر بھی پردہ ڈالنے کی کوشش ہرگز نہ کرے، بہت سے متعلّقین اس ہدایت پر عمل نہیں کرتے، خوب سمجھ لیں کہ یہ خیانت ہے اور بہت بڑا جرم، ایسے مریض کو کبھی شفاء نہیں ہوسکتی۔

یہ بھی خوب سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ شیخ کامل کو ایسی بصیرت و فراست عطاء فرما دیتے ہیں کہ وہ عموماً مریض کے اقوال و احوال سے اس کے امراض کو سمجھ جاتا ہے اس کے باوجود وہ عموماً ازخود کچھ نہیں بتاتا اس لیے کہ علاج کا قاعدہ یہی ہے جس میں کئی مصلحتیں ہیں، اس لیے مرید پر لازم ہے کہ وہ اپنے امراض خود بتائے۔

④ **اتباع:** شیخ جو ہدایت دے اس کا اتباع کرے جو نسخہ تجویز کرے اسے پابندی سے استعمال کرے اور پھر نسخے کے نتائج کی اطلاع دے، یہ سلسلہ بہت پابندی سے جاری رکھے اس میں غفلت ہرگز ہرگز نہ ہونے پائے۔

مزید ہدایات:

⑤ شرط اول یعنی اعتماد میں یہ بھی داخل ہے کہ اپنے شیخ کے بارے میں یہ اعتقاد رکھے کہ میرے حق میں پوری دنیا سے زیادہ بہتر اور سب سے زیادہ افضل ہیں۔

⑥ اسی شرط اول میں یہ بھی داخل ہے کہ اپنے شیخ کے سوا کسی دوسرے شیخ کی نہ کوئی اصلاحی کتاب دیکھے نہ کسی کی مجلس میں جائے نہ وعظ سنے، اسے ''وحدت مقصد'' کہا جاتا ہے جو اس طریق میں مفتاح الفلاح و کلید کمال ہے:

یکے گیر ومحکم گیر۔

''ایک کو پکڑ واور مضبوط پکڑو۔''

ادب واحترام تو سب کا کرے اور دل میں محبت وعظمت بھی سب کی رکھے لیکن اصلاحی تعلق صرف ایک سے رکھے۔

کسی دوسرے شیخ کی طرف توجہ کرنے، ان کی کتابیں پڑھنے یا وعظ سننے سے نفع کی بجائے نقصان ہوگا، اسے ایک مثال سے سمجھیے، لڑکی شادی سے پہلے اپنے لیے شوہر منتخب کرنے میں پوری دنیا کی تحقیقات کرتی پھرے، یہ کوئی معیوب نہیں، مثلاً بہت سے رشتے کسی کے سامنے ہیں، ایک لڑکا پاکستان میں ہے، دوسرا افغانستان میں، تیسرا ہندوستان میں، کوئی سعودیہ میں اور کوئی انگلینڈ یا امریکا وغیرہ میں۔ اب ظاہر ہے کہ رشتہ تو ان میں سے ایک ہی سے کرنا ہے اس لیے اسے حق پہنچتا ہے کہ ان میں سے ہر ایک کے حالات معلوم کرے اور خوب خوب معلوم کرے استخارات بھی کرے ان کے بارے میں لوگوں سے بھی پوچھے، ہر طرح اپنا اطمینان کرلے، یہ کوئی عیب کی بات نہیں نہ عقل کی رو سے نہ ہی شریعت کے لحاظ سے، دنیا والوں کو بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوتا بلکہ لڑکے لڑکی والے خود کہتے ہیں کہ رشتہ کی بات پکی کرنے سے پہلے خوب سوچ لیں، غور وفکر کرلیں اچھی طرح کھنگالیں تاکہ بعد میں کسی قسم کی پریشانی نہ ہو، لیکن اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کے بعد جب رشتہ کا انتخاب کرلیا اور شادی ہوگئی تو اب شادی ہوچکنے کے بعد اگر لڑکی کسی اور لڑکے کو پسند کرلے کہ میرے شوہر کی بنسبت تو یہ بہت حسین ہے یا بڑا مال دار ہے تو بتائیے کوئی غیرت منداس کو گوارا کرے گا؟ کسی کی بیوی غیر مرد کی تعریفیں کرنے لگے کہ وہ اتنا اچھا ہے ایسا پیارا ہے تو اس کا مطلب کیا لیا جائے گا؟ یہی نا کہ شوہر کی بجائے اس اجنبی پر اس کا دل آگیا ہے اور اس کے ساتھ بھاگنا چاہتی ہے۔

آشنا کے ساتھ عورت کے بھاگ جانے یا اغواء ہونے کے واقعات تو پرانے ہیں، اب اس کی ضرورت ہی نہیں سمجھی جاتی، جس بے حیائی کے لیے عورت بھاگتی تھی یا اغواء

کی جاتی تھی اب وہ بے حیائی اور بے غیرتی گھروں میں ہورہی ہے، کچھ عرصہ پیشتر معاشرہ میں اتنی بے حیائی نہیں تھی عورتوں میں پردہ تھا، حیاء تھی مردوں میں بھی غیرت تھی کوئی اکا دکا مرد وعورت بے حیاء ہوتے تو انہیں مقصد براری کے لیے گھر سے بھاگنا پڑتا، مگر اب ٹی-وی، وی-سی-آر نے گھر گھر سینما ہال کھول دیے، عورتوں میں بے پردگی، عریانی اور ادھر مردوں میں بھی دیوثی عام ہوگئی، اب بے حیاء مردوں اور عورتوں کو گھر چھوڑ کر کہیں دور بھاگ جانے اور بدنام ہونے کی ضرورت نہیں اب گھروں میں ہی بے حیائی اور بدکاری شروع ہوگئی ہے۔

ہاں تو شادی سے پہلے کسی کے بارے میں جتنا چاہیں پوچھ گچھ کرلیں، معلومات کرتے رہیں، لیکن جب شادی ہوگئی تو شوہر کے سوا کسی کی طرف نظر اٹھانا بھی حرام ہے، اب غیر کی طرف نظر گئی تو یہ برائی کرائے گی اگر برائی کی نوبت نہیں بھی آئی تو دل میں یہ طمع تو ضرور ہوگی کہ کاش فلاں شوہر مجھے مل جاتا، کاش کہ فلاں، کاش کہ فلاں، ایسی باتیں دل میں لانا اور سوچنا بھی گناہ ہے، پریشان بھی رہے گی گناہ بھی ہوگا، اب سمجھیے کہ اسی طریقے سے ایک شیخ کے ساتھ اصلاحی تعلق قائم کرنے کے بعد اگر کسی دوسرے کی کتاب دیکھی یا کسی کا وعظ سنا تو ہوسکتا ہے کہ دل میں یہ خیال آجائے کہ یہ شیخ تو بہت اچھے ہیں، بڑے متقی اور پارسا ہیں سمجھانے کا انداز بھی بہت عمدہ ہے، اپنے منتخب شیخ سے نظر ہٹ گئی اور دوسرے شیخ سے متعلق اس قسم کی باتیں سوچنے لگا تو لازماً ذہن میں انتشار پیدا ہوگا تشویش ہوگی۔ اس انتشار کی وجہ سے اس کو فائدے کی بجائے نقصان پہنچے گا۔ ایک شیخ سے تعلق جوڑلیا تو گویا شوہر منتخب کرلیا اب اس شوہر کو چھوڑ کر باقی ساری دنیا سے آنکھیں بند کرلے تو اس کا فائدہ ہوسکتا ہے ورنہ فائدہ نہیں ہوگا، علم دین پڑھنے پڑھانے کی بات اور ہے اصلاحی تعلّق کی بات اور ہے، البتہ ایک مقام ہے، ایک مقام، جب کوئی مرید اس مقام پر پہنچ جائے تو اسے اجازت دی جاسکتی ہے کہ دوسروں کی کتابیں دیکھے اور ان کے بیان سنے، لیکن اس مقام تک کب پہنچتا ہے؟ جب اپنے شیخ

سے متعلّق عقیدہ اتنا راسخ ہو جائے یقین اتنا پختہ ہو جائے کہ بالفرض اس کے مقابلے میں آسمان سے فرشتہ بھی اُتر آئے تو اسے اہمیت نہ دے دوسرے شیوخ کی بنسبت اپنے شیخ کو اہمیت دے ہاں یہ ضروری نہیں کہ اسے ہر لحاظ سے سب سے افضل بھی سمجھے، فضیلت میں شان ومرتبہ میں خواہ دوسرے مشائخ بڑے ہوں لیکن جہاں تک فائدہ پہنچنے کا تعلق ہے اس بارے میں بس یہی یقین رکھے کہ میری ہدایت اور اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے میرا شیخ ہی مقدر ہے ہر شخص کا مقسوم اور مقدر الگ الگ ہوتا ہے، یہ سمجھے کہ میری اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر ہے اس لیے میرے حق میں میرا شیخ ہی سب سے افضل ہے۔ جیسے مثال دے چکا ہوں کہ شادی کے لیے ایک مرد کے انتخاب کر لینے کے بعد دوسرے مرد کو دیکھنا بلکہ دل میں اس کا خیال لانا بھی حرام ہے، اب ساری امیدیں اور ہر قسم کی توقعات اسی ایک شوہر سے وابستہ کر لے کہ حمل ہوگا تو اسی سے ہوگا اولاد ہوگی تو اسی سے ہوگی، بس میرے لیے سب کچھ یہی ہے یہی عقیدہ مرید اپنے شیخ سے متعلق رکھے کہ اسے جو خیر وبھلائی حاصل ہوگی اسی شیخ کے واسطے سے ہوگی، یہ عقیدہ اتنا پکا ہو جائے کہ آسمان سے کوئی فرشتہ بھی اُتر آئے تو اس کا عقیدہ متزلزل نہ ہو، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی اُتر کر آجائیں تو بھی شیخ کا دامن نہ چھوٹے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے، مسلمان اُن کے ساتھ مل کر جہاد کریں گے، کافروں کی گردنیں اُڑائیں گے اور پوری دنیا سے کفر کا نام ونشان مٹا دیں گے یہ سب کچھ ہوگا لیکن ان حالات میں بھی مرید اپنے شیخ کے دامن سے وابستگی اسی طرح رکھے جیسی نزول عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے تھی۔ پھر وہی شوہر والی مثال سامنے آتی ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نبی ہیں ہر مسلمان کو ان سے بڑی عقیدت ہے اور سب لوگ ان کی تشریف آوری کے منتظر ہیں لیکن ان کے تشریف لانے کے بعد یہ تو نہیں ہوگا کہ مسلمان خواتین شوہروں سے یہ مطالبہ شروع کر دیں کہ ہمیں طلاق دے دو ہم عیسیٰ علیہ السلام سے نکاح کرنا چاہتے ہیں، انہی سے اولاد چاہتے ہیں۔ کوئی غیرت مند خاتون

دل میں اس قسم کا خیال بھی نہ لائے گی۔ اسی مثال کو سامنے رکھ کر سمجھیں کہ کسی مرید میں جب اتنی مضبوطی آجائے اور ایسی پختگی پیدا ہوجائے کہ کوئی بڑے سے بڑا انسان بلکہ فرشتہ بھی اس کے سامنے آجائے تو شیخ کی عقیدت میں فرق نہ آنے پائے، جب کوئی مرید اس مقام کو پہنچ جائے تو اس کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ کسی دوسرے شیخ کی کتابیں دیکھے اس کا بیان سنے، مگر آج کل کے مریدوں میں یہ بات کہاں پائی جاتی ہے؟ آج کے مسلمان میں ثابت قدمی اور استقامت تو ہے ہی نہیں۔ کسی مولوی کا ایک آدھ بیان سن لیا تو اس پر لٹو ہوگئے، کسی کی کتاب دیکھ لی تو اس پر فریفتہ ہوگئے، واہ! کیا کہنے اس تحریر کے، سبحان اللہ! ان کا تو جواب ہی نہیں، بس یہ تو بے پیندے کے لوٹے ہیں کوئی جدھر چاہے لڑھکا دے، ہوا کا ذرا سا جھونکا لگے اور یہ لڑھکے۔ ایک مولوی صاحب کا خط آیا کہ ہمارے استاذ صاحب نے ہمیں تاکید کی ہے کہ فلاں مولانا صاحب کی کتابیں بہت اچھی ہیں ان کو دیکھا کرو، اتفاق سے وہ استاذ بھی یہاں سے بیعت تھے، میں نے جواب میں لکھا کہ اپنے اس استاذ کو بھی یہاں لاؤ پہلے تو ان کے کان کھینچوں جو تمہیں یہ مشورہ دے رہے ہیں، یہ اصلاح کا کون سا طریقہ ہے کہ جس مولوی کی کتاب پسند آگئی اسی کو دل دے دیا اور اس پر لٹو ہوگئے، پھر اسی مثال کو سوچیے کہ کسی کی بیوی غیر مرد کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے اور مائل ہونے لگے تو یہ اس قابل نہیں کہ اسے گھر میں رکھا جائے، ایسی آوارہ عورت کو گھر سے نکال دیا جائے، یہی سلوک ہرجائی مرید کے ساتھ ہونا چاہیے۔

اگر شیخ سے فائدہ نہ ہو:

البتہ اگر کسی مرید کو اپنے شیخ سے فائدہ نہیں پہنچ رہا تو وہ شیخ بدل سکتا ہے۔ شیخ سے فائدہ نہ پہنچنے کی مختلف وجوہ ہوتی ہیں:

① شیخ کے انتخاب میں غلطی کی، شیخ کا انتخاب کرتے وقت اس سے مرید ہوتے

وقت اس میں یہ شعور نہ تھا کہ کس قسم کے شیخ سے مرید ہوا جائے؟ بس کسی شیخ کی طرف عام لوگوں کا رجوع دیکھا اور جھٹ سے بیعت ہوگئے۔ یاد رکھیں! جس پیر کی طرف خواص اور علماء کی بجائے عوام کا رجوع ہو، انہی کی بھیڑ بھاڑ ہو یہ اس پیر کے نالائق ہونے کی دلیل ہے، حق پرست عالم یا شیخ کی طرف عوام کا زیادہ رجحان نہیں ہوتا بلکہ وہ اپنی حق پرستی کی وجہ سے عموماً عوام میں معیوب اور بدنام ہوتا ہے، البتہ جو پیر مداہن اور ڈھیلا ڈھالا ہو، سب کو خوش رکھتا ہو وہ عوام میں بہت مقبول ہوتا ہے، ایسے پیر پر لوگوں کا جمگھٹا رہتا ہے اور لوگوں کی دیکھا دیکھی اس قسم کے پیر سے بیعت ہوگیا اور اب اس سے کچھ فائدہ نہیں ہو رہا۔

② دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ شیخ تو صحیح ہے واقعۃً مصلح ہے مگر یہ شیخ سے کہیں دور چلا گیا یا شیخ ہی نقل مکانی کرگیا اس لیے اس سے رابطہ رکھنا، اپنے حالات کی اطلاع دے کر اتباع کرنا مشکل ہوگیا تو بھی دوسرے شیخ سے تعلق قائم کرنا ضروری ہے اس لیے کہ بیعت و تعلق کا اصل مقصد تو یہی ہے جو پہلے تفصیل سے بتا چکا ہوں کہ مرید بار بار اپنے حالات کی اطلاع دیتا رہے اپنے عیوب بتاتا رہے اور شیخ جو نسخے تجویز کرے ان پر عمل کرے، اب اگر شیخ سے رابطہ کٹ جائے کہ اسے حالات کی اطلاع دینے اور اصلاح کے نسخے لینے کی کوئی صورت نہ رہے تو اصلاح کیسے ہوگی؟ ایسی مجبوری میں بھی دوسرے شیخ کا دامن پکڑنا ضروری ہے، لیکن پہلے شیخ سے بدگمان نہ ہو اس کی برائی بیان نہ کرے ورنہ نقصان ہوگا۔

③ یہ بھی ممکن ہے کہ شیخ کامل ہے، مرید بیعت ہونے کے بعد حالات کی اطلاع بھی مسلسل دے رہا ہے، شیخ کے بتائے ہوئے نسخوں پر عمل بھی کر رہا ہے، مگر اس کے باوجود فائدہ نہیں ہو رہا یعنی گناہ نہیں چھوٹ رہے دنیا کی محبت دل سے نہیں نکل رہی، ایسی صورت میں بھی شیخ کا بدلنا ضروری ہے۔

غرض کسی مجبوری کے بغیر دوسرے شیخ کی طرف رجوع کرنا صحیح نہیں، اس سے فائدہ کی بجائے نقصان ہوتا ہے، مرید کو چاہیے کہ بیعت کے سلسلے میں جلدی نہ کرے بار بار سوچ لے پھر سوچ سمجھ کر جس شیخ سے بیعت ہو تو سمجھ لے کہ اب یہ زندگی بھر کا رشتہ ہے اب ہمیشہ کے لیے اسی کا ہو رہے، شیخ کی سختی اور ڈانٹ ڈپٹ کو خوشی سے گوارا کرے، یاد رکھیے! بچوں کے لیے والدین کی مار شاگردوں کے لیے استاذ کی مار اور مریدوں کے لیے شیخ کی مار بڑی رحمت ہوتی ہے مار پڑتے وقت خواہ اس کا رحمت ہونا سمجھ میں نہ آئے مگر مار سہ لے اور استاذ و شیخ کا دامن نہ چھوڑے تو تھوڑا سا وقت گزرنے پر اس سختی کا رحمت ہونا مشاہدہ میں بھی آجاتا ہے اور ہر موافق ومخالف کو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ شفیق استاذ اور مربی و مصلح شیخ کی مار واقعۃً بڑی رحمت تھی، اگر یہ مار نہ پڑتی تو شاگرد یا مرید اس مقام تک نہ پہنچتا جس مقام پر اب نظر آرہا ہے اس لیے ایسی سختی سے گھبرانا نہیں چاہیے۔

بچوں کو حد سے زیادہ پیٹنا ظلم ہے:

لیکن بعض اوقات جو میں کہا کرتا ہوں کہ آج کل کے قاری صاحبان بڑے ظالم اور قصاب ہیں بچوں کو بے دردی سے پیٹتے ہیں، شرعی حدود کی کوئی رعایت نہیں کرتے، تو یہ بات بھی اپنی جگہ صحیح ہے، دونوں باتوں میں کوئی تضاد نہیں، ان کا فرق اس مثال سے سمجھیے کہ ڈاکٹر کسی مریض کا آپریشن کرتا ہے تو دنیا کا کوئی انسان بھی اسے مریض سے دشمنی نہیں سمجھتا بلکہ مریض کے اعزہ واقارب اور دوسرے تمام لوگ اسے مریض پر شفقت اور اس کی خیر خواہی پر محمول کرتے ہیں مگر آپریشن ہمیشہ مجبوری کے درجے میں کیا جاتا ہے کہ جب اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہو، پہلے مرحلے میں تو ڈاکٹر کی کوشش ہوتی ہے کہ دواء سے ہی کام چل جائے، دواء کارگر نہ ہو تو دوسرے مرحلے میں انجکشن، اس سے بھی کام نہ چلے تو تیسرے مرحلے میں آپریشن تجویز کرتا ہے، پھر یہ کہ عین آپریشن کے دوران بھی اسے مریض پر غصہ نہیں آتا بلکہ ڈاکٹر کا دل مریض کی ہمدردی اور خیر خواہی سے معمور رہتا ہے کہ کسی طرح اس

کی جان بچ جائے، لیکن جس ڈاکٹر کی کیفیت یہ ہو کہ مریض سامنے آتے ہی غصہ سے لال پیلا ہو جائے، آنکھیں سرخ ہو جائیں، رگیں پھول جائیں اور آپریشن کے لیے مریض کو بے ہوش کرتے ہی بے دردی سے اس پر نشتر چلانا شروع کر دے تو یہ معالج نہیں بلکہ قاتل ہے، مریضوں کا اس کی طرف رجوع کرنا یا اس سے آپریشن کروانا خودکشی کے مترادف ہوگا۔ بچوں کی مار کے معاملے میں بھی یہی مثال مدنظر رکھیں کہ استاذ کی پہلی کوشش یہی ہونی چاہیے کہ سختی اور مار پٹائی کی نوبت ہی نہ آئے، وعظ و نصیحت کے ذریعہ بچوں کا ذہن ایسا بنایا جائے کہ از خود وہ خوشی سے کام کریں ان کو مارنا نہ پڑے اگر مجبوراً کسی بچے پر سختی کرنا ہی پڑے تو اس میں اعتدال اور قدر ضرورت کی رعایت بہت ضروری ہے ورنہ یہ بچے پر بلکہ اپنی جان پر ظلم ہوگا، اس سختی سے مقصد صرف بچے کی اصلاح ہو اس کا فائدہ مدنظر ہو اپنے جذبات اور غصے کا اس میں قطعاً کوئی دخل نہ ہو، اگر بچے پر غصہ آئے تو عین غصے کی حالت میں اسے سزا نہ دے جب غصہ اُتر جائے تو سزا دے۔

یہ جو کہا ہے کہ وعظ و نصیحت کے ذریعہ طلبہ کی ذہن سازی کی جائے اس میں زبانی تقریر کی بجائے نصیحت کی کتاب پڑھ کر سنانا زیادہ مفید رہتا ہے کوئی اچھی سی مستند کتاب جس میں عمدہ مضامین ہوں اکابر اور اسلاف کے واقعات ہوں سنانے کا معمول بنالیا جائے، تمام طلبہ کو ایک جگہ جمع کر کے روزانہ کتاب میں سے تھوڑی سی مقدار کہ جس سے سننے والے اُکتا نہ جائیں سنا دی جائے یہ طریقہ زبانی تقریر کی بنسبت زیادہ موثر اور مفید ہے اس کی کئی وجوہ ہیں تفصیل بیان کرنے کا یہ موقع نہیں۔

(اس کی تفصیل ''جواہر الرشید'' جلد اول صفحہ ۵۴ میں دیکھیں۔ جامع)

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق عطاء فرمائیں۔ آمین

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.

تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود

وعظ

فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

ناشر

کتاب گھر

ناظم آباد ۴ — کراچی ۷۵۶۰۰

وعظ: فقیہ العصر مفتی اعظم حضرت اقدس مفتی رشید احمد صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ

نام: تبلیغ کی شرعی حیثیت اور حدود

بمقام: جامع مسجد دار الافتاء والارشاد ناظم آباد کراچی

بوقت: بعد نمازِ عصر

تاریخ طبع مجلد: رجب ۱۴۲۵ھ

مطبع: حسان پرنٹنگ پریس فون: ۶۶۴۱۰۱۹-۰۲۱

ناشر: کتاب گھر ناظم آباد نمبر ۴ کراچی ۷۴۶۰۰

فون: ۶۶۰۲۳۶۱-۰۲۱ فیکس: ۶۶۲۳۸۱۴-۰۲۱

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وعظ

تبلیغ کی شرعی حیثیت

اور حدود

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ نَحْمَدُهٗ وَنَسْتَعِيْنُهٗ وَنَسْتَغْفِرُهٗ وَنُؤْمِنُ بِهٖ وَنَتَوَكَّلُ عَلَيْهِ وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّاٰتِ اَعْمَالِنَا مَنْ يَّهْدِهِ اللّٰهُ فَلَا مُضِلَّ لَهٗ وَمَنْ يُّضْلِلْهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَنَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَعَلٰٓى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖٓ اَجْمَعِيْنَ.

اَمَّا بَعْدُ فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ. بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ.

فرض تبلیغ کی دو قسمیں:

جو تبلیغ فرض ہے اس کی دو قسمیں ہیں:

① فرض عین

② فرض کفایہ

① فرض عین:

جو تبلیغ ہر مسلمان مرد و عورت پر اس طرح فرض ہے جس طرح نماز، روزہ فرض ہے،

خواہ اس شخص کا تعلق تبلیغ کا کام کرنے والی کسی جماعت سے ہو یا نہ ہو، اس کا حکم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صاف صاف ہر ایک کے لیے ارشاد فرمایا ہے:

من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ و ذلک أضعف الایمان (مشکوٰۃ شریف)

''تم میں سے جو کوئی کسی برائی کو دیکھے اس پر لازم ہے کہ اس برائی کو اپنے ہاتھ سے مٹائے۔ اگر اس کی استطاعت نہ ہو تو اپنی زبان سے روکے، اگر اس کی استطاعت بھی نہ ہو تو اپنے دل سے اس برائی کو مٹائے یعنی بوقت استطاعت مٹانے کا عزم رکھے، اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔''

اگر کوئی یہ فرض اداء کرنے میں کوتاہی کرے گا تو گویا اس کے اندر ایمان ہی نہیں ہے۔

اس حدیث میں استطاعت کی ترتیب کا ذکر ہے، جب منکر اور گناہ سے روکنے کی استطاعت ہو تو اسے استعمال کرنے میں یہ ترتیب ہے کہ گناہ کا کام کرنے والے کو پہلے زبان سے روکا جائے، پھر زبان سے روکنے میں بھی یہ تفصیل ہے کہ پہلے نرمی سے سمجھایا جائے، اگر نرمی سے کہنے سے گناہ چھوڑ دے تو سختی اور غصہ سے کام لینا جائز نہیں۔ نرمی سے کام نہ چلے تو سختی سے کہا جائے۔ اگر سختی سے کہنے سے کوئی باز نہیں آتا تو ہاتھ استعمال کرے، اس میں بھی یہی تفصیل ہے کہ بقدر ضرورت ہی ہاتھ استعمال کیا جائے، مثلاً ایک تھپڑ سے کام چل سکتا ہے تو دوسرا تھپڑ لگانا جائز نہیں۔ غرضیکہ جس طرح بھی ممکن ہو گناہ کو مٹا کر چھوڑنا ہے۔

یہ بات مسلمان کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی گناہ کو دیکھ کر صبر کرلے۔ اگر گناہ کے مٹانے میں ذرا سی بھی غفلت کی تو وہ اس حدیث کی رو سے مسلمان ہی نہیں ہے۔

اگر زبان یا ہاتھ کے استعمال کرنے میں کسی ناقابل برداشت فتنہ کا اندیشہ ہو تو زبان یا ہاتھ کا استعمال کرنا جائز نہیں۔

ایک غلطی کا ازالہ:

لیکن اس کے باوجود اس بات کا خوب استحضار رکھنا کہ "اگر مجھے قدرت ہوتی تو میں اس گناہ کو مٹا کر چھوڑتا" اور یہ پختہ عزم رکھنا کہ "آیندہ جب بھی قدرت ہوئی اسے مٹا کر چھوڑوں گا" فرض ہے، **فان لم یستطع فبقلبه** کا یہی مطلب ہے۔ حدیث کے اس جملہ کا مطلب سمجھنے میں بہت سے مولوی بھی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ وہ اس حدیث کا یہی مطلب سمجھتے اور بیان کرتے رہتے ہیں کہ "دل میں برا سمجھتا رہے۔" دل میں برا سمجھنا تو بڑی آسان سی بات ہے۔ حدیث کے الفاظ میں غور کیا جائے کہ **فبقلبه** کا تعلق **فلیغیر** کے ساتھ ہے یعنی اپنے دل کے ذریعہ مٹائے، اور دل سے مٹانا اسی وقت پایا جائے گا جب اس بات کا عزم رکھے گا کہ "قدرت ملنے پر اس گناہ کو مٹا کر چھوڑوں گا۔"

ایک دوسری حدیث سے بھی جس کی تفصیل آیندہ بیان کروں گا اس مطلب کی تائید ہوتی ہے۔ جو شخص کسی برائی کو دیکھ کر ہاتھ یا زبان سے مٹانے کی قدرت نہ ہونے کی صورت میں بار بار اپنے دل میں بوقت قدرت اس کے مٹانے کا پختہ عزم نہیں کرے گا وہ بہت بڑا مجرم اور سخت گنہگار ہوگا، اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکے گا، یہ نہی عن المنکر ہے وہ تبلیغ جو فرض عین ہے، آج تو لوگوں نے اسلام کو بہت میٹھا بنا رکھا ہے، بس لوگوں کو میٹھی میٹھی باتیں بتا دیں اور ہو گئے ساری دنیا کے مبلغ۔

گناہوں سے روکنے کے لیے کسی کو سزا دینا ہر ایک کے لیے جائز نہیں:

اس حدیث میں جس مسئلہ کا حکم بیان کیا گیا ہے اسے اصطلاح شریعت میں "تغییر منکر" کہا جاتا ہے جو ہر مسلمان پر بقدر استطاعت فرض ہے۔

ایک دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی گناہ کا ارتکاب کرے مثلاً ڈاڑھی کٹائے

یا منڈائے یا کوئی عورت بے پردہ گھر سے باہر نکلے تو اسے ایسی عبرت ناک سزا دی جائے کہ آیندہ کسی کو ایسی حرکت کرنے کی ہمت نہ ہو، شرعی اصطلاح میں اسے ''تعزیر'' کہا جاتا ہے۔ ایسی سزا دینا ہر مسلمان کے لیے جائز نہیں بلکہ یہ صرف حکومت کا کام ہے۔

لیکن آج کی حکومت ایسے گناہوں پر سزا تو کیا دیتی، ایسے گناہوں سے بچنے والوں کو سزا دیتی ہے۔ اسی طرح آپ نے کسی شخص کو کوئی گناہ کرتے دیکھا، آپ کے منع کرنے سے اس نے وہ گناہ چھوڑ دیا، آپ کو یقین ہے کہ وہ آپ کے چلے جانے کے بعد پھر گناہ کرے گا، ایسی صورت میں آپ کے لیے جائز نہیں کہ آیندہ کے لیے اسے گناہ سے روکنے کی خاطر سزا دیں۔ اس لیے کہ آپ پر ''تغییر منکر'' یعنی گناہ کو مٹانا فرض تھا وہ حاصل ہو گیا۔

البتہ والدین اپنی نابالغ اولاد کو، شوہر بیوی کو، اُستاذ شاگرد کو اور پیر مریدوں کو حدود شرع کی پابندی کرتے ہوئے مناسب سزا دے سکتا ہے۔ اس میں نیت صحیح ہونا ضروری ہے، اللہ کی رضا مقصود ہو، ایسا نہ ہو کہ غصہ تو اپنی کسی ذاتی غرض سے آیا اور شریعت کا بہانہ بنا کر انتقام لینا شروع کر دیا۔

ان لوگوں یعنی والدین، شوہر، استاذ اور پیر کے سوا کسی دوسرے کے لیے یہ جائز نہیں کہ کسی کو ایسی سزا دے، شریعت کا حکم یہ ہے کہ ایسے مجرموں کو حکومت سے سزا دلائی جائے، البتہ حکومت اپنا یہ فرض ادا نہ کرے تو دوسرے لوگ بھی تعزیر لگا سکتے ہیں بشرطیکہ کسی بڑے فتنہ کا خطرہ نہ ہو۔

نہی عن المنکر کی اہمیت اور اس کے ترک پر وعیدیں:

چونکہ نہی عن المنکر بہت مشکل بھی ہے اور بہت اہم بھی، اس لیے اس کے ترک پر بہت سی وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ان سے متعلق چند آیتیں اور حدیثیں سن لیں:

۱ وَالْعَصْرِo اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍo اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ لا وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِo (۱۰۳-۱تا۳)

’’زمانہ شاہد ہے کہ بے شک انسان خسارے میں ہے مگر جو ایمان لایا، نیک اعمال کیے، حق بات کی ایک دوسرے کو وصیت کرتے رہے اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے رہے۔‘‘

اللہ تعالیٰ کے عذاب اور خسارے سے بچنے کے لیے انسان کو چار کام کرنے پڑیں گے:

۱ عقائد صحیح رکھنا۔
۲ نیک اعمال اختیار کرنا۔
۳ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا۔
۴ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرنا۔

۱ عقائد صحیح رکھنا:

تمام عقائد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کے مطابق ہوں۔ ان میں سے اگر ایک عقیدہ بھی غلط ہوا تو اللہ کے عذاب سے نہیں بچ سکیں گے۔

۲ نیک اعمال اختیار کرنا:

نیک اعمال کا یہ مطلب نہیں کہ تسبیحات زیادہ ہوں، نمازیں لمبی لمبی ہوں، تہجد، اشراق اور چاشت وغیرہ نفل نمازوں اور نفل روزوں، نفل حج، عمرے اور صدقات خیرات وغیرہ کی بہت پابندی ہو، بلکہ نیکی کی بنیاد اور روح گناہوں کو چھوڑنا ہے۔ تفصیل کے ساتھ یہ بیان وعظ ’’ترکِ گناہ‘‘ اور ’’ترکِ منکرات‘‘ میں چھپ چکا ہے۔

۳ ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرنا:

عقائد صحیحہ کی ایک دوسرے کو تبلیغ کرتے رہنا۔

۴ ایک دوسرے کو صبر کی وصیت کرنا:

ایک دوسرے کو اعمال صالحہ یعنی گناہوں سے بچنے اور نفسانی تقاضوں کے وقت صبر کی تلقین کرتے رہنا۔

نظر بدنظری کا تقاضا کر رہی ہو، زبان غیبت یا فضول گوئی اور لایعنی باتوں کا تقاضا کر رہی ہو تو ایسے مواقع پر ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کیا کریں۔

مذکورہ چاروں کاموں میں سے اگر کسی ایک کام میں بھی کوتاہی یا غفلت ہوئی تو انسان دنیا و آخرت کے خسارے سے نہیں بچ سکے گا۔

۳ لُعِنَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ عَلٰی لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِیْسَی ابْنِ مَرْیَمَ ط ذٰلِکَ بِمَا عَصَوْا وَّکَانُوْا یَعْتَدُوْنَ o کَانُوْا لَا یَتَنَاھَوْنَ عَنْ مُّنْکَرٍ فَعَلُوْہُ ط لَبِئْسَ مَاکَانُوْا یَفْعَلُوْنَ o (۵-۷۸،۷۹)

''بنی اسرائیل میں جو لوگ کافر تھے ان پر لعنت کی گئی تھی داؤد اور عیسیٰ ابن مریم علیہما السلام کی زبان سے، یہ لعنت اس سبب سے ہوئی کہ انہوں نے حکم کی مخالفت کی اور حد سے نکل گئے۔ جو برا کام انہوں نے کر رکھا تھا اس سے باز نہیں آتے تھے، واقعی ان کا فعل بے شک برا تھا۔''

اس آیت کے شانِ نزول میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

علماء بنی اسرائیل شروع میں لوگوں کو گناہوں سے روکتے، تبلیغ کرتے اور اللہ سے ڈراتے رہتے تھے، مگر جب وہ نہ مانے تو ان علماء نے انہی لوگوں کے ساتھ اُٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا شروع کر دیا، گناہوں سے بیزاری ظاہر نہیں کی، ان علماء کی اس حرکت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان پر لعنت کی گئی۔

آج کے علماء اور دین داروں کی مداہنت پرستی:

آج کے علماء، مشائخ اور ظاہری دین داروں میں یہ دبا بہت تیزی سے پھیل رہی

ہے۔ انہوں نے لوگوں کے سامنے اسلام کو ایسا ثابت کر دیا ہے کہ گویا ان کی یہ دین داری اسلام کی خاطر نہیں بلکہ اختلاف طبع ومزاج کی وجہ سے ہے جیسا کہ مقولہ مشہور ہے ''پسند اپنی اپنی'' ایک شخص ڈاڑھی رکھے ہوئے ہے لباس اسلام کے مطابق ہے، رہن سہن اور کھانے پینے کے تمام طور طریقے شریعت کے مطابق ہیں مگر جو لوگ ڈاڑھی منڈاتے یا کٹاتے ہیں، لباس ان کا کوٹ پتلون ہے، میز کرسی پر کھاتے ہیں، ان کے ساتھ اس کی گہری دوستی ہے، ان کے ساتھ ہنسی، دل لگی کی باتیں کرتا رہتا ہے، ان کے یہاں آنا جانا بھی ہے، ان کی دعوتوں میں بھی شریک ہوتا ہے، اس طرح یہ شخص لوگوں کی نظروں میں یہ ثابت کرتا ہے:

> ''اس کا یہ طرز زندگی اسلام کی خاطر نہیں ہے بلکہ اپنی طبعی پسند کی وجہ سے ہے، اسے ڈاڑھی پسند ہے تو دوسروں کو کلین شیو پسند ہے، سب اپنی اپنی جگہ ٹھیک ہے۔''

اس کا مزید نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ ایک ہی شخص ایک وقت میں ڈاڑھی رکھ لیتا ہے، لباس اسلام کے مطابق پہن لیتا ہے، پھر وہی شخص دوسرے وقت میں ڈاڑھی منڈا کر کوٹ پتلون پہن لیتا ہے، اس کے اس عمل سے دوسرے لوگوں کو اور آنے والی نئی نسلوں کو اس بات کا یقین ہو جاتا ہے کہ اسلام مسلمانوں کو کسی خاص قسم کے طرز زندگی کے مطابق زندگی گزارنے کی آزادی دیتا ہے۔

اگر آپ لوگوں کے گناہ دیکھ کر بھی ان کے ساتھ گھلے ملے رہتے ہیں اور اس طرح اپنے عمل سے یہ ثابت کر دیتے ہیں کہ ہمیں آپ کے گناہوں سے کوئی نفرت نہیں تو آپ کی یہ دین داری اللہ کے لیے نہیں ہے، اگر اللہ کے لیے ہوتی تو لوگوں کے گناہ دیکھ کر ان سے بیزاری کا اظہار کرتے، گناہوں کو دیکھ کر ان سے بیزاری کا اظہار نہ کرنے والوں پر بھی اللہ کا عذاب اسی طرح آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل کے علماء پر آیا۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ گنہگاروں کے ساتھ بدخلقی سے پیش آئیں، انہیں حقیر وذلیل سمجھیں، دین کی طرف راغب کرنے اور دینی دعوت دینے کی غرض سے تو ان کے ساتھ خوش اخلاقی ہی سے پیش آنا چاہیے۔

یہ مطلب بھی نہیں کہ جن لوگوں کے ساتھ مختلف ضرورتوں کی وجہ سے میل جول رکھنا پڑتا ہے ان سے میل جول ختم کردیں۔ مقصد یہ ہے کہ ایسے لوگوں کے گناہوں کو دیکھ کر آپ ان کے سامنے اپنی بیزاری کا اظہار نہیں کرسکتے ہیں تو اللہ کے عذاب سے بچنے کے لیے اتنا تو کرسکتے ہیں کہ ایسے شخص پر نظر پڑتے ہی فوراً اس کے لیے دعاء کرلیں یا کم از کم چوبیس گھنٹے میں ایک وقت متعین کرکے اس میں تمام گنہگاروں کے لیے دعاء کرلیا کریں۔ ایسا کرنے سے اللہ کے عذاب سے بچنے کے علاوہ یہ فائدے بھی حاصل ہوں گے:

① ایک مسلمان بھائی کا حق اداء ہوگا۔ کسی کو تکلیف میں مبتلا دیکھ کر اس کے لیے دعاء کرنا اس کا حق ہے۔ ایک مسلمان گناہوں میں مبتلا ہو اس سے بڑی تکلیف کیا ہوسکتی ہے؟

② آپ میں عجب وکبر پیدا نہیں ہوگا کہ ہم تو ایسے متقی ہیں اور یہ گنہگار ہیں، دعاء کے ساتھ عجب کا علاج بھی ہوگیا۔

③ دل میں گنہگاروں سے نفرت اور ان کی تحقیر پیدا نہیں ہوگی۔

④ گناہوں کی برائی کا استحضار اور ان سے بچنے کے اہتمام میں اضافہ ہوگا، جب دوسروں کو بچانے کے لیے دعاء کریں گے تو لازماً اپنے آپ کو بچانے کے لیے اس سے زیادہ دعاء اور اہتمام کریں گے۔

بے دینوں کے ساتھ محبت رکھنے کا عذاب:

بہت سے لوگوں کو فساق وفجار سے نفرت ہونے کی بجائے ان کی بہت سی باتیں

انہیں اچھی لگتی ہیں۔

ایک صاحب نے کہا:

''انگریز بہت ہنس مکھ اور خوش مزاج ہوتے ہیں اور یہ علماء اور بزرگ حضرات خشک مزاج ہوتے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ انگریزوں کی خوش مزاجی ان کی زبان کا اثر ہے۔''

ایسی باتیں اور بہت سے لوگ کہہ دیتے ہیں اس لیے اس کے جوابات سن لیں:

① مسلمان ہر کام میں اپنے اللہ کے قانون کا پابند ہوتا ہے۔ وہ کوئی کام بھی قانون کے خلاف نہیں کرسکتا کہ جیسا دل میں آیا کرلیا، ہر وقت ڈرتا رہتا ہے کہ کہیں کوئی ایسی بات یا حرکت نہ ہوجائے جس سے میرا مالک ناراض ہوجائے۔

انگریز بالکل آزاد ہیں جیسا دل میں آیا کرلیا، اس سے لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ لوگ بڑے خوش مزاج ہیں۔

جو شخص قانون کا پابند ہوگا وہ خوش مزاج ہو ہی نہیں سکتا، اگر خوش مزاجی کی کوئی بات کرے گا بھی تو قانون کا پابند رہ کر، سوچ سمجھ کر، موقع محل دیکھ کر اور اللہ کی رضا کے لیے کرے گا، آزادی سے بلا سوچے سمجھے، بے موقع و محل اور مخلوق کی رضا کے لیے نہیں کرے گا۔

② اللہ تعالیٰ کا حکم ہے:

''اللہ کے باغیوں اور مجرموں کے سامنے ان کے گناہوں سے بیزاری کا اظہار کرو۔''

اللہ والے اللہ کے اس قانون کی پابندی کرتے ہیں، اس لیے اللہ کے باغیوں اور مجرموں کے ساتھ زیادہ خوش مزاجی نہیں کرتے ہیں۔

اور انگریز جب خود ہی اللہ کے باغی ہیں تو وہ دوسرے باغیوں سے نفرت کیا کریں گے بلکہ محبت ہی کریں گے، اسی لیے وہ ہر ایک سے خوش مزاجی سے پیش آتے ہیں۔

ان دو وجہوں سے معلوم ہوا کہ انگریزوں کی خوش مزاجی کی یہ خوبی اسلامی تعلیمات کے خلاف ہے، البتہ بہت سی باتیں غیر مسلم اقوام میں ایسی ہوتی ہیں جن میں واقعۃً خوبی ہوتی ہے، جیسے نظم اوقات، پابندیٔ وقت، سلیقہ مندی وغیرہ، ان کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا چاہیے کہ یہ باتیں دراصل اسلامی تعلیمات ہیں، مسلمانوں نے ان پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے اور کفار ان پر عمل کر کے دنیوی ترقی حاصل کر رہے ہیں ایسی خوبیوں کو یہ سوچ کر حاصل کرنے کی کوشش کریں کہ یہ ہم نے کھودی تھیں دوسروں کے پاس دیکھ کر یاد آ گئیں کہ یہ تو ہمارے اپنے گھر کی ہیں۔

غیر قوموں میں بعض باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جو عقلاً و شرعاً صحیح نہیں ہوتیں مگر بعض لوگوں کو طبعاً پسند آتی ہیں ایسی باتوں کی طرف طبیعت کا مائل ہونا بہت ہی خطرناک ہے جو انسان کو کفر تک لے جا سکتا ہے۔

بعض باتیں غیر قوموں میں غیر اختیاری ہوتی ہیں، مثلاً جسمانی ساخت، خوش رنگ، لمبا قد، قوت، شجاعت وغیرہ اگر ان چیزوں کی وجہ سے ان کی طرف طبیعت مائل ہوتی ہے اور ان کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے تو یہ بھی خطرہ سے خالی نہیں، اس لیے کہ یہ بات سب کے نزدیک مسلّم ہے:

> ”جس کے ساتھ عداوت اور دشمنی ہوتی ہے اس کی خوبیاں اور کمالات بھی برے لگتے ہیں، اور جس کے ساتھ محبت ہوتی ہے اس کی بری باتیں بھی اچھی لگتی ہیں۔“

آپ کے سامنے اگر کوئی آپ کے کسی دشمن کی خوبیاں بیان کرنا شروع کر دے تو آپ کو کتنی ناگواری ہوتی ہے، آپ تو اس کا نام سننا بھی پسند نہیں کرتے، پھر اللہ کے اتنے بڑے دشمنوں اور باغیوں کی غیر اختیاری خوبیوں کو دیکھ کر اگر آپ متأثر ہو جاتے ہیں تو یہ اس کی دلیل ہے کہ آپ کو اللہ کے دشمنوں سے محبت ہے، پھر انجام بھی اللہ کے دشمنوں کے ساتھ ہی ہوگا۔

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ:

”انسان کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس نے دنیا میں محبت کی۔“

کسی میں کوئی خوبی نظر آئے تو یہ دیکھیں کہ یہ شخص مسلمان اور دین دار ہے یا نہیں، اگر مسلمان ہے اور دین دار ہے تو سب کچھ ہے۔

مذکورہ تینوں باتوں سے بچنے کی کوشش کریں ورنہ ایمان خطرے میں پڑ جاتا ہے، اپنی اصلاح کیسے کریں؟

اوّلاً یہ سوچیں کہ اللہ تعالیٰ کو جن کے ساتھ محبت ہمیں بھی ان کے ساتھ محبت اور اللہ کے نزدیک جو مبغوض ہیں ہمارے نزدیک بھی مبغوض۔

دوسرا علاج یہ کہ اگر غیر اختیاری طور پر ان کی کوئی خوبی سامنے آئے یا کوئی آپ کے سامنے بیان کرے تو اس کی طرف متوجہ ہونے کی بجائے بتکلف یوں رد کرنے کی کوشش کیا کریں:

”جو لوگ اللہ کے باغی ہوتے ہیں ان میں کوئی کمال ہو ہی نہیں سکتا، کسی کا ظاہر اچھا ہونے سے ضروری نہیں کہ اس کا باطن بھی اچھا ہو۔ سانپ کا ظاہر کتنا اچھا اور خوبصورت ہوتا ہے لیکن اندر زہر بھرا ہوتا ہے۔“

آپ کفر کی جتنی برائیاں بیان کریں گے اتنی ہی کفر سے نفرت بڑھے گی اور جتنی کفر سے نفرت بڑھے گی اتنی ہی اسلام سے محبت بڑھے گی۔

اگر بتکلف ان کی برائیاں سوچنے اور بیان کرنے کی بجائے ان کی خوبیوں کو سوچیں گے یا سنیں گے یا کسی کو بتائیں گے تو ان سے محبت بڑھے گی جو بالآخر کفر تک لے جائے گی۔

خلاصہ یہ کہ فساق و فجار سے خوش مزاجی سے پیش آنا یا محبت کرنا اور دوستانہ تعلق رکھنا

تو در کنار ان کے فسق و کفر سے نفرت ظاہر کرنا فرض ہے اور ان کے فسق و کفر کے مٹانے کی ادنیٰ سی کوشش سے بھی غفلت کرنا، یعنی دل میں ان کے مٹانے کا پختہ عزم نہ رکھنا بہت بڑا جرم اور اللہ تعالیٰ کے عذاب کو دعوت دینا ہے۔

بنی اسرائیل پر نہی عن المنکر ترک کرنے کی وجہ سے یہ عذاب آیا کہ انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا۔ اسی طرح حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

والذی نفس محمد بیده لیخرجن من امتی اناس من قبورهم فی صورة القردة والخنازیر داهنوا اهل المعاصی سکتوا عن نهیهم وهم یستطیعون (درمنثور)

''اُس ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے، میری اُمت کے بہت سے لوگ اپنی قبروں سے بندر اور خنزیر کی صورت میں نکلیں گے اس وجہ سے کہ انہوں نے گناہ کرنے والوں کے ساتھ مداہنت سے کام لیا اور قدرت ہونے کے باوجود انہیں گناہوں سے نہیں روکا۔''

③ **وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّاتُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَآصَّةً** (۸:۲۵)

اللہ کے عذاب سے ڈرو جو دنیا میں پھیل جانے والا ہے، اگر کوئی کہے کہ ہم تو گناہ کرتے ہی نہیں، گناہ تو دوسرے لوگ کرتے ہیں ایسے لوگوں کے بارے میں فرمایا کہ اگر دوسروں کو گناہ سے نہیں روکا تو عذاب تم پر بھی آئے گا۔

تین آیتیں تو بتا دیں اب تین حدیثیں بھی سن لیں:

① حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مثل القائم علٰی حدود اللہ والمداهن فیها کمثل اقوام استهموا علٰی سفینة فی البحر فاصاب بعضهم اعلاها واصاب بعضهم اسفلها فکان الذین فی البحر اسفلها

یصعدون فیستقون الماء فیصبّون علی الذین فی اعلاھا فقال الذین فی اعلاھا لاندعکم تصعدون فتؤذوننا فقال الذین فی اسفلھا فانا ننقبھا فی اسفلھا فنستقی فان اخذوا علیٰ ایدیھم فمنعوھم نجوا جمیعًا وان ترکوھم غرقوا جمیعًا (بخاری وترمذی)

''اللہ کی حدود پر قائم اور ان میں مداہنت کرنے والے کی مثال اس قوم کی طرح ہے جنہوں نے سمندر میں ایک کشتی پر قرعہ اندازی کی تو ان میں سے بعض کو اوپر کا حصہ ملا اور بعض کو نیچے کا حصہ ملا۔ نچلے حصے والے پانی پینے کے لیے اوپر چڑھتے تو وہ اوپر والوں پر پانی گرادیتے، اوپر والوں نے کہا کہ ہم تمہیں نہیں آنے دیں گے، تم اوپر چڑھ کر ہمیں تکلیف دیتے ہو، نیچے والوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم کشتی کے نیچے سوراخ کر کے وہیں سے پانی پی لیں گے۔ اگر اوپر والوں نے ان کے ہاتھ پکڑ کر انہیں سوراخ کرنے سے منع کیا سب لوگ بچ جائیں گے اور اگر چھوڑ دیا تو سارے لوگ ڈوبیں گے۔''

اس مثال سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے برائیوں سے روکنے کی اہمیت بیان فرمائی کہ اگر نیک لوگ دوسروں کو گناہوں سے روکنے کے لیے اپنی مکمل استطاعت اور ہمت سے کام نہیں لیں گے تو اللہ کے عذاب میں نیک لوگ بھی برے لوگوں کے ساتھ پسیں گے، دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔ بہت سے لوگ کسی کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر اسے تنبیہ کرنے کی بجائے یہ کہہ کر خود کو بری الذمہ سمجھنے لگتے ہیں کہ ''اس کی قبر اس کے ساتھ ہماری قبر ہمارے ساتھ۔''

(۲) حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اوحی اللّٰہ عزوجل الی جبریل علیہ السلام ان اقلب مدینۃ کذا و کذا باھلھا فقال یا ربّ ان فیھم عبدک فلانا لم یعصک طرفۃ عین قال فقال قلب علیہ وعلیھم فان وجھہ لم یتمعر فی ساعۃ قط (بیہقی شعب الایمان)

اللہ تعالیٰ عزوجل نے جبرئیل علیہ السلام کو حکم دیا:

''فلاں فلاں شہر کو ان کے رہنے والوں پر اُلٹ دو۔''

انہوں نے کہا:

''اے میرے رب! ان لوگوں میں تیرا ایک فلاں بندہ ایسا ہے جس نے پلک جھپکنے بھر بھی تیری نافرمانی نہیں کی۔''

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

''اس پر بھی اور دوسرے لوگوں پر بھی اس شہر کو اُلٹ دو، اس لیے کہ لوگوں کے گناہ دیکھ کر میری خاطر کبھی بھی اس کے چہرے پر بل نہیں پڑا۔''

اتنا بڑا عابد اور زاہد جو ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتا تھا اور ذرا سی دیر کے لیے بھی اس نے اللہ تعالیٰ کی کوئی نافرمانی نہیں کی، لیکن چونکہ اسے لوگوں کے گناہ دیکھ کر ذرا بھی رنج و غم نہیں ہوتا تھا اور نہ ہی اس نے برائیوں کو مٹانے کی سب سے آخری کوشش یعنی دل میں مٹانے کا عزم کیا، جس کا ظہور گناہوں کو دیکھ کر بیزاری کا اظہار کرنے سے ہوتا ہے، اس لیے اس کی عبادت اور ریاضت اسے اللہ تعالیٰ کے عذاب سے نہ بچا سکی۔

③ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مامن رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علیٰ ان یغیروا علیہ ولایغیرون الا اصابھم اللّٰہ بعقاب قبل ان یموتوا (ابوداؤد)

''اگر کسی قوم کا کوئی فرد گناہ کرتا ہو اور اس قوم کے دوسرے افراد اس کو روکنے کی قدرت بھی رکھتے ہوں اس کے باوجود وہ اسے گناہوں سے نہیں روکتے تو اللہ تعالیٰ ان کے مرنے سے پہلے ان پر عذاب بھیج دے گا۔''

نہی عن المنکر میں حفظ حدود اللہ:

نہی عن المنکر کی اہمیت میں اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ فرمایا:

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ (۹:۱۱۲)

''نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔''

جو لوگ نہی عن المنکر کرتے ہیں وہ حدود اللہ کی حفاظت بھی کرتے ہیں۔ حدود اللہ کی حفاظت کیسے؟

اوّلاً تو نہی عن المنکر کا فریضہ اداء کر کے ہی حدود اللہ کی حفاظت کی، اس لیے کہ جو لوگ برائیوں کو دیکھ کر اسے مٹانے کی کوشش نہیں کرتے وہ حدود اللہ کو توڑ رہے ہیں۔

دوسری صورت حدود اللہ کی حفاظت کی یہ کہ برائیوں کو روکتے ہوئے دل میں یہ خیال نہ آئے:

''میں نے بہت بڑا کام کر لیا اور میں بہت بڑا مجاہد ہوں۔''

بلکہ نظر اللہ تعالیٰ پر رہے کہ میرا اللہ مجھ سے کام لے رہا ہے۔ اگر نظر اپنے کمال پر چلی گئی تو ساری کوششیں رائیگاں گئیں، ایسا کام اللہ کے لیے نہیں ہوتا بلکہ اپنے نفس کے لیے ہوتا ہے۔

اگر کبھی کسی برائی سے روکتے ہوئے درمیان میں نفسانیت کا کوئی خیال آ جائے تو اپنا کام نہ چھوڑیں بلکہ اگر اسی موقع پر تنبہ ہو جائے تو استغفار کر کے نیت خالص کر لیں

اور اگر بروقت تنبہ نہ ہو تو بعد میں جب تنبہ ہو فوراً استغفار کریں، نفس کا محاسبہ جاری رکھیں۔

تیسری صورت حفظ حدود اللہ کی یہ ہے کہ کسی برائی کو روکتے ہوئے غصہ اتنا زیادہ نہ جاری کرے کہ حد سے تجاوز ہو جائے۔ مثال کے طور پر کسی کو گناہ سے روکنے کے لیے زبان سے کہنا، معمولی ڈانٹنا کافی ہو تو اسے برا بھلا کہنا یا اس پر ہاتھ اُٹھانا جائز نہیں ہے۔ غصہ صرف اتنا جاری کرے جس سے اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہو جائے، دوسروں کو گناہوں سے روک دے۔ یوں سمجھے:

> ''جیسے کسی بھنگی کو کسی بہت بڑے بادشاہ نے اپنے سامنے یہ حکم دیدیا کہ میرے بیٹے کو سزا دو۔ اس بھنگی پر کیا گزرے گی؟ اگر تعمیل حکم نہیں کرتا تو بھی خطرہ اور اگر کرتا ہے تو بھی بادشاہ کی ناگواری کا خطرہ کہ کہیں سزا میں زیادتی نہ ہو جائے یا شہزادے کی تحقیر نہ ہو جائے۔''

اسی طرح جب کوئی کسی کو گناہ سے روکے تو یہ سمجھ لے کہ یہ اللہ کا بندہ ہے اور اللہ کو اپنے تمام بندوں سے محبت ہے کسی سے کم کسی سے زیادہ، اسے گناہوں سے روکنے کا اللہ نے مجھے حکم دیا ہے لیکن اس حکم کی تعمیل میں اگر کہیں حد سے تجاوز ہو گیا تو میرا کیا بنے گا۔

برائیوں سے روکنے پر آنے والی مصیبتیں:

قرآن کریم میں ہر جگہ دوسروں کو نیکیوں کی تبلیغ کرنے کے ساتھ برائیوں سے روکنے کا حکم بھی ہے۔ فریضۂ تبلیغ جبھی اداء ہوگا کہ دونوں کام ہوں، نیکی کی تبلیغ کرنا آسان ہے برائیوں سے روکنا بہت مشکل کام ہے۔ اگر کوئی شخص لوگوں کو نماز پڑھنے کی تبلیغ کرے تو لوگ خواہ اس کی تبلیغ سے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں بہرحال اس کی اس تبلیغ سے اس کے دشمن نہیں بنیں گے بلکہ اس کی تعریف کریں گے اور اسے شاباش بھی دیتے رہیں گے لیکن جہاں کہا، ''ٹی وی مت دیکھو، گانا مت سنو، تصویر کی لعنت سے بچو،

ڈاڑھی منڈانا اور کٹانا چھوڑ دو، آمدنی کے حرام ذرائع سے بچو، شریعت کے مطابق پردہ کرو۔"

تو پھر دیکھیے کہ سارے گھر والے، رشتہ دار اور سب محلے والے اس کے کیسے دشمن بن جاتے ہیں۔ اسی لیے حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت فرمائی تھی جسے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں نقل فرمایا ہے:

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلٰى مَآ اَصَابَكَ (۱۷:۳۱)

"اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کر اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر۔"

نہی عن المنکر پر جو مصیبتیں آئیں گی اُن پر آپ کو صبر کرنا پڑے گا کیونکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ ہی کا حکم ہے، جیسے کفار کے ساتھ جہاد کرنا مشکل ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ کا حکم ہونے کی وجہ سے فرض ہے اور جہاد کی تکالیف اور مشقتوں پر صبر کرنا ضروری ہے اسی طرح برائیوں سے روکنے میں بھی تکلیفیں ضرور پہنچیں گی، کہیں کم کہیں زیادہ۔ کم از کم لوگ اتنا تو ضرور کہیں گے:

"اس کا دماغ خراب ہو گیا ہے، پاگل، دقیانوس، پرانے خیالات کا اور تنگ نظر ہے، دنیا میں رہنا نہیں جانتا، کہاں سے دُنیا میں آ گیا، کہیں جنگل میں چلا جائے، اس کے پیچھے لگو گے تو دنیا تباہ ہو جائے گی، خود تو خراب ہوا ہمارے بچوں کو بھی خراب کر رہا ہے۔"

یہ بھی ایک قسم کی اذیت اور تکلیف ہے۔ بلکہ اگر آپ لوگوں کی ان ایذاؤں کی وجہ سے نہی عن المنکر چھوڑ کر تنہائی اختیار کر کے صرف اپنے آپ کو گناہوں سے بچانے کی کوشش کریں گے تو بھی لوگ آپ کا پیچھا نہیں چھوڑیں گے آپ کو اپنے ساتھ گناہوں

میں شامل ہونے پر مجبور کریں گے۔ اور یہ قصہ آج کا نہیں ہے بلکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے زمانے سے چلا آرہا ہے۔ مفسرین نے رہبانیت کی تاریخ میں لکھا ہے:

''اس کی ابتداء یوں ہوئی کہ جب لوگ برائیوں میں مبتلا ہونے لگے تو ان کے علماء اور صلحاء نے انہیں ان برائیوں سے روکنے کی کوشش کی مگر جب وہ لوگ برائیوں سے باز نہیں آئے تو انہوں نے سوچا کہ اب تو معاملہ ہماری قدرت سے باہر ہوگیا، ہم تو انہیں منع کر کے بری الذمہ ہوگئے، چلیں اب اپنی ہی حفاظت کرتے ہیں، مگران لوگوں نے کہا کہ ہم تمہیں یوں آرام سے بیٹھنے نہیں دیں گے تمہیں ہمارے ساتھ گناہوں میں شامل ہونا پڑے گا۔ پھر بادشاہ کے پاس جا کر شکایت لگادی کہ ان پاگلوں کو سمجھائیں اور مجبور کریں کہ یہ گناہوں میں ہمارا ساتھ دیا کریں۔

رقیبوں نے رپٹ جا جا کے لکھوائی ہے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

بادشاہ نے لوگوں کی شکایت سن کر ان علماء اور صلحاء سے کہا کہ بہتر تو یہی ہے کہ تم لوگوں کے ساتھ گناہوں میں شامل ہوا کرو ورنہ شہر چھوڑ کر کہیں جنگل میں چلے جاؤ، شہر میں رہنے کا تمہیں کوئی حق نہیں، شہر میں وہی رہ سکتا ہے جو گناہوں کی مجالس میں شامل ہوا کرے، ان لوگوں نے اپنے دین کی حفاظت کی خاطر شہر چھوڑ دیا اور جنگل میں جا کر رہنے لگے۔''

آج کل بھی اس قسم کے بہت سے واقعات پیش آرہے ہیں۔ اولاد نیک بننا چاہتی ہے لیکن ان کے والدین انہیں نیک بننے نہیں دیتے۔ ایک لڑکے نے ڈاڑھی رکھ لی تو اس کے گھر والے اس سے کہتے ہیں:

"مسلمان بن کر رہنا ہے تو گھر میں رہو اور اگر مولوی بن کر رہنا ہے تو گھر سے نکل جاؤ۔"

چونکہ لوگوں کو گناہوں سے روکنے کا جہاد بہت مشکل ہے اس لیے آج کل مولویوں اور مقرروں نے یہ طے کر رکھا ہے:

"تقریروں میں صرف میٹھی میٹھی باتیں بتائی جائیں ورنہ لوگ ناراض ہو کر چلے جائیں گے۔"

نہی عن المنکر کا صحیح اور مؤثر طریقہ:

جو لوگ آپ کے ماتحت اور زیر تسلط ہیں جیسے بیوی، اولاد اور ملازم وغیرہ انہیں برائیوں سے روکنے کے لیے حدود اللہ کی پابندی کرتے ہوئے ہر ممکن کوشش کرنا فرض ہے، لیکن جو لوگ آپ کے ماتحت نہیں انہیں گناہوں سے روکنا ہر ایک پر فرض نہیں بلکہ فرض کفایہ ہے، اور ایسے لوگوں کو گناہوں سے روکنے کے دو طریقے ہیں:

① خطاب خاص

② خطاب عام

① خطاب خاص:

اگر کوئی شخص ایسا ہو کہ جس کے ساتھ آپ کی ایسی بے تکلفی ہو کہ اگر آپ اسے کسی گناہ میں مبتلا دیکھ کر اسے تنبیہ کریں تو اسے ناگواری نہ ہو بلکہ خوشی ہو اور آپ کی اس تنبیہ پر آپ کا احسان مند ہو تو ایسے شخص کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھ کر خصوصی خطاب کے ذریعے گناہوں سے روکنا آپ پر فرض ہے۔

لیکن اگر کسی شخص کے ساتھ ایسی بے تکلفی نہ ہو یا اجنبی ہو تو ایسے شخص کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھ کر خصوصی خطاب کے ذریعے گناہوں سے روکنے کی کوشش کبھی نہ کریں۔

اگر ایسا شخص بظاہر دین دار ہے تو آپ کی تبلیغ سے اسے ناگواری ہوگی اور اس کے دل میں آپ کے خلاف بغض اور کینہ پیدا ہوگا اور اپنے گناہوں کی غلط تاویلیں بھی کرے گا اور اگر ایسا شخص بظاہر دین دار نہیں لیکن دل میں دین اور دین داروں کی کچھ عظمت اور وقعت ہے تو آپ کی تبلیغ سے اسے بھی ناگواری تو ہوگی لیکن دل میں دین کی تھوڑی سی عظمت ہونے کی وجہ سے زبان سے وہ کچھ نہیں کہے گا مگر اس کے دل سے دین داروں کی وقعت جاتی رہے گی اور وہ آیندہ دین داروں سے بچنے کی کوشش کرے گا کہ یہ لوگ تو بات بات پر ٹوکتے رہتے ہیں۔

اور اگر کوئی شخص ایسا بے دین ہے کہ اس کے دل میں دین اور دین داروں کی کوئی عظمت اور وقعت نہیں ہے تو وہ آپ کی تبلیغ سن کر فوراً کوئی کلمۂ کفر بک دے گا، مثلاً کسی شخص کو ڈاڑھی رکھنے کی تبلیغ کی اور اس نے جواب میں کہہ دیا:

”جاؤ! یہ تو مولویوں کے کام ہیں۔“

یا کہہ دیا:

”ڈاڑھی رکھنے سے صورت کیسی بکرے جیسی لگتی ہے۔“

تو فوراً کافر ہو جائے گا اور اس کے کفر کا سبب آپ ٹھہریں گے۔ اس قسم کے لوگوں کو اجمالی طور پر صرف اس قسم کی تبلیغ کرنا چاہیے:

”ہم مسلمان ہیں، مسلمان کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت ہوتی ہے، اور محبت کا تقاضا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور بغاوت سے توبہ کریں، اپنی پوری زندگی اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق گزاریں، خصوصاً ان گناہوں سے بچنے کی زیادہ کوشش کریں جو ہمارے معاشرے میں کینسر کی طرح داخل ہو گئے ہیں اور جنہیں لوگوں نے گناہوں کی فہرست ہی سے نکال دیا ہے۔“

② خطاب عام:

نہی عن المنکر کی تبلیغ کا دوسرا طریقہ یہ ہے کہ لوگوں کے عام مجمع میں معاشرہ میں پھیلی ہوئی برائیوں کے فسادات اور خرابیاں خوب کھل کر بیان کی جائیں۔ البتہ خطاب عام میں بھی اس بات کی رعایت رکھنا ضروری ہے کہ انداز بیان میں ایسی درشتی اور تیزی نہ ہو جس سے سننے والوں کو وحشت ہو اور وہ اپنی توہین محسوس کریں بلکہ خطاب محبت، شفقت، اور دردِ دل کے ساتھ ہو۔ اس لیے کہ دل سے نکلنے والی باتوں میں زیادہ اثر ہوتا ہے ؎

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

اور

از دل خیزد بر دل ریزد

"دل سے نکلنے والی بات دل پر ہی گرتی ہے۔"

تبلیغ فرض کفایہ:

تبلیغ کی دوسری قسم ہے فرض کفایہ، اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں اگر کوئی جگہ ایسی ہو جہاں کے بسنے والوں کے بارے میں یہ معلوم ہو کہ انہیں مذہب اسلام کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے، ایسے موقع پر تمام مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ وہ کچھ لوگوں کو ان کی طرف بھیجیں جو انہیں اسلام کی دعوت دے کر مسلمان بنائیں اور اس کے بعد انہیں اسلام کے احکام اور فرائض سکھلائیں، اگر مسلمانوں میں سے کسی نے بھی یہ فرض اداء نہ کیا تو سب گنہگار ہوں گے اور اگر صرف ایک شخص نے یہ فرض اداء کر دیا تو سب مسلمان بری الذمہ ہو جائیں گے۔

اس وقت پوری دنیا میں کوئی ملک بھی ایسا نہیں ہے بلکہ کسی ملک میں کوئی جگہ ایسی

نہیں جہاں اسلام کی دعوت پہنچانا مسلمانوں پر فرض کفایہ ہو، اس لیے کہ اس زمانے میں اسلام کی شہرت خود ہی دعوت بن کر پورے عالم میں پھیل چکی ہے، دنیا کے ہر فرد کو اس بات کا علم ہو چکا ہے کہ ''اسلام'' بھی دنیا میں کوئی مذہب ہے اس لیے اب یہ فرض اور ذمہ داری خود ان لوگوں پر عائد ہوتی ہے کہ مختلف مذاہب کی تحقیق کر کے حق اور باطل مذہب کو پہچانیں اور جو مذہب حق ہے اس کا اتباع کریں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کے اندر غور و فکر کرنے کی صلاحیت رکھی ہے۔ اسی لیے مسئلہ ہے کہ:

''اگر کوئی شخص ایسی جگہ پیدا ہوا جہاں دوسرا کوئی انسان نہ رہتا ہو تو بالغ ہونے کے بعد اس پر بھی اللہ تعالیٰ کی مصنوعات میں غور و فکر کر کے اللہ تعالیٰ کے وجود پر ایمان لانا فرض ہے۔''

اسی طرح جو لوگ پیدائشی مسلمان ہیں، مسلمانوں کے گھروں میں پلے، بڑھے اور جوان ہوئے یہ فرض اور ذمہ داری ان ہی پر عائد ہوتی ہے کہ وہ اسلام کے احکام اور اوامر و نواہی معلوم کریں۔ دوسرے مسلمانوں پر یہ فرض اور ذمہ داری نہیں کہ ان کے پاس جا جا کر انہیں اسلام کے احکام بتائیں۔ کسی شخص کے مسلمان ہونے کا یہ مطلب ہوتا ہے:

''اس نے اسلام کی حکومت کو تسلیم کر لیا ہے، اس لیے وہ کوئی کام بھی اسلام کے قانون کے خلاف نہیں کرے گا۔''

اسلام کے قوانین کیا کیا ہیں؟ انہیں معلوم کر کے ان پر عمل کرنا اس کا فرض ہے کسی اور کا نہیں۔ اس لیے یہ کسی قانون کی خلاف ورزی کر کے یہ کہہ کر جرم کی سزا سے نہیں بچ سکتا:

''مجھے اس قانون اور مسئلہ کا علم نہیں تھا۔''

دنیا میں جب کوئی شخص کسی حکومت کو تسلیم کر لیتا ہے پھر وہ خواہ پہاڑوں کے غاروں میں رہنے کی وجہ سے یا شہر میں رہ کر ہی خوابِ غفلت میں سوتے رہنے کی وجہ سے حکومت

کے قوانین معلوم نہ کرے، اور کوئی کام حکومت کے خلاف کر ڈالے۔ پھر جب عدالت میں پکڑ کر لے جایا جائے تو یہ عذر بیان کرے:

''مجھے یہ قانون معلوم نہیں تھا۔''

تو کیا کسی کا یہ عذر دنیا کی کسی عدالت میں تسلیم کر لیا جائے گا؟ اور اسے جرم کی سزا سے بری کر دیا جائے گا؟ ہرگز نہیں۔ جب دنیا کی حکومتوں کا یہ دستور ہے تو اللہ کی حکومت کیا دنیا کی حکومتوں سے کم ہے؟ وہ تو صاف صاف اعلان فرما رہے ہیں:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی o (۳۶:۷۵)

''کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔''

جس طرح دُنیا کی کوئی حکومت قانون سے لاعلمی کا عذر تسلیم نہیں کرتی اور اپنے قوانین کو لوگوں تک پہنچانے کے لیے اپنے آدمیوں کو نہیں بھیجتی، بلکہ لوگ از خود قوانین معلوم کرنے کے لیے حکومت کے کارندوں کی طرف رجوع کرتے ہیں۔

اسی طرح اسلام نے بھی مسلمانوں پر یہ فرض عائد نہیں کیا ہے کہ ناواقف لوگوں کے پاس جا جا کر احکامِ اسلام بیان کیا کریں۔ اگر کسی کے دل میں ایسی ہمدردی ہو کہ وہ خوابِ غفلت میں سونے والوں کو بیدار کر کر کے انہیں اسلام کے احکام بتائے تو اس کے اس عمل کو مستحب اور موجبِ ثواب تو کہا جائے گا لیکن فرض نہیں کہا جا سکتا، اگر کوئی غلط فہمی اور لاعلمی کی وجہ سے اس عمل کے ''فرض ہونے'' کا عقیدہ رکھے تو یہ سراسر دین میں تحریف ہے جو بالکل ناجائز ہے۔

البتہ ہر علاقے میں دین کی حفاظت اور بقاء کے لیے مسلمانوں میں سے کچھ ایسے لوگوں کا ہونا ضروری ہے جن سے لوگ احکامِ اسلام معلوم کر سکیں، جو دین کو دشمنانِ اسلام کی تحریف سے بچا سکیں اور آیندہ کے لیے حاملین دین و محافظین دین پیدا کرنے کی کوشش میں لگے رہیں۔

تبلیغِ دین کے مختلف شعبے:

پھر جس طرح دنیا کی حکومتوں کو اپنے ملکی انتظام کے لیے اُمورِ انتظامیہ کو مختلف شعبوں میں تقسیم کرنا پڑتا ہے۔ کوئی شعبہ صنعت وتجارت کا ہے تو کوئی وزارت و عدالت کا ہے، کوئی شعبہ مواصلات کا ہے تو کوئی معالجات کا۔ پھر ان میں سے ہر ایک شعبے میں بھی مختلف شعبے ہیں۔

اسی طرح دین اسلام کی حفاظت اور بقاء کے لیے دینی کاموں کو مختلف شعبوں میں تقسیم کرنا لازمی ہے۔ کوئی شعبہ تعلیم وتدریس کا ہے تو کوئی افتاء وتخریج مسائل اور تمرین افتاء کا، کوئی شعبہ اصلاح وتلقین کا ہے تو کوئی عوام میں وعظ وتبلیغ کا، کوئی شعبہ اسلحہ سے جہاد کا ہے تو کوئی قلمی جہاد کا، تصنیف وتالیف کے ذریعہ تبلیغ اور دین سے دفاع۔ پھر ان میں سے ہر ایک شعبے میں بھی مختلف شعبے ہوتے ہیں۔

جس طرح دنیا کے مختلف شعبوں کو ختم کر کے صرف ایک شعبہ باقی رکھنے کا مشورہ دینا مثلاً:

> ''صرف ''صنعت وتجارت'' کا شعبہ رکھا جائے اور دوسرے تمام شعبوں کو ختم کر کے ان میں کام کرنے والے لوگوں کو بھی سب کو اسی شعبہ میں لگایا جائے''،

خلاف عقل اور جہالت ہے۔

اسی طرح دین اسلام کے مختلف شعبوں کو ختم کر کے صرف ایک شعبہ باقی رکھنے کا مشورہ دینا مثلاً:

> ''صرف عوام میں وعظ وتبلیغ کا شعبہ رکھا جائے اور دوسرے تمام شعبوں کو ختم کر کے ان میں کام کرنے والے سب لوگوں کو بھی عوام میں ''وعظ وتبلیغ'' کے کام میں لگادیا جائے''

یہ سراسر جہالت اور دین سے ناواقفیت کے علاوہ خلاف عقل بھی ہے۔

بلکہ حقیقت یہ ہے کہ یہ سب تبلیغ ہی کے شعبے ہیں، فرق صرف اتنا ہے کہ یہ عوام میں تبلیغ کا شعبہ ہے اور دوسرے شعبے خواص میں تبلیغ کے ہیں، یہ خواص میں تبلیغ کے شعبے تدریس، تصنیف، افتاء اور اصلاح باطن چند وجوہ کی بناء پر عوامی تبلیغ سے بہت زیادہ اہم ہیں، اس کی وجوہ یہ ہیں:

① ان ذرائع تبلیغ سے دین کی بنیادی خدمات انجام دی جاتی ہیں، مثلاً:

قرآن وحدیث کے صحیح مفہوم کی تعیین وتشریح،

اللہ ورسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد فرمودہ قوانین واحکام کی توضیح وتحدید،

دشمنانِ اسلام کی طرف سے اسلام کے خلاف اُٹھنے والے نظریاتی فتنوں سے اسلام کے حصار کی حفاظت واستحکام۔

② ان میں ان لوگوں کو تبلیغ کی جاتی ہے جو دور دور سے طلب لے کر آتے ہیں، میں ان شاء اللہ تعالیٰ اسی بیان میں تفصیل سے بتاؤں گا کہ طالبین کو دوسروں پر مقدم رکھنا ضروری ہے، انہیں چھوڑ کر دوسروں کی طرف توجہ کرنا اور ان پر محنت کرنا جائز نہیں۔

③ ان طالبین میں دین کی بنیادی خدمات انجام دینے کی صلاحیت واستعداد ہوتی ہے۔ان بنیادی خدمات کی تفصیل واہمیت پہلی وجہ کے بیان میں بتا چکا ہوں۔

اس سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے جن علماء کو اسلام کی ایسی اہم اور ضروری و بنیادی تبلیغ کی خدمات انجام دینے کی صلاحیت عطاء فرمائی ہو ان کے لیے عوامی تبلیغ میں نکلنا ہرگز جائز نہیں، اسی طرح ان طلبہ کے لیے بھی جائز نہیں جن میں ایسی استعداد پیدا ہونے کی توقع ہو، البتہ جن سے ایسی توقع نہ ہو انہیں عوامی تبلیغ میں نکلنا ضروری ہے، مدارس میں بے کار پڑے رہنا اور وقت ضائع کرنا جائز نہیں۔ یہ ذمہ داری مدارس کے مہتمم حضرات پر عائد ہوتی ہے ان پر فرض ہے کہ ایسے بے کار طلبہ کو مدارس میں بھرتی کرنے کی بجائے انہیں عوامی تبلیغ یا جہاد میں بھیجیں۔

دینی کام کرنے والوں کو درپیش خطرات:

دین کے ان مختلف شعبوں میں اخلاص کے ساتھ دین کی حفاظت اور بقاء کے لیے محنت اور کوشش کرتے رہنا بہت بڑے ثواب کا کام ہے۔ لیکن دین کے کام کرنے والوں کو خصوصاً نفس وشیطان کی طرف سے ایسے خطرات اور حملوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے کہ اگر ان خطروں اور حملوں سے حفاظت کا اہتمام نہ کیا جائے تو ان کاموں سے اخلاص نکل جاتا ہے، پھر یہ دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے ہاں قبول نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور جنت کا سامان بننے کی بجائے اللہ تعالیٰ کی ناراضی اور جہنم کا سامان بننے لگتی ہیں۔

اتنی بات تو ظاہر ہے کہ اگر کسی عبادت اور دینی خدمت میں اخلاص نہ ہو تو اس پر کتنا وبال پڑتا ہے، لیکن کوئی عبادت اور دینی خدمت کرتے وقت یہ معلوم کرنا کہ دل میں اخلاص ہے یا نہیں؟ بہت مشکل ہے۔ بظاہر تو اخلاص ہی نظر آئے گا اور ہر شخص اخلاص ہی کا دعویٰ بھی کرے گا لیکن جب تک اخلاص کی تمام ظاہری وباطنی علامات اور معیار نہ پائے جائیں اخلاص کا فیصلہ کر لینا صحیح نہیں۔

حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک کسی اہلِ دل کے ساتھ باضابطہ اصلاحی تعلق قائم نہیں کیا جاتا اس وقت تک اپنے قلب میں اخلاص پیدا کرنے کی کوشش کرنا تو درکنار اخلاص کے فقدان کا احساس تک بھی نہیں ہوتا، اس لئے اس دولت کو حاصل کرنے کی فکر اور اس کی توجہ اور رغبت ہی نہیں ہوتی، اسی لیے قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اَلرَّحْمٰنُ فَاسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا۝ (۵۹:۲۵)

''رحمٰن کا راستہ کسی باخبر سے پوچھو۔''

اس لیے کسی مصلح کامل اور معالج باطن کے ساتھ باضابطہ اصلاحی تعلق قائم کریں، شیخ کامل کی علامات بہشتی زیور کے ساتویں حصہ میں دیکھیں، اخلاص پیدا کرنے کا اصل طریقہ تو یہی ہے، اس وقت اخلاص کی علامات بیان کرنا مقصود ہے۔

علاماتِ اخلاص

اخلاص کی چند بڑی بڑی علامات بیان کردیتا ہوں، ہر قسم کی عبادت خصوصاً دینی خدمات کرنے کے مواقع میں ان علامات کو پیش نظر رکھنا بہت ضروری ہے، اگر آپ کی عبادات وخدمات اس معیار کے مطابق ہیں تو قبول ہیں ورنہ نہیں، ثواب کی بجائے موجبِ عذاب ہیں۔

اخلاص وقبول کی پہلی علامت

فکر استدراج:

انسان جو بھی عبادت یا دینی خدمت انجام دیتا ہے اُس کی تین حالتیں ہوتی ہیں:

① اس کی عبادت وخدمت اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہوتی ہے اور اس کا اثر وثمرہ دنیا میں بھی ظاہر ہورہا ہوتا ہے۔

② اس کی عبادت وخدمت اخلاص نہ ہونے یا کسی اور نالائقی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے یہاں قبول نہیں ہوتی اور دنیا ہی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی یہ سزا ملتی ہے کہ اس عبادت وخدمت سے محروم کردیا جاتا ہے۔

③ دنیا میں تو محروم نہیں کیا جاتا بلکہ اس میں خوب ترقی ہونے لگتی ہے، عبادت میں خوب شوق اور رغبت پیدا ہونے لگتی ہے اور دینی خدمات کا خوب اثر وثمرہ ظاہر ہونے لگتا ہے لیکن اس کے نامۂ اعمال میں بجائے حسنات اور نیکیوں کے سیئات اور برائیاں لکھی جارہی ہوتی ہیں۔

یہ تیسری حالت استدراج کہلاتی ہے۔ اگر کسی شخص کو اپنی نجی عبادات یا دینی

خدمات میں ترقی دیکھ کر اس کے استدراج ہونے کا خیال آتا ہے اور فکر و خوف لگا رہتا ہے کہ کہیں میری یہ حالت ''استدراج'' تو نہیں، تو یہ اخلاص وللّٰہیت کی علامت ہے۔

اور اگر ایسا خیال کبھی آتا ہی نہیں ہمیشہ اپنے کمال ہی میں مگن رہتا ہے تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کے اندر اخلاص نہیں، اس کی عبادات اور دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں ہیں۔

اخلاص والوں کے حالات:

جن لوگوں میں اخلاص ہوتا ہے اور جو دینی خدمات انجام دینے میں لذتِ نفس سے پاک ہوتے ہیں ان کے حالات کیسے ہوتے ہیں؟

چند اخلاص والوں کے کچھ حالات بتائے دیتا ہوں، ان کے حالات سُن کر اپنے حالات کا ان سے موازنہ کریں پھر سوچیں کہ آپ کی نجی عبادات یا دینی خدمات میں کتنا اخلاص ہے؟

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا سبق آموز واقعہ:

تبلیغی جماعت کے بانی حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے آخری مرض میں وفات سے کچھ قبل حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ بہت زیادہ پریشان ہیں، کروٹوں پر کروٹیں بدل رہے ہیں، پریشانی کی وجہ یہ بیان فرمائی:

> ''تبلیغ کا یہ کام جو ہم نے شروع کیا تھا اس کا وہم وگمان بھی ہمیں نہیں تھا کہ یہ کام اتنی جلدی اور اتنا زیادہ پوری دنیا میں پھیل جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم جیسوں سے اتنا زیادہ دین کا کام لیں گے۔ اتنا بڑا کام دیکھ کر مجھے یہ خوف اور فکر لاحق ہوگئی ہے کہ کہیں یہ استدراج نہ ہو۔''

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

''پریشان ہونے کی بات نہیں، آپ کی یہ پریشانی اور آپ کے دل میں عدم قبول واستدراج کا خطرہ آنا اس کی علامت ہے کہ آپ کی خدمات قبول ہیں۔ جس کی عبادت قبول ہوتی ہے ایسا خطرہ اسی کے دل میں پیدا ہوتا ہے۔ جس کے لیے استدراج ہوتا ہے اس کے دل میں ایسا خطرہ آتا ہی نہیں، وہ تو ہر وقت اسی گھمنڈ میں رہتا ہے کہ میں بہت زیادہ دین کا کام کر رہا ہوں۔ اس میں عجب ہوتا ہے، ناز ہوتا ہے اور اپنے کاموں پر فخر کرتا ہے۔''

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس واقعہ سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو دین کا تھوڑا سا کام کر لینے کے بعد سمجھتے ہیں کہ ہم نے دین کی بہت زیادہ خدمت کر لی۔ بہت سے لوگ جو بیرونی ممالک تبلیغی دَورے میں جاتے رہتے ہیں وہ مجھے بھی خطوط بھیجتے رہتے ہیں۔ ان میں وہ اپنی فتوحات بڑے فخر سے لکھتے ہیں کہ ہم نے یہ کارنامہ انجام دیا، وہ انجام دیا، بس اپنے کارنامے ہی لکھتے رہتے ہیں، ان کے لیے دل سے دعاء ہی نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں اخلاص عطاء فرمائیں، اپنی مرضی کے مطابق کام لے لیں اور اپنی رحمت سے قبول فرمالیں۔

دوسروں کی ہمت افزائی اور انہیں ترغیب دینے کے لیے کبھی ایسے حالات کا ذکر کرنا بھی پڑتا ہے مگر یہ نہیں کہ ہر وقت اپنے کمالات ہی گنتے گناتے رہو، بلکہ اللہ تعالیٰ کا حکم سمجھ کر ایسے حالات صرف بقدر ضرورت ہی بتانے پر اکتفاء کرنا چاہیے اور عین بتاتے وقت بھی نفس وشیطان کے فریب سے ہوشیار رہنا لازم ہے، اللہ کی عنایت سے نظر ذرا سی ہٹ کر اپنے کمال پر گئی اور سیدھے جہنم میں، اتنی محنتیں اور مشقتیں بھی برداشت کیں اور بنایا جہنم کا سامان۔ اللہ اپنی پناہ میں رکھے۔

پھر اگر ایسے شخص کی کوئی ذرا سی تعریف بھی کر دے پھر تو سبحان اللہ! کیا کہنا، احمق سمجھنے لگتا ہے:

''میں واقعۃً ایسا ہی ہوں۔''

لوگوں کی واہ واہ انسان کو تباہ کر دیتی ہے، اپنے ناگفتہ بہ حالات کا خوب علم بھی ہے اس کے باوجود جب کوئی تعریف کرتا ہے تو نفس و شیطان کے فریب میں آ کر خود کو کچھ سمجھنے لگتا ہے۔

ایک شخص نے اپنا گھوڑا بیچنے کو دلال سے کہا، دلال نے خریدار کے سامنے گھوڑے کی تعریف شروع کی، تو مالک کہنے لگا:

''یہ گھوڑا ایسا اچھا ہے تو رہنے دیجیے، میں نہیں بیچوں گا۔''

ایک نائن اپنے ججمان کے گھر گئی، اس کی بیوی نے نتھ دھونے کے لیے اتاری ہوئی تھی۔ نائن سمجھی کہ یہ بیوہ ہوگئی ہے، جا کر نائی کو بتایا، ججمان کہیں دور دوسرے شہر گیا ہوا تھا، نائی وہاں پہنچا ججمان کو خبر دی:

''آپ کی بیوی بیوہ ہوگئی ہے۔''

وہ رونے لگا، لوگوں نے وجہ دریافت کی تو کہنے لگا:

''میری بیوی بیوہ ہوگئی ہے۔''

لوگ آ آ کر تعزیت کرنے لگے، کسی عقل مند کا ادھر سے گزر ہوا، اس نے کہا:

''آپ زندہ بیٹھے ہیں تو آپ کی بیوی کیسے بیوہ ہوگئی؟ یہ بات عقل میں تو نہیں آ رہی۔''

ججمان نے جواب دیا:

''عقل میں تو میری بھی نہیں آ رہی، مگر ہمارا نائی بہت معتبر ہے کبھی غلط بات نہیں کہہ سکتا۔''

سو احمق شخص کا حال یہی ہوتا ہے، اپنی حالت بخوبی جانتا ہے پھر بھی تعریف کرنے

والوں کی باتوں پر اعتماد کر کے خود کو باکمال سمجھنے لگتا ہے ؎

گر گدھے کے کان میں کہہ دو کہ عاشق تجھ پہ ہوں
ہے یقیں کامل کہ وہ بھی گھاس کھانا چھوڑ دے

اللہ تعالیٰ عقل عطاء فرمائیں۔

مولانا محمد الیاس رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت بڑی عجیب تھی۔ زبان صاف نہیں، طرز بیان بالکل اُلجھا ہوا، تفہیم وقوتِ بیان بالکل نہیں مگر دردِ دل کام کر رہا تھا، معلوم ہوا کہ تبلیغ اسی کی اثر کرتی ہے جس میں دردِ دل ہو اور دردِ دل پیدا ہوتا ہے تعلق مع اللہ اور اہل اللہ کی صحبت سے، بڑے بڑے واعظ، ان کی لمبی لمبی تقریریں، دلچسپ اور سُریلی آوازیں، زبردست قوت بیان، اونچے اونچے نکات بیان کرنے والے، ان کی ساری عمریں گزر گئیں مگر ہدایت ایک کو بھی نہیں ہوئی، وہی بات ہے کہ جس کے دل میں درد نہ ہو اس کی باتوں میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔

میرا ایک عبرت آموز واقعہ:

میں نے جب یہاں دارالافتاء کا کام شروع کیا تو ایک بار حضرت مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ سے اپنی ایک حالت بیان کی کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے وعدہ ہے:

اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ o (۴۷-۷)

''تم اللہ تعالیٰ کے دین کی مدد میں لگ جاؤ تو اللہ تعالیٰ تمہارا پروردگار رہے گا۔''

''مگر یہاں تو یہ حالت ہے کہ ہم اتنا کام نہیں کر پاتے جتنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد ہورہی ہے۔ اپنے ہر عمل میں نقص ہی نظر آتا ہے، یہی خیال دامن گیر رہتا ہے کہ کچھ بھی کام نہیں ہورہا، نہ اس میں کمیت ہے نہ کیفیت، کچھ نظر ہی نہیں آتا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد اس قدر ہورہی ہے کہ

کہیں بھی کسی مقام اور مرحلہ پر بھی اسباب کے لحاظ سے کبھی بھی کسی قسم کی کوئی پریشانی نہیں ہوتی، ان کی طرف سے اتنی مدد کہ عقل حیران ہے، یہ حالت دیکھ کر پریشانی ہوتی ہے کہ کہیں استدراج تو نہیں۔"

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے جواب میں فرمایا:

"قرآن کریم میں یہ تو ہے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کی مدد کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہاری مدد فرمائیں گے، مگر یہ کہاں ہے کہ جتنی مدد تم کرو گے اللہ تعالیٰ بھی اتنی ہی مدد فرمائیں گے انسان ناقص ہے وہ اپنی حیثیت کے مطابق کام کرے گا، اللہ تعالیٰ کی ذات کامل ہے وہ اپنی شان کے مطابق انعام دیں گے اور مدد فرمائیں گے۔"

پھر فرمایا:

"استدراج کا خطرہ ہی دلیل قبول ہے، جس دل میں یہ خطرہ رہے کہ میرا یہ کام قبول ہے یا نہیں؟ کہیں استدراج تو نہیں؟ یہ نعمتیں رحمت کی بجائے زحمت تو نہیں؟ یہ خطرہ اور فکر لگا رہنا ہی قبول ہونے کی دلیل ہے۔"

غالباً اسی موقع پر حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے مولانا الیاس صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا وہ قصہ بیان فرمایا جو میں نے ابھی بتایا ہے۔

الغرض جس شخص سے اللہ تعالیٰ دین کا بہت زیادہ کام لے رہے ہوں، لوگوں کو اس سے بہت زیادہ دینی نفع پہنچ رہا ہو اور دین حاصل کرنے کے لیے لوگوں کا اس کی طرف بہت زیادہ رجوع ہو رہا ہو، ایسی حالت میں اسے غافل نہیں ہونا چاہیے، بلکہ ہر وقت ہوشیار رہنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ توقع سے بہت زیادہ جو یہ دین کا کام لے رہے ہیں کہیں یہ استدراج تو نہیں، ایسا تو نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں یہ خدمت قبول نہ ہو مگر ڈھیل دے دی ہو، یہ سوچتے رہنا چاہیے، ہر وقت ڈرتے رہنا چاہیے اور استغفار و دعاء قبول کرتے

رہنا چاہیے۔

ایک سبق آموز واقعہ:

ایسے موقع پر ایک شخص کا واقعہ سوچتے رہنے سے بہت فائدہ ہوتا ہے، مجھے تو سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی، از خود ہی یہ واقعہ میرے ذہن میں آتا رہتا ہے۔

ایک شخص بہت مکار تھا۔ لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے بزرگوں کی صورت اختیار کر کے بیٹھ گیا۔

آج کل تو لوگوں کو دھوکہ دینا بہت آسان ہے اس لیے کہ الوؤں اور گدھوں کی اکثریت ہے، اندر کچھ بھی نہ ہو بس کوئی صورت بنا کر کہیں بیٹھ جائے، دیکھیے لوگ کیسے پھنستے ہیں اس زمانے میں یہ فریب دینا بہت آسان ہے۔ پہلے زمانے میں لوگ ہوشیار تھے، دین کی فہم تھی، لوگ جلدی دھوکے میں نہیں آتے تھے، اس لیے اس زمانے میں لوگوں کو دھوکہ دینے کے لیے مکار کو بھی اس فن کی اصطلاحات اور پیچیدہ مسائل کا علم حاصل کرنا پڑتا تھا۔

وہ شخص فن تصوف حاصل کر کے شیخ بن کر بیٹھ گیا اور لوگوں کو اَوراد، اذکار، اشغال اور مراقبات وغیرہ تلقین کرنے لگا، لوگوں کا بہت زیادہ رجوع ہونے لگا اور بہت سے لوگ تائب ہو کر اولیاء اللہ بن گئے۔

ایک دن ان اولیاء اللہ کو خیال آیا کہ چلیں آج مکاشفہ میں اپنے حضرت کا مقام دیکھتے ہیں۔ سب مل کر متوجہ ہوئے مگر حضرت کا کہیں بھی کوئی مقام نظر نہ آیا، بہت حیران ہوئے اور سوچا کہ خود حضرت ہی سے ان کا مقام پوچھتے ہیں، حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم سب نے مل کر حضرت کے مقام کو تلاش کرنے کی کوشش کی مگر کہیں بھی آپ کا مقام نظر نہیں آیا، آپ خود ہی ہمیں اپنا مقام بتادیں۔

اس کا جواب تو بہت ہی آسان تھا یوں کہہ سکتے تھے:

’’تم تو ابھی ابھی پیدا ہوئے اور میرا مقام تلاش کرنے لگ گئے۔ میرا مقام تو بہت بلند ہے۔ بیسیوں سال تم مجاہدہ کرتے رہو پھر کہیں جا کر میرے مقام کا شاید ہی پتہ چلے۔ کس کام میں لگ گئے چلو اپنا کام کرو۔‘‘

مگر اہل اللہ کی صورت بنانے اور ذکر اللہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کی طرف متوجہ ہوئی۔ صاف کہہ دیا:

’’سچی بات یہ ہے کہ میرے اندر کچھ بھی نہیں۔ مکار ہوں، مال و جاہ کی ہوس سے اولیاء اللہ کا روپ دھار رکھا ہے۔‘‘

ان اولیاء اللہ کی دانش مندی دیکھیے کہ جب انہیں حقیقت کا پتہ چلا تو یہ نہیں سوچا کہ ارے کہاں پھنسے رہے چلو بھاگو یہاں سے، اس کی مار پٹائی کرتے، لوگوں کے سامنے اسے ذلیل کرتے اس کی تذلیل و تحقیر کی بجائے کہنے لگے:

’’چلو سب مل کر دعاء کرتے ہیں کہ یا اللہ! ان کا ہم پر بہت احسان ہے، ان کے بتائے ہوئے نسخوں سے ہمارے گناہ چھوٹے، تیری محبت اور تعلق نصیب ہوا یا اللہ! انہیں بھی اولیاء اللہ کی فہرست میں داخل فرما۔‘‘

ان لوگوں کی دعاء قبول ہوگئی اور اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی ولی اللہ بنا دیا، اور اپنے تعلق قرب اور محبت سے نوازا۔

ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی دستگیری کیوں ہوئی؟ اس لیے کہ انہوں نے اللہ والوں کی، اللہ کے محبوب بندوں کی صورت اختیار کی ہوئی تھی، اگرچہ دنیا حاصل کرنے کے لیے یہ صورت بنائی تھی مگر اللہ تعالیٰ کو ان کا یہ عمل ایسا پسند آیا کہ انہیں بھی اپنے محبوب ومقرب بندوں کی فہرست میں داخل فرما لیا۔ دُنیا حاصل کرنے کے لیے اولیاء اللہ کی نقل اُتارنے والے کو جب اللہ تعالیٰ اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور اس کے ساتھ ان کی دستگیری ہوتی ہے تو جو کوئی خالص اللہ کے لیے اہل اللہ کی نقل اتارے گا اور ان کی شکل وصورت اختیار کرے گا کیا اللہ تعالیٰ اسے محروم چھوڑ دیں گے، اپنا محبوب نہیں بنائیں گے اور اس

کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی دستگیری نہیں ہوگی؟

الغرض جب بھی کوئی اطلاع یا خط ایسا آتا ہے جس میں اس بات کا ذکر ہوتا ہے کہ سارے گناہ چھوٹ گئے اور تمام گناہوں سے دل میں نفرت پیدا ہوگئی تو اسی وقت اس واقعے کی طرف ازخود ذہن چلا جاتا ہے سوچتا ہوں:

”کہیں اس مکار جیسا معاملہ تو نہیں ہو رہا کہ دوسروں کی حالت تو سدھر تی جائے اور اپنی حالت ناگفتہ بہ ہو۔“

ساتھ ساتھ یہ دعاء بھی ہو جاتی ہے:

رَبِّ لَا تُخْزِنِیْ یَوْمَ یُبْعَثُوْنَ،

”اے میرے رب! مجھے بروزِ حشر رسوانہ کیجیے۔“

اس قصہ کو سوچنے سے بہت نفع ہوتا ہے، انسان کو اپنی حالت کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔

آخرت کی رسوائی دنیا کی رسوائی سے بڑی ہے:

روزِ حشر میں رسوائی کا کیا مطلب؟ ان لوگوں کے لیے جن سے اللہ تعالیٰ دین کا کوئی کام لے رہے ہوں، جو لوگ دوسروں کے مقتدا ہوں، لوگ ان کے معتقد ہوں، ہاتھ چومتے ہوں، بہت بڑا ولی اللہ سمجھتے ہوں، ان لوگوں کے لیے روزِ حشر میں رسوائی یہ ہے کہ ان کے معتقدین اور مریدین تو جا رہے ہوں جنت میں اور انہیں لے جایا جا رہا ہو جہنم میں، کتنی بڑی رسوائی ہے؟ جہنم میں جانے کی رسوائی کے علاوہ یہ رسوائی الگ کہ جو لوگ دنیا میں ان کے مرید تھے دُور دُور سے ہدایت کے لیے ان کے پاس آیا کرتے تھے، مسائل اور دین سیکھتے تھے، خط و کتابت کے ذریعہ بھی استفادہ کا سلسلہ رکھتے تھے، وہ تو جا رہے ہوں جنت میں اور یہ پیر صاحب جہنم میں اُلٹے لٹکائے ہوئے ہوں، اس دعاء کے وقت اس حالت کو سوچتے رہنا چاہیے۔

میں جب اس صورت حال کو سوچتا ہوں تو وہ مثال سامنے آجاتی ہے جسے مولانا رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مثنوی میں ذکر فرمایا ہے:

''پہلے زمانے میں طوطے کو شکار کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ کسی نلکی کو دھاگے وغیرہ میں پرو کر کسی درخت سے لٹکا دیتے تھے، طوطا جب اس پر آکر بیٹھتا تو وہ نلکی گھوم جاتی اور وہ طوطا اُلٹا ہو جاتا سر نیچے پاؤں اوپر، شکاری اسے غفلت میں پا کر پکڑ لیتا۔''

یہ صورت سامنے آجاتی ہے کہ اگر خدانخواستہ ہماری یہ عبادت قبول نہیں، اخلاص نہیں، ریاء و نمود ہے تو قیامت کے دن کیا حال ہوگا، مریدین اور معتقدین دیکھ رہے ہوں گے کہ یہ پیر صاحب تو اُلٹے لٹکائے ہوئے ہیں، اللہ تعالیٰ ہم سب کے حالات پر رحم فرمائیں۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈرتے رہنا چاہیے اور اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔

اپنے نیک اعمال پر ناز کرنے والوں کی مثال:

حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے دو مثالیں بیان فرمائی ہیں:

ایک مرتبہ ایک چور کسی کے گھر میں رات کے وقت گھس گیا، مالک کی آنکھ کھل گئی، اس نے چقماق جلا کر دیکھنے کی کوشش کی۔

پہلے زمانے میں روشنی کرنے کا یہ طریقہ تھا کہ چقماق سے روئی میں آگ لگاتے تھے، چقماق سے جو چنگاری اُٹھتی تو روئی میں آگ لگ جاتی اور روشنی پیدا ہوتی۔

مالک نے اس طرح روشنی پیدا کرنے کی کوشش کی لیکن چور اس کے سرہانے بیٹھ گیا، جو چنگاری چقماق سے نکل کر روئی پر گرتی اسے فوراً ہاتھ سے مسل دیتا، جس کی وجہ سے روئی میں آگ نہ لگی، مالک پر نیند کا غلبہ تھا ہی، جب ایک دو بار کی کوشش سے روشنی نہ ہوئی تو چھوڑ کر دوبارہ سو گیا، چور اس ہوشیاری اور مکاری سے پورے گھر کا صفایا کر گیا۔

حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یہ مثال ان لوگوں کے لیے بیان فرمائی ہے جو یہ سمجھتے ہیں:

''ہمارے پاس دینی نعمتیں بہت زیادہ ہیں، سارے گناہ بھی چھوٹ گئے عبادات بھی بہت ہیں اور متعدی خدمات بھی بہت ہورہی ہیں، جنت کا مکمل سامان ہو چکا ہے، کوٹھیاں بھری پڑی ہیں۔''

اپنے خیال میں بہت خوش ہورہے ہیں لیکن خدانخواستہ کوئی چور چھپ چھپ کر سارے مال کا صفایا کر گیا ہو اور آپ کو خبر بھی نہ ہو تو آخرت میں کیا بنے گا؟

اعمال صالحہ کے چور:

وہ چور کون ہیں؟ نفس اور شیطان، جب بھی ان کی طرف سے دل میں یہ خیال آنے لگے کہ ہم بڑے متقی، پرہیز گار اور کامل ہیں تو ایک دم سارا کیا کرایا ضائع گیا، اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے نظر ہٹ کر اپنے اوپر نظر گئی تو بجائے جنت کے سامان کے جہنم کا سامان بن گیا، ساری عمر گناہ چھوڑنے کی مشقت بھی برداشت کی، عبادات میں وقت صرف کیا لیکن پھر بھی جنت ہاتھ نہ آئی، اس کی بجائے جہنم کی دہکتی ہوئی آگ، کتنی بڑی محرومی کی بات ہے؟

نیک اعمال پر فخر کرنے والوں کی دوسری مثال:

دوسری مثال حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمائی کہ ایک شخص نے بہت سا اناج اپنی کوٹھیوں میں بھر کر رکھ لیا کہ جب اناج کی قلت ہوگی تو نکال لیں گے، اپنے خیال میں بہت خوش ہو رہا ہے کہ میرے پاس تو کوٹھیاں بھری پڑی ہیں، لیکن جب اناج کی ضرورت پیش آئی کوٹھیوں کو کھولا تو ایک دانہ بھی نظر نہ آیا، سارا اناج چوہے نکال کر لے جا چکے تھے۔ ایسے موقع پر وہ شخص کتنا پریشان ہوگا۔

یہ مثال بھی حضرت رومی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے لیے بیان فرمائی ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے پاس تو جنت کے سامان کے انبار لگے ہوئے ہیں، کوٹھیاں بھری پڑی ہیں، نجی عبادات بھی بہت ہیں اور دوسروں تک دین پہنچانے کی خدمات بھی بہت، دین کی بہت زیادہ خدمت ہو رہی ہے، اپنے طور پر بھی گناہ چھوٹے ہوئے ہیں اور دوسروں کو بھی گناہوں سے روک رہے ہیں، اپنے خیال میں بہت ہی خوش ہو رہے ہیں کہ ہم تو اب بالکل جنت کے مستحق بن گئے، ہمارے پاس تو خزانوں کے خزانے ہیں۔

لیکن جب خزانہ کھولنے کا وقت آیا، کب؟ کل قیامت کے روز خزانہ کھولنے کا وقت آئے گا، جب تمام اعمال پیش کیے جائیں گے، حساب و کتاب کا وقت سامنے آئے گا، اس روز اگر خدانخواستہ اپنے خزانہ میں سے ایک دانہ کے برابر بھی کچھ نہ نکلا اور نفس وشیطان کے چوہوں نے تمام خزانوں کا صفایا کر دیا ہو تو کیا بنے گا؟ کتنی پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑے گا؟

نفس وشیطان کے چوہے خزانوں پر کس طرح حملہ کرتے ہیں؟ دل میں جہاں یہ خیال آیا کہ سب کچھ میرا کمال ہے اور میرے اختیار میں ہے، اللہ تعالیٰ کی دستگیری سے نظر ہٹی اور اپنے کمال پر نظر گئی تو نفس وشیطان کے چوہوں نے تمام خزانوں کا صفایا کر دیا۔

مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا واقعہ:

مولانا شبیر علی صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک قصہ بیان فرمایا کہ انہوں نے اپنی زمین کی پیداوار کی شکر کو کٹھلے میں بھر کر بند کر دیا تا کہ جب شکر کی قلت ہوگی تو نکال کر استعمال کریں گے، لیکن جب نکالنے کا وقت آیا، کٹھلا کھولا تو یہ منظر دیکھ کر حیران رہ گئے کہ شکر کا نام ونشان تک نہیں بلکہ تلے میں سیاہ تہ نظر آرہی ہے۔ غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ چیونٹے ہیں، ان چیونٹوں نے تمام شکر کا صفایا کر دیا تھا۔

اسی طرح جو شخص اپنے نیک اعمال پر خوش ہو رہا ہو کہ میرے پاس تو جنت کے خزانے بھرے پڑے ہیں اور کل قیامت کے روز حساب و کتاب کا وقت آئے تو کچھ بھی نہ ہو تو کتنی بڑی رسوائی ہوگی؟ ڈرتے رہنا چاہیے اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے پناہ مانگتے رہنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں خیانت:

جو شخص اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نعمتوں کو اپنا کمال سمجھتا ہے اس کی مثال ایسی ہے جیسے کسی بادشاہ نے کسی بھنگی چمار کو اپنے خزانے کا خازن بنا دیا ہو اور وہ اس خزانے کو اپنا سمجھنے لگے تو ایسے شخص کو بادشاہ موت کی سزا دے گا کہ اس نے تو اسے امین سمجھ کر خازن بنایا تھا اور اس بھنگی پر اتنا بڑا احسان کیا مگر یہ ایسا نالائق اور اتنا بڑا خائن نکلا کہ اسے اپنا سمجھ رہا ہے۔

اگر بادشاہ ایسے نالائق اور خائن کو موت کی سزا نہ دے تو کم سے کم معطل تو کر ہی دے گا۔

اس مثال کو سامنے رکھ کر یوں سوچنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں دنیا میں جو نعمتیں عطاء فرمائی ہیں خواہ وہ دنیوی نعمتیں ہوں یا دینی، پھر دینی نعمتوں میں سے علمی نعمتیں ہوں یا عملی، اپنی ذات میں ہوں یا دوسروں تک علم و عمل پہنچانے کی نعمت ہو، دوسرے کو عامل اور نیک بنانے کی کوشش ہو، ان تمام نعمتوں کے بارے میں اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ یہ سب میرا کمال ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں خیانت ہے، یہ تمام نعمتیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہیں، دنیا میں جس سے اللہ تعالیٰ کوئی کام لے رہے ہوں وہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خازن ہے، خزانہ اللہ تعالیٰ کا ہے، اس کی معرفت دوسروں میں تقسیم کروا رہے ہیں، بادشاہ کے خزانہ میں جو کوئی خیانت کرے گا، انہیں اپنا سمجھے گا تو یہ تو ممکن ہے کہ دنیا کے کسی بادشاہ کو پتا نہ چلے کہ اس کا خازن خزانہ پر اپنا دعویٰ کر رہا ہے یا

چھپ چھپ کر چوری کر رہا ہے یا ان خزانوں کو غصب کر لے اور بادشاہ کو مروا ڈالے، مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں کوئی نقص نہیں، ان کی قدرت میں کوئی نقص نہیں، انہیں تو دلوں کے حالات کا بھی علم ہے، اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ سب میرا کمال ہے تو یہ اللہ تعالیٰ کے علم اور قدرت سے خارج نہیں، اس کا وبال اس پر یہ پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ اس کو معطل کر دیں گے اور تمام نعمتوں سے اسے محروم کر دیں گے کہ اس نالائق کو تو بنایا تھا اپنے خزانے کا خازن اور یہ اسے اپنا سمجھ رہا ہے کتنا بڑا خائن ہے؟ پھر دنیا میں بھی رسوائی ہوگی اور آخرت میں بھی۔

جن دعاؤں کا میرا معمول ہے ان میں ان تینوں مثالوں کی مناسبت سے بھی ایک دعاء ہے۔

> ''یا اللہ! چو ہے، چور اور امانت میں خیانت سے حفاظت فرما، ہر وقت تیری طرف ہی توجہ رہے اور تیری دستگیری پر نظر رہے۔''

اخلاص وقبول کی دوسری علامت

کثرتِ دعاء واستغفار:

انفرادی عبادات اور دینی خدمات کے قبول ہونے کی دوسری علامت یہ ہے کہ ہمیشہ دعاء:

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ

کا معمول رہے، اس کا حاصل یہ ہے کہ نیکی کی توفیق ہو جانا اور گناہوں کا چھوٹ جانا اپنی ذات میں ہو یا دوسروں میں نیکی کی تلقین اور گناہ چھڑانے کی کوشش کرنا اور اس کوشش میں کامیابی حاصل ہونا، لوگوں کا نیکی کی طرف آنا، گناہوں کا چھوڑنا، یا اللہ! یہ سب تیری دستگیری سے ہے، دوسروں سے گناہ چھڑانا تو دُور کی بات خود کو گناہوں سے

محفوظ رکھنا بلکہ ان سے بچنے کا دل میں خیال آ جانا، آخرت کی فکر کا پیدا ہو جانا تیری دستگیری نہ ہو تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔

اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ كَنْزٌ مِّنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ (مشکوٰۃ شریف)

"**لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ** جنت کے خزانوں میں سے ایک بہت بڑا خزانہ ہے۔"

تین سیکنڈ میں یہ جملہ اداء ہو جاتا ہے۔ اتنے مختصر جملہ میں اتنا بڑا خزانہ کیوں ملتا ہے؟ اس لیے کہ اس سے نفس وشیطان پر آرے چلتے ہیں، نفس وشیطان جو تمام نیکیوں کو برباد کرنے والے ہیں، اول تو ویسے ہی نیکی کی طرف آنے نہیں دیتے، ہر وقت گناہوں میں مست رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور اگر کوئی گناہوں سے بچ گیا اور نیکی کی طرف مائل ہوا تو اب اس کی نیکیوں کو برباد کرنے کی کوشش کرتے ہیں، اس کے دل میں کبر وعجب کے خیالات ڈالیں گے کہ ہم تو بڑے نیک ہیں، بہت پارسا ہیں۔

الغرض سوچتے رہنا چاہیے کہ نیکی کی توفیق اور دوسروں کو تبلیغ کی توفیق، پھر اس تبلیغ میں اثر کا پیدا ہونا، لوگوں کا دین دار بننا، یہ سب اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہو رہا ہے، وہ چاہیں گے تو ہماری تبلیغ میں اثر ہوگا، نہیں چاہیں گے تو نہیں ہوگا۔

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ کی حقیقت پرکھنے کا تھرمامیٹر:

لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللهِ سے جو مقصد ہے اور اس میں جس بات کی تعلیم دی گئی ہے اگر دیکھا جائے تو لاکھوں انسانوں میں شاید ہی کسی پر اس تعلیم کا اثر ہوا ہو۔ یوں تو دنیا کے تمام انسانوں، مسلمان، کافر سب کا یہ عقیدہ ہے کہ دنیا میں اس کے پاس جتنی بھی نعمتیں ہیں مالی اور جسمانی نعمتیں ہوں یا اپنے اپنے عقیدے کے مطابق دینی نعمتیں، سب کچھ اللہ تعالیٰ کا عطاء کردہ ہے۔ بڑے سے بڑے متکبر اور پندار والے سے بھی اگر

پوچھا جائے:

''تمہارا یہ منصب، مال، صحت اولاد وغیرہ کس کی طرف سے ہیں۔''

تو وہ بھی یہی کہے گا:

''سب کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔''

البتہ اگر کوئی اللہ تعالیٰ کے وجود ہی کا منکر ہو تو وہ یہ کہے گا کہ یہ سب میرا کمایا ہوا ہے، جیسے قارون اللہ تعالیٰ کا منکر تھا، اس نے کہہ دیا تھا کہ یہ مال و دولت سب کچھ میرا کمایا ہوا ہے کوئی دوسرا دینے والا نہیں، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس کے مال و دولت کے ساتھ اسے زمین میں دھنسا دیا گیا۔ قارون نے تو زبان سے کہا تھا کہ یہ سب کچھ میرا ہے، اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے کہ دین کی یہ تمام نعمتیں میرا ہی کمال ہے تو قارون سے مشابہت تو ہو ہی گئی، اصل مرض تو دل کا ہے، قارون کی زبان سے بھی ظاہر ہو گیا، ڈرتے رہنا چاہیے کہ کہیں اسی جیسا حشر نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ اس سے تمام نعمتیں سلب کر لیں۔

غرضیکہ عقیدہ تو مسلم کافر سب کا یہی ہے کہ جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا ہے، سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضے میں ہے، زبان سے بھی سب یہی کہتے ہیں مگر **لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** کی حقیقت بھی کسی کے دل میں ہے یا نہیں، اسے معلوم کرنے کا ایک تھرمامیٹر ہے، اس کی کسوٹی اور معیار ہے:

''کسی کے متوجہ کیے بغیر دل میں بار بار یہ خیال آتا رہے کہ میرے پاس دین کی جتنی بھی نعمتیں ہیں ان میں سے خدانخواستہ میری کوئی بات یا عمل اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہو، یا اپنے کمال پر نظر چلی جائے پھر اس کا وبال یہ ہو کہ اللہ تعالیٰ وہ تمام نعمتیں مجھ سے سلب کر لیں، یہ خیال ہر وقت دل و دماغ پر مسلط رہے، خصوصاً جب کسی نیک عمل کی توفیق ہو جائے، برائی سے بچنے کی توفیق ہو جائے، دوسروں کو تبلیغ کی توفیق ہو جائے اور اس تبلیغ پر اثر بھی مرتب

ہورہا ہو۔‘‘

اگر کسی کے دل کی حالت وکیفیت اس تھرمامیٹر کے مطابق ہے تو **لَا حَـوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** کی حقیقت دل میں اتری ہوئی ہے، اگر نہیں تو دل کو اس کے مطابق بنانے کی کوشش کرنا چاہیے، ساتھ ساتھ دل کو عجب وکبر سے بچانے کے لیے یہ دعاء بھی کرتے رہنا چاہیے:

یَاحَیُّ یَاقَیُّوْمُ بِرَحْمَتِکَ اَسْتَغِیْثُ اَصْلِحْ لِیْ شَاْنِیْ کُلَّهٗ وَلَاتَکِلْنِیْ اِلٰی نَفْسِیْ طَرْفَةَ عَیْنٍ،

’’اے وہ ذات جو زندہ ہے اور دوسروں کو قائم رکھنے والی ہے، بھٹکنے اور گرنے والوں کو سنبھالنے والی ہے، تیری بارگاہ میں درخواست پیش کرتا ہوں کہ میرے تمام حالات کی اصلاح فرما (عقیدہ بھی صحیح ہو، عمل بھی صحیح ہو اور کبھی دل میں یہ خیال بھی نہ آنے پائے کہ اس میں میرا کوئی کمال ہے) اور آنکھ جھپکنے کی دیر کے لیے بھی مجھے میرے نفس کے حوالہ نہ کر۔‘‘

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ (۱۲-۵۳)

’’نفس برائی کا بہت زیادہ حکم دینے والا ہے، مگر وہ جس پر اللہ رحم کرے۔‘‘

اگر اللہ تعالیٰ کی دستگیری شامل حال نہ ہو تو نفس وشیطان انسان کو تباہ وبرباد کردیں۔

کبھی **وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ** کی دعاء ہو،

کبھی **اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ عَلٰی طَاعَتِکَ** کی دعاء ہوتی رہے،

کبھی **لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ** کی دعاء ہو۔

بس ہر وقت ڈر لگا رہے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ مالک کی دستگیری سے نظر ہٹی اور اپنے کمال پر نظر گئی تو اللہ تعالیٰ تمام نعمتیں سلب نہ فرمالیں۔

ایمان کی علامت:

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَاخَافَهٗ اِلَّا مُؤْمِنٌ وَّلَا اَمِنَهٗ اِلَّا مُنَافِقٌ (بخاری)

اللہ تعالیٰ سے صرف مومن ہی ڈرتا ہے یعنی اسے ہر وقت یہ خطرہ لگا رہتا ہے کہ میرا یہ علم وعمل اور یہ کمالات سب کچھ اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے، میرے اختیار میں کچھ بھی نہیں، ذرا سی ان کی نظر کرم ہٹی اور تباہ وبرباد ہوئے۔

اور منافق کے دل میں کبھی یہ خطرہ نہیں آتا وہ ہمیشہ مطمئن رہتا ہے۔

اپنا جائزہ لیں کہ اگر دل مطمئن رہتا ہے اور کبھی خطرہ نہیں آتا، ہر وقت یہ خوشی رہتی ہے کہ ہم اتنے نیک بن گئے، دوسروں کو بھی تبلیغ کر رہے ہیں، اتنے لوگوں کو دین دار بنا دیا، ہمارا یہ کمال اور وہ کمال، بس اسی میں ہر وقت مست ہیں تو یہ علامت نفاق ہے، ڈرنا چاہیے۔

ڈرتا بھی رہے اور اُمید بھی رکھے، خوش بھی رہے، خوشی کس پر؟ اس پر نہیں کہ میں کام کر رہا ہوں بلکہ اس پر کہ میرا مالک مجھ سے کام لے رہا ہے، لیکن صرف زبان اور عقیدے تک یہ خیال کافی نہیں، بلکہ یہ خیال دل میں اُتر جائے، دل اس سے رنگ جائے، بار بار یہی خیال آتا رہے کہ میرا مالک مجھ سے کام لے رہا ہے۔

جب اس خیال سے خوشی ہوگی تو لازماً ساتھ ساتھ خوف بھی ہوگا کہ جو مالک مجھ سے کام لے رہا ہے کہیں وہ ناراض نہ ہو جائے۔ جیسے کوئی شخص سرکاری عہدہ پر ہو تو خوشی بھی ہوگی کہ حکومت کا آدمی ہوں اور خوف بھی کہ کہیں حکومت کو میری کوئی بات ناپسند ہو جس کی وجہ سے میں نکال دیا جاؤں، غرضیکہ خوشی بھی ہو اور خوف بھی دونوں چیزیں ساتھ ساتھ رہیں۔

غافل مرد کہ مرکب مردانِ مرد را
درسنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند

نومید ہم مباش کہ رندانِ بادہ نوش
ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

"غافل مت چلو، اس لیے کہ کئی مشہور شہسوار راستے ہی میں رہ گئے ہیں اور ناامید بھی نہ ہو اس لیے کہ کئی شراب خور رند اچانک ہی منزل مقصود کو پہنچ گئے ہیں۔"

حضور اکرم ﷺ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ:

اللہ تعالیٰ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتے ہیں:

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْکَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَکَ بِهٖ عَلَیْنَا وَکِیْلًاo اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّکَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ کَانَ عَلَیْکَ کَبِیْرًاo (۱۷:۸۶،۸۷)

اگر ہم چاہیں تو آپ کے تمام علوم ختم کر دیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم پوری دنیا کے علوم سے زیادہ ہے، اس کے باوجود تنبیہ کی جا رہی ہے کہ یہ سب کچھ میرے ہی قبضۂ قدرت میں ہے جو کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہے یہ میری رحمت ہے اور میرا کرم ہے۔

پھر ایک بار اللہ تعالیٰ نے اس کا تجربہ بھی کر کے دکھا دیا، ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کسی اجنبی شخص کی صورت میں تشریف لائے اور اسلام کے عقائد و اعمال کے بارے میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوالات کیے، اس سے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو تعلیم دلانا مقصود تھا، چونکہ صحابۂ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوالات کرنے سے ڈرتے تھے کہ کہیں کوئی بیکار سوال نہ کر ڈالیں، خصوصاً جب قرآن کریم میں اس کی ممانعت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور زیادہ ڈرنے لگے، اسی لیے حضرت جبریل علیہ السلام نے سوالات کیے اور حضور صلی اللہ علیہ

وسلم نے جوابات دیے جس سے تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا فائدہ ہو گیا۔

اس وقت ابتداء میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبریل علیہ السلام کو پہچانا نہیں، جب وہ تشریف لے گئے تو حاضرین سے فرمایا کہ انہیں تلاش کریں، جب وہ نہیں ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ جبریل علیہ السلام تھے۔

تئیس سال تک جن کے ساتھ دوستی رہی آخر عمر میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں پہچان نہیں سکے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ اپنی قدرت کا اظہار تھا کہ سب کچھ ہمارے قبضہ میں ہے، ہم جب چاہیں اسے واپس لے لیں، یہ تنبیہ تو تھی علم کے بارے میں عمل کے بارے میں فرمایا:

وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰکَ لَقَدْ کِدْتَّ تَرْکَنُ اِلَیْهِمْ شَیْئًا قَلِیْلًاo (۱۷:۷۴)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہماری دستگیری ہے، ہم نے حق پر مضبوطی عطاء کی ہے، یہ سب کچھ ہماری رحمت سے ہے، ہم نے تھام رکھا ہے، اگر ہم آپ کو نہیں تھامے ہوتے تو آپ پورے نہیں تو کچھ نہ کچھ ضرور ان کفار کی طرف مائل ہو جاتے۔

یا اللہ! ہمیں بھی حق پر اس طرح جمائے رکھ کہ برا ماحول، برا معاشرہ، نفس وشیطان بال برابر بھی ہٹا نہ سکیں، ہمارے دلوں کو ایسے مضبوط بنا دے، اپنے دین، اپنی محبت اور فکر آخرت پر ہمارے دلوں کو تھام لے، ان میں ذرہ برابر بھی لچک پیدا نہ ہو، غیر کا تعلق اور محبت غالب نہ آنے پائے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ایک دوسری جگہ فرمایا:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْکَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ یُّضِلُّوْکَ ط (۴:۱۱۳)

''اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہمارا فضل وکرم نہ ہو تو کفار کی ایک ایسی جماعت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ہر وقت اس فکر میں لگی ہوئی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو راہِ حق سے ہٹا دے۔''

یہ ہماری دستگیری ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے حملوں سے محفوظ ہیں اور حق پر قائم ہیں۔

یہ تینوں آیتیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہیں، دوسروں کو اسی پر قیاس کر لینا چاہیے کہ ذرا سا عجب و کبر دل میں پیدا ہوا اور سب کیا کرایا گیا، جب سیّد دو عالم محبوب رب العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حال ہے تو کسی دوسرے کی کیا مجال۔

گناہ چھوڑنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا فضل:

عام مؤمنین کے بارے میں فرمایا:

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ مَا زَكٰى مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ اَبَدًا ۙ وَّلٰكِنَّ اللّٰهَ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ (۲۱:۲۴)

”اگر تمہارے اوپر اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کی رحمت نہ ہوتو تم میں سے کوئی بھی کبھی بھی گناہوں سے پاک نہیں ہوسکتا لیکن اللہ تعالیٰ جسے چاہیں گناہوں سے پاک کر دیں۔“

اللہ تعالیٰ گناہ چھڑانے کو پاک کرنا فرما رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ہم سب کو گناہوں سے پاک کر دیں۔

معلوم ہوا کہ گناہ چھوڑنے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دستگیری اسی وقت ہوتی ہے جب ان پر نظر رہے۔ کوشش، ہمت، گناہ چھوڑنے کی تدابیر اور علاج، یہ سب اپنی طرف سے ہو اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے لیکن نظر اپنے کمال پر نہ رہے بلکہ اللہ تعالیٰ پر رہے کہ ان اسباب میں اثر ڈالنا ان کے اختیار میں ہے، ان کی مدد و دستگیری ہوگی تو گناہ چھوٹیں گے ان کی دستگیری کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا قول نقل فرماتے ہیں:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۣ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَآ اَنْ هَدٰىنَا

اللہ ۚ (۷:۴۳)

''اللہ کا لاکھ لاکھ احسان ہے جس نے ہمیں اس مقام تک پہنچایا، اگر اللہ تعالیٰ ہمیں ہدایت نہ فرماتے تو ہماری کبھی رسائی نہ ہوتی۔''

غزوۂ خندق میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بنفسِ خود بھی خندق کھود رہے تھے آپ کا شکم مبارک مٹی سے لت پت ہو رہا تھا اور آپ اپنے مولیٰ سے یوں عجز و نیاز کی باتیں کر رہے تھے:

وَاللّٰہِ لَوْلَا اللّٰہُ مَا اھْتَدَیْنَا، وَلَا تَصَدَّقْنَا وَلَا صَلَّیْنَا،

''اللہ کی قسم! اگر اللہ کی دستگیری نہ ہوتی تو ہم دین کا کوئی کام نہ کر پاتے۔''

جہاد جیسی عبادت اور خندق کھودنے کی بہت سخت محنت، اس کے باوجود اپنے عمل پر ناز کی بجائے نیاز ہی نیاز۔

نیکی کرنے کے بعد بھی ڈرتے رہنا چاہیے:

حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام بیت اللہ کی تعمیر فرما رہے ہیں، تعمیر بھی ایسی کہ صرف مال نہیں بلکہ اپنی جان بھی اس میں لگا رہے ہیں، گارا خود بناتے، اینٹیں خود اُٹھا کر لاتے اور لگاتے۔

پھر تعمیر بھی اپنی طرف سے نہیں، بذریعہ وحی اللہ تعالیٰ کے حکم سے کر رہے ہیں، لیکن دل کا حال یہ ہے کہ ہر وقت ڈر لگا ہوا ہے کہ معلوم نہیں ہمارا یہ عمل قبول بھی ہے یا نہیں، اس لیے ہر وقت یہ دُعاء جاری ہے:

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا ؕ اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝ (۲:۱۲۷)

''اے ہمارے رب! ہماری کوششوں کو قبول فرما۔ بے شک تو سننے والا ہے جاننے والا ہے۔''

اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کے ساتھ معاملہ دیکھیے کہ وحی کے ذریعہ یہ نہیں فرما دیا کہ

ہاں مطمئن رہو ہم نے قبول کرلیا، وہ تو اپنے بندہ کو اسی حال میں دیکھنا چاہتے ہیں کہ ڈرتا رہے اور توبہ کرتا رہے۔

مگر آج کے شیطان یا نام کے مسلمان جنہیں لوگ بزرگ اور صوفی سمجھتے ہیں وہ کیا کہتے ہیں:

''کرتے رہو اور ڈرتے رہو، کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔''

گناہ کرتے کرتے لوگوں کی عقلیں مسخ ہوگئیں ہیں، اتنی سی بات سمجھ میں نہیں آتی کہ جو ڈرے گا وہ گناہ کرے گا کیسے؟

ایک مثال سے سمجھ لیجیے، کسی سے سانپ کے بل میں انگلی ڈالنے کے لیے کہا جائے تو کیا کوئی ایسی ہمت کرے گا؟ اگرچہ انگلی ڈالنے سے نقصان پہنچنے کا یقین نہیں اس لیے کہ وہاں دوسرے بھی کئی احتمالات ہیں، مثلاً:

① شاید وہ بل سانپ کا نہ ہو، کسی اور جانور کا ہو۔

② اگر سانپ ہی کا ہو تو کیا ضروری ہے کہ سانپ اندر ہی ہو، شاید کہیں باہر گیا ہوا ہو۔

③ اگر اندر ہی ہو تو ضروری نہیں کہ ڈسنے کے لیے تیار بیٹھا ہو، ممکن ہے کہ سو رہا ہو۔

④ اگر جاگ بھی رہا تو کیا ضروری ہے کہ ضرور ڈسے گا۔

⑤ اگر ڈس بھی لے تو ضروری نہیں کہ اس کے ڈسنے سے کوئی مر جائے. کبھی کبھی اس کا زہر اُلٹا اثر بھی کر جاتا ہے اور صحت کے لیے مفید ثابت ہوتا ہے۔

اتنے سارے احتمالات کے باوجود کوئی شخص سانپ کے بل میں ہاتھ ڈالنے کی ہمت نہیں کرتا، اس لیے کہ اس کے دل میں ڈر اور خوف موجود ہے، اسی طرح جب کوئی شخص جہنم کے عذاب سے ڈرے گا اور اس کے دل میں اللہ تعالیٰ کا خوف ہوگا تو وہ گناہ کیسے کرے گا؟

اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والوں کے حالات:

''کرتے رہو اور ڈرتے رہو'' کا مطلب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے

پوچھیے، جب یہ آیت نازل ہوئی:

وَالَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ مَآ اٰتَوْا وَّقُلُوْبُھُمْ وَجِلَةٌ اَنَّھُمْ اِلٰی رَبِّھِمْ رٰجِعُوْنَ ۝ (۲۳:۶۰)

''اور جو لوگ عمل کرتے ہیں جو کچھ کرتے ہیں اور ان کے دل اس سے خوفزدہ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دل میں ایک سوال پیدا فرمایا، اگر اللہ تعالیٰ کی یہ رحمت نہ ہوتی وہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے دل میں یہ سوال پیدا نہ فرماتے، تو آج کل کے صوفیوں کو ایک دلیل ہاتھ لگ جاتی، وہ یہی کہتے رہتے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا:

''کیا اس آیت سے وہ لوگ مراد ہیں جو گناہ کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں؟''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''نہیں! اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو نیک اعمال کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں۔''

نماز، روزہ، صدقات وخیرات کرتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں کہ معلوم نہیں ہمارے اعمال اور ہماری نیکیاں قبول بھی ہیں یا نہیں۔

نیکیاں یارب مری بدکاریوں سے بد ہوئیں
وہ بھی رُسوا کن ترے دربار میں بے حد ہوئیں

فرمایا:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّکَ وَاسْتَغْفِرْهُ (۱۱۰:۳)

''اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے رہو اور کثرت ذکر کے ساتھ استغفار بھی کرتے رہو۔''

ذکر اللہ کے ساتھ استغفار کی تلقین کی جارہی ہے کہ معلوم نہیں ہماری یہ تسبیح قبول بھی ہے یا نہیں، کہیں اجر و ثواب کی بجائے اس پر گرفت نہ ہو جائے۔ قبول اور اجر کے لائق تو نہیں مگر یا اللہ! تیرا کرم بڑا وسیع ہے، اس کرم کے صدقے سے تجھ سے دعاء کرتے ہیں کہ یا اللہ! قبول فرما، لیکن آج کا صوفی یہ کہتا ہے کہ گناہ کے بعد بھی استغفار نہیں، کرتے رہو اور ڈرتے رہو۔

اور فرمایا:

كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَايَهْجَعُوْنَ o وَبِالْاَسْحَارِهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ o

(۵۱:۱۷،۱۸)

اللہ کے بندے راتوں میں بہت کم سوتے ہیں، اول **قلیلا** میں قلت، پھر تنوین میں قلت، **من** میں قلت، **ما** میں قلت، چار تاکیدوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ فرما رہے ہیں کہ ہمارے بندے راتوں کو بہت کم سوتے ہیں، ساری رات عبادت میں گزار دیتے ہیں لیکن جب صبح ہونے لگتی ہے تو اپنی عبادت پر ناز نہیں کرتے کہ ہم نے ساری رات اللہ کی یاد میں گزاری بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ معلوم نہیں ہماری عبادت قبول بھی ہے یا نہیں؟

اور فرمایا:

اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ o (۳:۱۷)

ایسے ایسے اوصاف میں اس قدر کمال اور اتنا بلند مقام رکھنے کے باوجود آخر شب میں استغفار کرتے ہیں۔ اسی طرح ان لوگوں کی زندگیاں گزرتی ہیں۔ اپنی نیکیوں پر بھی استغفار کرتے رہتے ہیں۔ ہر وقت ڈر لگا رہتا ہے کہ قبول ہوئیں یا نہیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ کا کرم دیکھیے کہ ہر طرف سے دستگیری کرتے ہیں کہ اگر ناز اور عجب پیدا ہونے لگے

تو تنبیہ فرمادی کہ تمہارا کوئی کمال نہیں سب کچھ ہمارے قبضۂ قدرت میں ہے اور اگر بہت زیادہ خوف اور مایوسی پیدا ہونے لگے تو یوں تسلی دیتے ہیں:

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِھَاط (۵۷:۱۷)

اللہ تعالیٰ بارش کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کردیتے ہیں اور اس میں پھل پھول پیدا فرمادیتے ہیں تو اس کی قدرت پر یہ کیا مشکل ہے کہ اپنی رحمت کی بارش سے تمہارے مردہ دلوں کو زندہ کردے اور ان میں اپنی محبت واطاعت کے باغ لگادے۔

یوں سوچا کریں کہ جس کریم نے عمل کی ظاہری صورت اور قالب کی توفیق عطاء فرمائی ہے وہی اس کے قبول کرنے والے بھی ہیں اگر قبول کرنا مقصود نہ ہوتا تو عمل کی ظاہری صورت کی توفیق کیوں عطاء فرماتے؟

یوں دعاء کیا کریں:

''یا اللہ! تو نے جو عمل کی ظاہری صورت عطاء کی ہے ہم تیرے اس کرم کا واسطہ دے کر تجھ سے یہ دعاء کرتے ہیں کہ اس میں اپنے فضل سے روح بھی عطاء فرما، اسے قبول فرما''

جب مقام قرب زیادہ بلند ہوتا ہے تو کبھی خوف کی حالت غالب آجاتی ہے۔ ایک بزرگ پر یہ کیفیت غالب آگئی اور وہ بہت پریشان ہوئے تو جواب ملا ؎

گفت ایں اللہ تو لبیک ماست
ایں فغان وآہ وزاری پیکِ ماست

فرمایا:

''تمہیں جو ہمارا نام لینے کی توفیق ہوجاتی ہے یہی ہماری طرف سے قبولیت کا پیغام ہے۔''

ایک بار ''اللہ'' کہنے کے بعد دوسری بار ''اللہ'' کہنے کی توفیق ہوجانا، ایک بار نماز

پڑھنے کے بعد دوسری بار نماز کی توفیق ہو جانا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے قبولیت کی علامت ہے، اسی لیے تو دوسری بار اپنا نام لینے کی اور اپنے دربار میں حاضری کی توفیق دیدی ع

ایں فغان وآہ وزاری پیکِ ماست

اگر ہماری محبت اور خوف سے رونا آتا ہے، گڑگڑاتے ہو، چیختے ہو، چلاتے ہو تو یہ اس بات کا پیغام ہے کہ تم ہمارے دربار میں حاضر ہو، بس اب مطمئن رہو، زیادہ مت ڈرا کرو، اُمید بھی رہے اور خوف بھی۔

اَلْاِیْمَانُ بَیْنَ الْخَوْفِ وَالرَّجَاءِ

''ایمان خوف اور امید کے درمیان ہے۔''

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کا حال بیان فرماتے ہیں:

وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ (۱۷:۵۷)

''اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے اُمیدوار اور اس کے عذاب سے خوفزدہ رہتے ہیں۔''

دوسری جگہ فرمایا:

تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (۳۲:۱۶)

''ان کے پہلو بستروں سے الگ رہتے ہیں، اپنے رب کو خوف اور امید سے پکارتے ہیں۔''

استغفار کی حقیقت:

غرضیکہ اہل اللہ کو اپنی عبادت پر ناز نہیں ہوتا بلکہ وہ عبادتوں کے ساتھ ساتھ کثرت سے استغفار بھی کرتے رہتے ہیں، بہت سے لوگ استغفار کو صرف وظیفہ کے طور پر پڑھتے ہیں، کسی نے روزانہ سو بار پڑھنے کا معمول بنا رکھا ہے، کسی نے صبح وشام پڑھنے کا

معمول بنا رکھا ہے، لیکن صرف پڑھنے سے کام نہیں چلے گا جب تک استغفار کی حقیقت دل میں نہیں اُتاریں گے، استغفار کی حقیقت یہ ہے کہ آپ واقعۃً اپنے آپ کو گناہ گار سمجھ کر دل میں ندامت طاری کر کے یوں کہیں:

''یا اللہ! میں اقراری مجرم ہوں، اپنے گناہوں کا اعتراف کرتا ہوں، یا اللہ! تو مجھے معاف کر دے، آیندہ کے لیے گناہوں سے میری حفاظت فرما، یا اللہ! میں بہت عاجز ہوں، نفس وشیطان، برا ماحول اور برا معاشرہ غالب ہے، ان کے مقابلے میں تو میری مدد فرما، دستگیری فرما، تیری مدد ہوتو مجھ پر کسی کا کوئی زور نہیں چل سکتا۔''

اس استغفار اور دعاء کا معمول بنالیں، یہ بہت ہی اکسیر نسخہ ہے اس کی قدر کریں، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

اہل اللہ کا خوف آخرت:

اللہ تعالیٰ اپنے مقبول بندوں کے اوصاف بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَآءِ الزَّكٰوةِ يَخَافُوْنَ يَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِيْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ ۝ (۲۴:۳۷)

اللہ تعالیٰ کے بندے وہ ہوتے ہیں جنہیں دُنیا کا بڑے سے بڑا نفع بھی اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں رکھ سکتا، ہر کام پر اللہ تعالیٰ کی یاد مقدم رہتی ہے، اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہ رہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ ہر وقت اللہ، اللہ کرتے رہتے ہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ان سے نہیں ہو پاتی۔

اللہ تعالیٰ کی یاد ان کی زبان کے علاوہ ان کے دلوں میں بھی اتنی رچ بس جاتی ہے کہ اگر کبھی بڑی سے بڑی منفعت بھی ان کے سامنے آجائے تو وہ بھی انہیں اللہ تعالیٰ کی

اطاعت اور فرمانبرداری سے غافل نہیں کرسکتی، وہ اللہ تعالیٰ کے تعلق کو بھول نہیں جاتے، انہیں ہر وقت یہ خیال لگا رہتا ہے:

"میرا مالک مجھے دیکھ رہا ہے، ہر وقت یہ فکر لگی رہتی ہے کہ میرا مالک کہیں مجھ سے ناراض نہ ہوجائے، میں ساری دُنیا کو تو ٹھکرا سکتا ہوں لیکن اپنے مالک کو ناراض نہیں کرسکتا۔"

لیکن اتنا اونچا مقام ہوتے ہوئے بھی ان کے دل میں عجب و کبر پیدا نہیں ہوتا کہ ہم اتنے بڑے ہیں بلکہ عاجزی وانکساری کی یہ کیفیت ہوتی ہے،

یَخَافُوْنَ یَوْمًا تَتَقَلَّبُ فِیْهِ الْقُلُوْبُ وَالْاَبْصَارُ o

قیامت کے خوف سے ان کے دل دہل رہے ہوتے ہیں کہ اس دن کی ہولناکیوں سے دل اُلٹ پلٹ جائیں گے، شدتِ خوف سے قیامت کا نقشہ ان کے سامنے رہتا ہے۔

ایک شبہہ کا ازالہ:

کسی کو یہ خیال ہوسکتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعاء کی تلقین فرمائی ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ الَّذِیْنَ اِذَآ اَحْسَنُوْا اسْتَبْشَرُوْا وَاِذَآ اَسَآءُوْا اسْتَغْفَرُوْا،

"یا اللہ! مجھے ان لوگوں میں سے بنادے کہ جب ان سے کوئی اچھا کام ہوجائے تو خوش ہوتے ہیں اور اگر کوئی برا کام ہوجائے تو فوراً استغفار کرلیتے ہیں۔"

اس دعاء میں تو یہ ہے کہ نیک کام سے خوش ہونا چاہیے حالانکہ اس سے پہلے جو آیات بتائی ہیں ان میں یہ تھا کہ اللہ کے نیک بندے نیک کام کرنے کے بعد خوش نہیں

ہوتے بلکہ ڈرتے رہتے ہیں کہ معلوم نہیں ہماری عبادات قبول بھی ہیں یا نہیں۔

اس اشکال کا جواب ماقبل کی تفصیل میں بتا چکا ہوں کہ دل میں دونوں حالتیں پیدا ہونی چاہئیں، خوشی بھی اور خوف وندامت بھی، جیسے کسی عورت کو بچہ پیدا ہونے والا ہوتا ہے تو وہ عین موقع پر ڈر رہی ہوتی ہے کہ معلوم نہیں کیا حالت ہوگی، کہیں مر نہ جاؤں، اور خوش بھی ہوتی ہے کہ کیا گوہر ملنے والا ہے، جسے بچہ پیدا ہونے کی خوشی ہے اسے خوشی کے ساتھ خوف بھی لگا ہوا ہے، اسی طرح جسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق ہو جائے ان کی محبت دل میں پیدا ہو جائے، نیک اعمال کی توفیق مل جائے، گناہ چھوٹنے لگ جائیں، ایسی حالت میں اس کا دل خوشی سے بھرا رہے گا مگر ساتھ ہی یہ خیال بھی لگا رہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے اتنی بڑی نعمت سے نوازا ہے، یہ محض انہی کی عطاء اور انہی کا کرم ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ مجھ سے کوئی غلطی ہو جائے، میری کسی حالت پر وہ ناراض ہو جائیں اور یہ ساری نعمتیں چھن جائیں تو پھر کیا بنے گا، اس لیے وہ ڈرتا رہتا ہے، اس طرح دونوں کیفیتیں دل میں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔

اس حالت کو یوں بھی تعبیر کیا جا سکتا ہے کہ اہل اللہ عبادت کی ظاہری صورت پر خوش ہوتے ہیں کیونکہ بہت سے لوگ ایسے ہیں کہ ان سے عبادت کی ظاہری صورت بھی نہیں بن پاتی، مگر جب وہ یہ سوچتے ہیں کہ ان کی عبادت میں روح بھی ہے یا نہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو ہے ہی نہیں، اس پر وہ روتے ہیں، گڑگڑاتے ہیں، استغفار کرتے ہیں۔

ایک دوسری تعبیر یوں بھی کی جا سکتی ہے کہ عبادت کی توفیق اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملی، یہ ان کا انعام ہے، ان کا کرم ہے، پھر یہ سوچتے ہیں کہ ایک طرف تو اللہ تعالیٰ کا یہ کرم اور دوسری طرف یہ حالت کہ میں نے اسے صحیح طریقہ پر ادا نہیں کیا، عبادت کا حق ادا نہ ہوا، میں بہت ناقص ہوں، عبادت کی کمیت ہی نہیں بن پا رہی کیفیت تو کیا ہوگی، اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہوتی ہے تو خوشی ہوتی ہے اور اپنی حالت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں

تو ندامت ہوتی ہے، اس پر استغفار کرتے ہیں۔

عبادت کے قبول ہونے کی میں نے یہ جو علامت بتائی ہے کہ انسان کرتا بھی رہے اور ڈرتا بھی رہے، یہ علامت اور معیار عام ہے خواہ کوئی متعدی خدمت انجام دے رہا ہو یا نجی عبادت میں مشغول ہو دونوں صورتوں میں یہ حالت رہنی چاہیے۔

اخلاص وقبول کی تیسری علامت

لوگوں میں تبلیغ کرنے کی بجائے خلوت میں زیادہ دل لگنا:

جو شخص دوسروں تک دین پہنچا رہا ہو اگر اس کی طبیعت اور اصل مذاق یہ ہو کہ خلوت میں اللہ تعالیٰ کی یاد کے لیے دل بے چین رہتا ہو، نہ کسی سے ملنے کو دل چاہتا ہو نہ کسی سے بات کرنے کو گویا یہ حال بنا ہوا ہو ؎

مجھے دوست چھوڑ دیں سب کوئی مہرباں نہ پوچھے
مجھے میرا رب ہے کافی مجھے کل جہاں نہ پوچھے
شب وروز میں ہوں مجذوب اور یاد اپنے رب کی
مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے مجھے کوئی ہاں نہ پوچھے

لوگوں کو تبلیغ کرنے میں طبیعت پر بہت بوجھ پڑتا ہو مگر مالک کے حکم کی تعمیل میں مجبوراً تبلیغ کر رہا ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کی تبلیغ اور دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول ہیں۔

اور اگر خلوت میں بیٹھنے سے دل گھبراتا ہو، ہر وقت لوگوں میں تبلیغ اور بیان کرنے کا شوق چڑھا رہتا ہو تو یہ اس کی علامت ہے کہ اس کی دینی خدمات قبول نہیں، اس لیے کہ وہ یہ خدمات اللہ کے لیے نہیں کر رہا، اللہ کے قانون کی خلاف ورزی کر کے اپنے نفس کے لیے کر رہا ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت اور اصل مذاق یہ تھا:

حُبب الیہ الخلاء

''اللہ تعالیٰ نے آپ کے لیے خلوت کو محبوب بنا دیا تھا۔''

تبلیغ کے لیے لوگوں میں بیٹھنا آپ کو طبعاً بہت گراں تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوا:

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ (۱۸:۲۸)

''اور آپ اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں۔''

یعنی ہم جانتے ہیں کہ لوگوں میں بیٹھنا آپ پر گراں ہے، اس لیے آپ کو حکم دیا جاتا ہے کہ تبلیغ کی خاطر اپنی طبیعت پر جبر کر کے لوگوں کے ساتھ بیٹھا کریں۔

دل تو ہر وقت بلاواسطہ محبوب کے دیدار کے لیے بے چین ہے مگر اس کا حکم ہے کہ دوسروں تک میری باتیں پہنچاؤ، اس لیے محبوب کے حکم کی تعمیل میں اپنی خواہش کو فنا کر دیتے ہیں ؎

ارید وصالہ ویرید ھجری

فاترک ما ارید لما یرید

''میں تو محبوب کا وصال چاہتا ہوں اور محبوب میرا فراق چاہتا ہے پس میں اپنی خواہش کو محبوب کی خواہش پر قربان کرتا ہوں۔'' ؎

نہ دیکھا جائے گا خون تمنا اپنی آنکھوں سے

مگر تیرے لیے جانِ تمنا یہ بھی دیکھیں گے

اخلاص وقبول کی چوتھی علامت

دینی خدمات قوانین شریعت کے مطابق ہوں:

دنیا میں انسان جو کام بھی کرتا ہے خواہ دنیا کا کام ہو یا دین کا، اللہ تعالیٰ کی جو

عبادت بھی کرتا ہے اور شریعت کے جس حکم کی بھی تعمیل کرتا ہے ان سب کاموں، عبادتوں اور احکام کو بجالانے کے کچھ قوانین مقرر ہیں، اللہ تعالیٰ نے انسان کو ان قوانین کا پابند بنایا ہے، اس کی مرضی اور طبیعت کے حوالہ نہیں کر دیا ہے کہ جس طرح دل میں آئے اسی طرح کرو، فرمایا:

اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَکَ سُدًی o (۳۶:۷۵)

''کیا انسان خیال کرتا ہے کہ اسے یونہی مہمل چھوڑ دیا جائے گا۔''

ہر کام کرتے وقت انسان یہ سوچتا رہے کہ میں قانون کا بندہ ہوں، اللہ تعالیٰ کے بنائے ہوئے قوانین سے سرمو برابر بھی میں ادھر ادھر نہیں جا سکتا، اگر ان قوانین کے مطابق کام کیا تو اللہ تعالیٰ کی مدد شامل حال ہوگی، ان کی رضا حاصل ہوگی، مقصد میں کامیابی حاصل ہوگی، اور اگر بالفرض قانون پر چلنے سے کام نہیں بنا بلکہ بگڑ گیا، ہوا ہی نہیں تو پھر بھی میں کامیاب ہوں، اس لیے کہ میری کامیابی اسی میں ہے کہ مالک کے قوانین کے خلاف نہ کروں، اگر قوانین کے خلاف کر کے میں نے ساری دنیا بھی فتح کر لی تو آخرت میں جہنم میں پھینکا جاؤں گا، وہاں یہ نہیں پوچھا جائے گا کہ کام کتنا کیا؟ وہاں تو یہ پوچھا جائے گا کہ ہمارے قوانین کے مطابق کیا یا نہیں؟

لہٰذا جو لوگ اللہ تعالیٰ کے دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اگر وہ قوانین کی پابندی کرتے ہوئے دین کا کام کرتے ہیں تو ان کی دینی خدمات قبول ہیں اور اگر اپنے دل میں جو کچھ آیا اس کے مطابق کر لیا، قوانین کی رعایت نہیں کرتے، تو وہ اپنے نفس کے بندے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندے نہیں، ان کی دینی خدمات اپنے نفس کے لیے ہیں اللہ تعالیٰ کے لیے نہیں، ان کی تبلیغ قبول نہیں، خواہ وہ تبلیغ اہل مدرسہ کی ہو، اہل سیاست کی ہو، اہل خانقاہ کی ہو یا جنہیں ''تبلیغی'' کہتے ہیں ان کی ہو، کسی کی بھی قبول نہیں، وہاں کسی کی رعایت نہیں سب کے لیے اللہ تعالیٰ کا ایک ہی قانون ہے۔

اب نمبروار اللہ تعالیٰ کے قوانین بتاتا ہوں۔ جو لوگ دین کے کام میں لگے ہوئے ہیں وہ انہیں سامنے رکھ کر اپنے حالات کا جائزہ لیتے رہیں اور سوچیں کہ ان کی دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے لیے ہو رہی ہیں یا اپنے نفس کے لیے۔

دینی کام کرنے والوں کے لیے شریعت کے قوانین

پہلا قانون، کسی بھی مصلحت سے چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی جائز نہیں:

پہلا قانون اللہ تعالیٰ کا یہ ہے کہ تم ہمارے دین کی خدمت کرو لیکن دین کی خدمت کے لیے ہمارے قوانین میں کہیں بھی تمہیں ترمیم کرنے کی اجازت نہیں، ہم نے دین کو قیامت تک کے لیے مکمل کردیا ہے، قیامت تک ہونے والے واقعات مصلحتیں، حکمتیں سب ہماری نظر میں ہیں۔

کہیں کسی کو یہ اختیار نہیں کہ وہ کسی مصلحت سے اللہ تعالیٰ کے قوانین میں کوئی تبدیلی کرے یا کسی مصلحت سے کسی قانون کو چھوڑ دے یا کوئی گناہ کرلے یا کسی کے ساتھ گناہ میں شریک ہوجائے، اس کی کوئی گنجائش نہیں، خواہ وہ مصلحت لوگوں کو دعوت و تبلیغ میں جوڑنے کی ہو، اہل سیاست کی سیاسی مصلحت ہو، اہل مدرسہ کے لیے مدرسہ کو باقی رکھنے کی مصلحت ہو، کسی بھی مصلحت سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی جائز نہیں۔

اہل تبلیغ کا ایک غلط نظریہ:

بہت سے تبلیغ والے کہتے ہیں:

> ''لوگوں کو دین کی طرف بلانے کے لیے مصلحت کی خاطر گناہ کرنا جائز ہے۔ مصلحت سے گناہوں کی مجلس میں شامل ہوجاؤ، بدعات میں شریک ہوجاؤ، بینک والوں کی دعوتیں قبول کرلو، ان کی گاڑیوں میں بیٹھ جاؤ، یہ سارے گناہ مصلحت کی خاطر جائز ہیں بلکہ ایسا کرنے میں ثواب ہے۔''

کسی مصلحت کی خاطر گناہ کے جائز ہونے میں تین قسم کے نظریات ہوسکتے ہیں:

(۱) کسی کا نظریہ یہ ہوسکتا ہے کہ لوگوں کو اسلام کی دعوت دینے کے لیے سارے ہی گناہ جائز ہوں۔ کفر، شرک، بدعت، زنا، چوری، ڈکیتی، شراب پینا، خنزیر کھانا، ناحق

قتل کرنا، یہ سارے گناہ حلال ہوجائیں۔

میرے خیال میں یہ نظریہ کسی کا نہیں ہوسکتا، لیکن گناہوں کو حلال کرنے کی جو رَو چل رہی ہے اس سے خطرہ ضرور ہے کہ کہیں آیندہ لوگوں کا یہی نظریہ نہ بن جائے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو محفوظ رکھیں، آمین۔

② دوسرا نظریہ یہ ہے کہ دین کی کسی بھی مصلحت کی خاطر چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی جائز نہیں۔

یہ وہ حقیقت ہے جو میں ہمیشہ بتاتا رہتا ہوں کہ کسی حال میں بھی کسی مصلحت سے بھی کوئی گناہ جائز نہیں ہوسکتا، دعوت کا وہ طریقہ ہی ناجائز ہے جس میں گناہوں کے ذریعے لوگوں کو اسلام کی دعوت دی جائے، وہ دعوت خود ہی گناہ ہے۔ (آگے یہ مضمون تفصیل سے آرہا ہے، مرتب)

③ تیسرا نظریہ یہ ہوسکتا ہے کہ مصلحت کی خاطر بعض گناہ تو جائز ہوجاتے ہیں اور بعض نہیں ہوتے۔

جن لوگوں کا یہ نظریہ ہے وہ یہ بتائیں کہ اس کا ان کے پاس کوئی معیار بھی ہے کہ کون سے گناہ جائز ہوجاتے ہیں اور کون سے ناجائز؟ بینک، انشورنس اور کسٹم جیسی حرام آمدنی والوں کے یہاں کھانے پینے کو تو ان لوگوں نے حلال کردیا، تو زنا، شراب، خنزیر اور مردار وغیرہ کیوں حلال نہیں؟ بتائیے! ان میں اور اُن میں کوئی فرق ہے؟ یہ بھی حرام وہ بھی حرام، بلکہ سود کی حرمت تو دوسری حرام چیزوں سے زیادہ ہے، جس کے دین کی دعوت دے رہے ہیں ان کا ارشاد سُن لیجیے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

”سود کا ایک درہم چھتیس زنا سے بدتر ہے۔“ (مسند احمد)

دوسرا ارشاد:

”سود میں تہتّر گناہ ہیں ان میں سے سب سے چھوٹا گناہ اپنی ماں سے زنا کرنے کے برابر ہے۔“ (حاکم علی شرط الشیخین)

تیسرا ارشاد:

''مجھے شب معراج میں ایک ایسی قوم کے پاس لے جایا گیا جن کے پیٹ اتنے بڑے تھے جیسے کمرے، ان میں بڑے بڑے سانپ تھے جو ان کے پیٹ کے باہر سے نظر آ رہے تھے۔ میں نے کہا اے جبرئیل! یہ کون لوگ ہیں، انہوں نے کہا کہ یہ لوگ سود کھانے والے ہیں۔'' (مسند احمد)

مجالس بدعات، میلاد، قرآن خوانی، تیجہ، چالیسواں میں شرکت کو بھی جائز کر دیا، بدعت جتنا بڑا گناہ تو دنیا میں ہو ہی نہیں سکتا، اگر دین کی تبلیغ کی خاطر بدعات میں شامل ہونا جائز ہو گیا تو ہر بڑے سے بڑا گناہ جائز ہو گیا، پھر یہ تبلیغ دین کی نہ رہی گناہ کی تبلیغ ہو گئی، ہونا تو یہ چاہیے کہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑیں، مگر یہ خود ان لوگوں کے ساتھ جڑ رہے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے کٹے ہوئے ہیں۔ یہ بھی سوچیں کہ آپ کے اس رویہ سے ان لوگوں پر آپ کی تبلیغ کا کیا اثر ہوگا؟ آپ خود ہی گناہ نہیں چھوڑ رہے تو وہ کیسے چھوڑیں گے؟

اہل تبلیغ سے تین باتیں:

ایسے تبلیغی لوگوں سے میں تین باتیں کہتا ہوں، ان پر خوب غور کریں ع

شاید کہ اُتر جائے کسی دل میں مری بات

وہ تین باتیں یہ ہیں:

① کیا تبلیغ کی غرض سے جوڑ پیدا کرنے کے لیے ہر قسم کے گناہ جائز ہیں؟ کفر، شرک، بدعت، زنا، شراب، جوا، سود، رشوت، بے پردگی، بے حیائی، تصویر اور ٹی وی کی لعنت، چوری، ڈکیتی وغیرہ ہر قسم کی بدمعاشی اور فحاشی، کیا بغرض تبلیغ یہ سب کچھ جائز ہو جاتا ہے؟ اگر نہیں تو پھر کوئی معیار بتائیے کہ فلاں فلاں گناہ ناجائز ہیں اور باقی جائز۔

② آپ جب فساق و فجار کے ساتھ گناہوں میں شریک ہوتے ہیں تو آپ ان کو رحمٰن سے نہیں جوڑ رہے بلکہ خود ان کے ساتھ مل کر شیطان سے جڑ رہے ہیں، ان کو اپنے

ساتھ ملا کر جنت میں نہیں لے جا رہے بلکہ خود ان کے ساتھ مل کر جہنم میں جا رہے ہیں۔

③ جب آپ اپنی مقدس صورت لے کر لوگوں کے ساتھ گناہوں میں شامل ہوں گے تو آپ کے اس رویہ کی وجہ سے وہ لوگ دو خرابیوں میں سے ایک میں ضرور مبتلا ہوں گے:

① اوّلاً تو وہ یہ اثر لیں گے کہ جب دنیا بھر میں دعوت و تبلیغ کا کام کرنے والے پارسا حضرات بھی ان بدعات، منکرات اور فواحش سے نہیں بچتے تو یہ ان چیزوں کے حلال و جائز ہونے کی دلیل ہے۔ پہلے تو وہ لوگ ان محرمات کو حرام سمجھتے ہوئے ان کا ارتکاب کرتے تھے، شاید کبھی توبہ و استغفار کی توفیق ہو جاتی ہو، کم از کم ندامت تو ہوتی ہی ہو گی، مگر آپ کے جوڑ کے بعد تو سب کچھ حلال ہی ہو گیا، ایسے حالات میں فواحش سے بچنے یا ندامت اور توبہ استغفار کی ضرورت ہی نہ رہی۔

② اگر انہوں نے محرمات کو حلال سمجھنے کا سبق آپ سے نہ بھی پڑھا تو کم از کم اتنا اثر تو لازماً لیں گے کہ محرمات و فواحش کو بہت خفیف اور بہت ہلکے سمجھنے لگیں گے، اور یہ عقیدہ رکھیں گے کہ انسان بڑے سے بڑے گناہوں کے ارتکاب کے باوجود بھی پورا دین دار اور کامل مسلمان بلکہ دین اسلام کا داعی بھی بن سکتا ہے۔

پھر وہ بھی جماعت میں داخل ہو جائیں گے، آپ تو پہلے ہی سے ان کو جوڑنے کی خاطر خوب گناہ کر رہے تھے، اب وہ بھی گناہوں سے تائب ہوئے بغیر آپ کے ساتھ مل گئے، بلکہ دوسروں کو جوڑنے کے لیے اور بھی زیادہ گناہ کریں گے، اس طرح تو تبلیغ دین کرنے والی یہ پوری جماعت فساق و فجار ہی کی بن کر رہ جائے گی۔

خدارا ذرا سوچیے کہ پھر یہ دین کی تبلیغ ہو گی یا فسق و فجور اور بدعات و منکرات کی؟

تبلیغ کی خاطر گناہوں میں شریک ہونے والوں کی مثال:

جو لوگ تبلیغ کی خاطر گناہوں میں شریک ہو جاتے ہیں ان کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص سمندر میں ڈوب رہا ہو، اسے بچانے والا یا تو کوئی ماہر تیراک ہو یا اس کے پاس کوئی

کشتی ہو پھر تو وہ اسے ڈوبنے سے بچالے گا، ورنہ جو شخص اسے بچانے کی خاطر خود بھی اس کے ساتھ سمندر میں بہتا چلا جائے وہ اسے بچانے کی بجائے خود بھی ڈوبے گا، اسی طرح جو لوگ کسی کو گناہ میں مبتلا دیکھ کر اسے گناہ سے نکالنے کی بجائے خود بھی اس کے ساتھ گناہوں میں شریک ہو جاتے ہیں وہ اسے جہنم سے بچانے کی بجائے خود ہی جہنم میں گرے جا رہے ہیں۔

ایک پیر صاحب کا واقعہ:

پنجاب سے ایک مشہور پیر صاحب کراچی آئے ہوئے تھے جو تبلیغ میں بھی بہت چلّے لگاتے ہیں، جس مکان میں وہ ٹھہرے ہوئے تھے ان گھر والوں کے ساتھ ٹی وی دیکھتے ہوئے کسی نے انہیں دیکھ لیا، پوچھا آپ کو تو چاہیے کہ انہیں روکیں، آپ خود ہی ان کے ساتھ گناہ میں شریک ہیں؟ وہ پیر صاحب کہنے لگے:

''ہم اگر ان لوگوں کے ساتھ شریک نہ ہوں تو ان کی اصلاح کیسے ہوگی؟''

آج کے پیر گناہوں میں شریک ہونے کو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بتا رہے ہیں، دوسروں کو جہنم سے بچانے کی خاطر خود جہنم کا ایندھن بن رہے ہیں۔

اہل مدارس کا غلط نظریہ:

اہل مدارس بھی بہت سے ناجائز اور حرام کام مصلحت کی خاطر کر لیتے ہیں، جب ان سے کہا جائے کہ یہ کام تو ناجائز ہے تو جواب میں کہتے ہیں کہ اس میں مدرسہ کی مصلحت ہے۔

مدارس تو اس لیے ہیں کہ دین کی حفاظت ہو، دین کے ایک مسئلہ کی خاطر ہزاروں مدارس بلکہ دنیا بھر کے مدارس قربان ہو جائیں، لیکن یہاں مدرسہ کی حفاظت اور مصلحت کی خاطر دین کو قربان کیا جا رہا ہے، معلوم ہوا کہ اللہ کے لیے کام نہیں کر رہے اپنی نفس پرستی اور تن پرستی کے لیے کام کر رہے ہیں۔

جو لوگ اللہ کے لیے دین کا کام کرتے ہیں ان کے اعمال اور نظریے کیسے ہوتے ہیں؟

اللہ کے لیے کام کرنے والوں کے حالات:

دارالعلوم دیوبند کا واقعہ ہے، قصبہ دیوبند میں ایک شخص صاحب ثروت اور بااثر رہا کرتا تھا لیکن وہ صالح اور نیک نہیں تھا، اس نے ایک بار یہ مطالبہ شروع کر دیا کہ اسے دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا رکن بنایا جائے۔

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ اس وقت دارالعلوم کے سرپرست تھے، وہ اسے رُکن بنانے پر آمادہ نہ ہوئے، مدرسہ کی شوریٰ کا رُکن تو صالح لوگوں کو بنایا جاتا ہے۔

حضرت تھانوی قدس سرہٗ فرماتے ہیں:

''میں نے حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی خدمت میں لکھا کہ حضرت میری یہ رائے ہے کہ اسے رُکن بنالیا جائے، اسے رُکن بنانے میں کوئی نقصان نہیں، اس لیے کہ فیصلہ تو کثرت رائے سے ہوگا اور اکثریت ہم لوگوں کی ہے، اور اسے رکن نہ بنانے میں دارالعلوم کو سخت نقصان پہنچنے کا خطرہ ہے کیونکہ یہ بہت شریر ہے مال و دولت والا بھی ہے اور اثر ورسوخ والا بھی، دارالعلوم کو نقصان پہنچائے گا، اس لیے مصلحت اسی میں ہے کہ اسے رُکن بنالیا جائے۔''

حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کا جواب سنیے اور دلوں میں اتار لیجیے، اللہ کرے کہ دلوں میں اُتر جائے، بات سمجھ میں آجائے، فرمایا:

''میں اسے ہرگز رکن نہیں بناؤں گا، اس لیے کہ اسے رُکن بنانے کی صورت میں جب اللہ تعالیٰ کے ہاں پیشی ہوگی، اگر اللہ تعالیٰ نے پوچھ لیا کہ نالائق کو رُکن کیوں بنایا؟ تو میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں، اور اگر میں نے اسے رُکن نہیں بنایا تو اوّلاً تو یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون اور مرضی کے مطابق کام کرنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی مدد ہوگی، دارالعلوم کو ترقی ہوگی نقصان نہیں پہنچے گا، جس کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہو اسے کوئی نقصان پہنچائے!

اللہ کو ساتھ لینے والے کو کبھی دنیا کا کوئی فرد بلکہ پوری دنیا کے لوگ مل کر بھی کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے۔

اور اگر بالفرض کوئی نقصان پہنچا بھی تو زیادہ سے زیادہ یہی ہوسکتا ہے کہ دار العلوم بند ہو جائے گا۔

اسے رُکن نہ بنانے سے اگر دار العلوم بند ہو گیا تو قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ کے سامنے پیشی اور سوال ہوگا کہ ایسا کیوں کیا؟ تو میں جواب میں یہ کہہ سکوں گا:

''یا اللہ! میں نے تیرے قانون کے مطابق کام کیا، غیر صالح کو رُکن نہیں بنایا، دار العلوم میرا تو تھا نہیں تیرا ہی تھا، اس کا چلانا اور بند کرنا تیرے قبضۂ قدرت میں تھا، جب تو نے اسے نہیں چلایا تو ہم کون ہوسکتے ہیں چلانے والے؟''

جو لوگ اللہ کے لیے دین کا کام کرتے ہیں، جن کے دلوں میں اخلاص، فکرِ آخرت اور حساب و کتاب کا خوف ہوتا ہے وہ دین کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ کی حفاظت میں بڑی سے بڑی مصلحت کو قربان کر دیتے ہیں۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ کی استقامت کا یہ ثمرہ نکلا کہ وہ شخص چیختا چلاتا رہ گیا اور دار العلوم کا کچھ بھی نہ بگاڑ سکا بلکہ دار العلوم ترقی پہ ترقی کرتا چلا گیا۔ (اہل مدارس کی بدعنوانیوں کے بارے میں حضرت والا کا ایک مستقل وعظ بھی ہے، بنام ''مدارس کی ترقی کا راز''۔ مرتب)

اہل سیاست کا غلط نظریہ:

اہل سیاست بھی اپنے خیال میں دین کی تبلیغ اور خدمت کر رہے ہیں، مگر اپنی سیاسی مصلحت کے لیے بہت سے ناجائز و حرام کاموں کا ارتکاب کر لیتے ہیں، جب ان سے کہا جاتا ہے کہ یہ ناجائز کام آپ کیوں کرتے ہیں؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اس میں ہماری سیاسی مصلحت ہے جب ہماری حکومت ہو جائے گی تو ہم پورے ملک میں مکمل اسلام نافذ کر دیں گے۔ اپنے اس غلط نظریئے کے لیے یہ لوگ ایک حدیث سے غلط استدلال بھی کرتے رہتے ہیں۔

غلط استدلال اور اس کا جواب:

بعض سیاسی لوگ اس واقعہ سے استدلال کرتے ہیں:

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت اللہ کی تعمیر جدید کا خیال تھا، اس طرح کہ نیچے سے چبوترا نکال کر اسے زمین کے برابر کر دیا جائے، اور مشرق کی طرح مغرب کی طرف ایک دروازہ کھول دیا جائے اور حطیم کو بھی بیت اللہ میں داخل کر دیا جائے۔

مگر چونکہ بہت سے لوگ نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، انہیں اپنے آباء واجداد کی پرانی تعمیر سے محبت تھی، اس لیے نئی تعمیر سے خطرہ تھا کہ بہت سے لوگ اسلام کو چھوڑ دیں گے اور جو لوگ ابھی تک اسلام نہیں لائے ان میں نفرت پیدا ہو جائے گی کہ انہوں نے ہمارے آباء واجداد کی تعمیر گرادی، اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا یہ ارادہ ترک فرما دیا۔''

اس واقعہ سے اہل سیاست یہ استدلال کرتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مصلحت اور حکمت کی بناء پر دین کا کتنا بڑا کام چھوڑ دیا۔

اہل سیاست کا یہ استدلال بالکل غلط ہے، اس لیے کہ پرانی تعمیر کو گرا کر نئی تعمیر کرنے کا تعلق شریعت کے کسی مسئلہ سے نہیں تھا بلکہ یہ اُمور انتظامیہ سے تھا، بیت اللہ کی جدید تعمیر سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصد محض بیت اللہ کو وسیع کرنا اور لوگوں کو سہولت پہنچانا تھا، شریعت کا کوئی مسئلہ اس سے متعلق نہ تھا۔

حضور اکرم ﷺ نے اللہ کے حکم کے سامنے تمام مصلحتیں قربان کر دیں:

البتہ جہاں شریعت کا کوئی مسئلہ اور اللہ تعالیٰ کا حکم سامنے آیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت تمام مصلحتوں کو قربان کر دیا، اس کی چند مثالیں سنئے:

① حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے متبنٰی تھے جسے ’’لے پالک‘‘ کہتے ہیں، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنا منہ بولا بیٹا بنایا تھا، انہوں نے اپنی بیوی حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو طلاق دیدی، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خیال آیا کہ ان سے نکاح کرلیا جائے، مگر ایک بہت بڑی دینی مصلحت سامنے آئی کہ لوگ اس زمانے میں اپنے منہ بولے بیٹے کی بیوی کو اپنی حقیقی بہو کی طرح حرام سمجھتے تھے، اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرلیا تو لوگ بداعتقاد اور بدظن ہوجائیں گے کہ یہ کیسا نبی ہے جو اپنی بہو سے نکاح کررہا ہے۔ ممکن ہے کہ جو لوگ ابھی نئے نئے مسلمان ہوئے ہیں اوران کا ایمان پختہ نہیں ہوا ہے وہ اسلام سے ہٹ جائیں، اور جو ابھی اسلام نہیں لائے وہ اسلام کی طرف آنے سے رک جائیں گے، تبلیغ اسلام کا بہت بڑا کام بند ہوجائے گا۔

مگر چونکہ یہ نکاح نہ کرنے سے کفار کے غلط عقیدہ کی تائید ہوتی جو اللہ کے قانون کے خلاف تھا کہ اللہ تعالیٰ نے منہ بولے بیٹے کی بیوی کو حلال کیا ہے اوران لوگوں نے اسے حرام کردیا تھا، اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے تنبیہ نازل ہوئی کہ ہمارے اس قانون کی حفاظت کے لیے تمام مصلحتوں کو قربان کرنا پڑے گا اور یہ نکاح ضرور کرنا پڑے گا خواہ کوئی اسلام لائے یا نہ لائے اور خدانخواستہ اسلام کی طرف آئے ہوئے مسلمان سارے کافر ہی کیوں نہ ہوجائیں، اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر کھلے الفاظ میں قرآن کریم میں حکم فرمادیا کہ یہ نکاح لازماً کرنا پڑے گا اور نہ کرنے کی مصلحت سوچنے پر بہت سخت تنبیہ فرمائی، یہاں یہ بات بھی خیال میں رکھنے کی ہے کہ اسلام میں منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح کرنا کوئی فرض واجب نہیں، صرف جائز ہی تو ہے، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے اتنی سختی سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا حکم فرمایا جیسے کسی بہت اہم فرض کا حکم دیا جاتا ہے۔

اس سے اسی حقیقت کو واضح کرنا اوراس کا اعلان کروانا مقصود تھا کہ کسی بڑی سے

بڑی مصلحت کی خاطر اللہ کے کسی قانون کو نہیں توڑا جا سکتا۔ اہل سیاست، اہل مدارس اور تمام تبلیغ کے کام کرنے والوں کو اس واقعہ سے سبق حاصل کرنا چاہیے کہ وہ اپنی جماعت، اپنی تنظیم اور اپنے ادارے کی چھوٹی چھوٹی مصلحتوں کی خاطر اللہ تعالیٰ کے کتنے قوانین کو توڑ رہے ہیں، جو لوگ اہل بصیرت اور معرفت ہوتے ہیں وہ تو یہ فرماتے ہیں:

''دین کے چھوٹے سے چھوٹے مسئلہ کے سامنے دنیا بھر کی مصالح کو مصالحے کی طرح پیس ڈالو، مصالحے کو جتنا زیادہ پیسا جاتا ہے سالن اتنا ہی زیادہ لذیذ بنتا ہے۔''

② دوسرا قصہ سنیے! حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رؤساء مشرکین سے مخاطب تھے، ایک نابینا صحابی حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہ حاضر ہوئے اور کوئی مسئلہ دریافت کرنے لگے، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی طرف توجہ نہ فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسے وقت میں ان کے سوال کرنے سے ناگواری ہوئی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک میں یہ مصلحت تھی:

''یہ تو اپنے ہی ہیں، انہیں استفادہ کا دوسرا موقع بھی مل سکتا ہے، ان مشرکین رؤساء کو سمجھانے کا یہ موقع غنیمت ہے، ممکن ہے کہ یہ لوگ ایمان لے آئیں ان سے اسلام کو بہت ترقی ہوگی۔''

مگر چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ دستور اور قانون ہے:

''جن لوگوں کے دلوں میں طلب ہو ان کی زیادہ رعایت کی جائے اور انہیں ان لوگوں پر مقدم رکھا جائے جن میں طلب نہیں۔''

اس لیے اللہ تعالیٰ کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ عمل پسند نہ آیا اور سورۂ عبس میں اس پر بہت سخت تنبیہ فرمائی:

عَبَسَ وَتَوَلّٰی o اَنْ جَآءَهُ الْاَعْمٰی o وَمَا یُدْرِیْکَ لَعَلَّهٗ یَزَّکّٰی o

اَوْ یَذَّکَّرُ فَتَنْفَعَهُ الذِّکْرٰیo اَمَّا مَنِ اسْتَغْنٰیo فَاَنْتَ لَهٗ تَصَدّٰیo وَمَا عَلَیْکَ اَلَّا یَزَّکّٰیo وَاَمَّا مَنْ جَآءَکَ یَسْعٰیo وَهُوَ یَخْشٰیo فَاَنْتَ عَنْهُ تَلَهّٰیo (۸۰:۱تا۱۰)

''پیغمبر چیں بجبیں ہو گئے اور متوجہ نہ ہوئے، اس بات سے کہ ان کے پاس نابینا آیا، اور آپ کو کیا خبر شاید وہ سنور جاتا یا نصیحت قبول کرتا تو اس کو نصیحت کرنا فائدہ پہنچاتا، پھر جو شخص بے پروائی کرتا ہے آپ اس کی تو فکر میں پڑتے ہیں حالانکہ آپ پر کوئی الزام نہیں کہ وہ نہ سنورے اور جو شخص آپ کے پاس دوڑتا ہوا آتا ہے اور وہ ڈرتا ہے آپ اس سے بے اعتنائی کرتے ہیں۔''

جو لوگ عربی جانتے ہیں اور انہیں قرآن فہمی کی کچھ صلاحیت ہے وہی سمجھ سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کتنی سخت تنبیہ فرمائی ہے، ان آیتوں کے نزول کے وقت حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک پر کیا گزری ہوگی، اتنی سخت تنبیہ کیوں فرمائی گئی؟ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کے قانون کے مقابلہ میں مصلحت کو ترجیح دی جارہی تھی۔

اس واقعہ سے بھی دین کے کام کرنے والوں کو سبق اور عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ اللہ کے قانون سے مصلحت کو مقدم کرنے پر جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اتنی سخت تنبیہ کی گئی تو آج جو یہ لوگ معمولی معمولی مصلحتوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے قوانین کی کھلی خلاف ورزی کر رہے ہیں وہ کیا آخرت میں اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچ جائیں گے اور دنیا میں ان کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہوگی؟ ہرگز ہرگز نہیں!

دوسرا قانون، کسی گناہ کو دیکھ کر روکنا فرض ہے:

اب دوسرا قانون سنیے! میں نے پہلا قانون تو یہ بتایا ہے کہ کسی بڑی سے بڑی مصلحت کی خاطر کوئی چھوٹے سے چھوٹا گناہ کرنا بھی جائز نہیں، یہ دوسرا قانون اس سے

بھی بڑا ہے، خود کسی گناہ میں مبتلا ہونا تو درکنار دوسروں کو گناہوں سے روکنا فرض ہے، اگر آپ کسی قسم کی کوئی متعدی خدمت انجام دے رہے ہوں یا تبلیغ کے کسی شعبے سے وابستہ ہوں تو امر بالمعروف اور نیکی کی تبلیغ کے ساتھ نہی عن المنکر اور برائیوں سے بچنے کی تبلیغ بھی فرض ہے، اگر صرف امر بالمعروف کرتے رہے اور برائیوں سے بچنے کی تبلیغ نہیں کی تو آپ نے ایک فرض تو اداء کر دیا لیکن دوسرے فرض کے تارک رہے، آپ کی یہ خدمت اور تبلیغ نامکمل ہے، اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جہاں بھی امر بالمعروف کا حکم فرمایا ہے ساتھ ہی نہی عن المنکر کا حکم بھی فرمایا ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۳:۱۱۰)

’’تم لوگ اچھی جماعت ہو کہ وہ جماعت لوگوں کے لیے ظاہر کی گئی ہے تم لوگ نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو۔‘‘

اَلْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ (۹:۱۱۲)

’’نیک باتوں کا حکم دینے والے اور بری باتوں سے باز رکھنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدود کی حفاظت کرنے والے۔‘‘

البتہ نہی عن المنکر کے مختلف درجات اور مختلف طریقے ہیں جن کا بیان شروع میں تفصیل سے ہو چکا ہے۔

تیسرا قانون، دین کے دوسرے شعبوں میں کام کرنے والوں کو حقیر سمجھنا جائز نہیں:

یہ مضمون شروع میں تفصیل سے بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے کام مختلف شعبوں میں تقسیم کر رکھے ہیں اور یہ تقسیم کار دنیا کا اجماعی قانون بھی ہے اور عقل

کے مطابق بھی، اس کے خلاف کرنا عقل اور دین دونوں کے خلاف کرنا ہے، دین کے کسی ایک شعبے والوں کے لیے کسی دوسرے شعبے والوں کو حقیر یا بیکار سمجھنا جائز نہیں، اگر کوئی ایسا سمجھے تو اس کی دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔

اب اندازہ لگائیے کہ دینی کام کرنے والی کتنی جماعتیں اس قانون کی پابندی کررہی ہیں؟

اہل سیاست کہتے ہیں کہ فریضۂ اسلام تو صرف ہم ہی اداء کررہے ہیں۔
اہل تبلیغ کہتے ہیں کہ تبلیغ کا حق تو صرف ہم ہی اداء کررہے ہیں۔
اہل مدارس کہتے ہیں کہ دین کی حفاظت تو صرف ہم کررہے ہیں۔

اس طرح کہنے والے اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑ رہے ہیں، ایسے لوگ دین کے کام اللہ کے لیے نہیں کررہے اپنے نفس کے لیے کررہے ہیں۔

اگر ایک ہی مدرسہ میں ایک استاذ بچوں کو اب ت پڑھاتا ہو اور ایک استاذ صحیح بخاری پڑھاتا ہو، اگر صحیح بخاری کا استاذ اپنے آپ کو بچوں کے استاذ سے افضل سمجھنے لگے اور یہ سمجھے کہ دین کی خدمت کا حق تو میں ہی اداء کررہا ہوں یہ تو یونہی بے کار ہے، تو یہ استاذ نفس پرست کہلائے گا۔ اس میں اخلاص نہیں، اس لیے کہ سب ایک ہی مشین کے پرزے ہیں۔ اگر اب ت پڑھانے والا پرزہ نہ ہوتا تو یہ صحیح بخاری کیسے پڑھاتا؟ ہوسکتا ہے کہ اس اب ت پڑھانے والے استاذ کا درجہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کے اخلاص اور محنت کی وجہ سے اس شیخ الحدیث سے زیادہ ہو۔

اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو دین کے جس شعبے اور منصب پر دین کی خدمت کرنے کی توفیق عطاء فرمائی ہے یہ محض ان کا کرم ہے، اگر کسی ایک شعبے یا منصب والا کسی دوسرے شعبے اور منصب والوں کو حقیر سمجھے گا تو اس کے لیے آخرت کا عذاب تو ہے ہی، کچھ بعید نہیں کہ دنیا ہی میں اس پر یہ وبال پڑے کہ اللہ تعالیٰ اسے ان دینی خدمات سے محروم کردیں۔

دین کے کام میں جو لگ جاتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا سرکاری ملازم بن جاتا ہے، سرکاری ملازم اگر بھنگی ہو تو وہ بھی سرکاری ملازم ہے اور اگر وزیر ہے تو وہ بھی سرکاری ملازم۔ فرق مراتب ضرور ہے مگر ہیں تو دونوں ہی سرکاری، سرکاری ملازم خواہ ادنیٰ درجہ کا ہی ہو تو بھی اس کی تحقیر کی اجازت نہیں، بلکہ جو جس قدر بلند منصب پر ہوتا ہے اسی قدر وہ سرکار سے زیادہ ڈرتا ہے، اس پر گرفت زیادہ ہوتی ہے۔ جب دین کے تمام شعبوں میں کام کرنے والے سرکاری ملازم ٹھہرے تو کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اپنے کو افضل سمجھے اور دوسروں کو حقیر؟ جب اللہ کے عام بندوں کو حقیر سمجھنا جائز نہیں تو جو لوگ دین کی خدمت میں لگے ہوئے ہیں اور سرکاری آدمی ہیں انہیں حقیر سمجھنا کیسے جائز ہوگا؟ دنیا کی حکومت میں تو یہ ظلم چل سکتا ہے مگر اللہ تعالیٰ تو دلوں میں چھپے ہوئے خیالات کو بھی جانتے ہیں، وہاں یہ ظلم نہیں چل سکتا۔ دنیا میں اگر اس کی کوئی سزا نہ ملی تو اصل دار الجزاء تو آخرت ہے، اپنی خدمات کو یہ بہت بڑی خدمت اور جنت کا سامان سمجھ رہا ہے، وہاں جنت کی بجائے جہنم میں پھینکا جائے گا۔

حاصل یہ کہ دین کے کام کرنے والے ایک دوسرے کو حقیر سمجھنے کی بجائے آپس میں محبت اور ایک دوسرے کے کام میں مدد و تعاون کا تعلق رکھیں، دوسروں کو اچھا سمجھیں، ان کے کاموں کی تحسین کریں، اگر ایسا نہیں تو یہ اللہ کے قانون کے خلاف ہے، ایسی دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔

ایک بہت اہم دُعاء کا معمول:

میرا اس دُعاء کا معمول ہے:

''یا اللہ! تیرا کوئی بھی بندہ دنیا کے کسی بھی کونے میں، تیرے دین کی کوئی بھی خدمت کر رہا ہو، تو اسے اخلاص عطاء فرما، اپنی رضا کے مطابق کام کرنے کی توفیق عطاء فرما، اس کی خدمت کو قبول فرما، اور اس میں برکت عطاء فرما۔

(برکت کا مطلب یہ کہ تھوڑی محنت سے تھوڑے وقت میں کام زیادہ لے لے)

اس خدمت کو اس کے لیے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک اس کے سب اکابر کے پورے سلسلے کے لیے تا قیامت صدقۂ جاریہ بنا۔

یا اللہ! پوری دنیا میں دین کے کام کرنے والوں کو، خواہ وہ دنیا میں کہیں بھی دین کی کوئی بھی خدمت کررہے ہوں، ان سب کو آپس میں تحابب، توادد، تعاون وتناصر کی نعمت وسعادت عطاء فرما، آپس میں تباغض، تنافر، تحاسد کے عذاب سے حفاظت فرما۔''

آپ حضرات بھی یہ دعاء مانگا کریں، اس کا معمول بنالیں، اللہ تعالیٰ توفیق عطاء فرمائیں۔

چوتھا قانون، اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی اصلاح کی فکر دوسروں سے زیادہ اہم ہے:

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تبلیغ کرکے دین دار بنانے اور فکر آخرت پیدا کرنے کی جتنی فکر اور کوشش آپ دوسروں کے لیے کرتے ہیں، اس سے زیادہ فکر اور کوشش اپنے اور اپنے قریبی رشتہ داروں کو دین دار بنانے پر کرنا زیادہ اہم اور زیادہ ضروری ہے، لوگوں کو تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بہت کرتے رہتے ہیں مگر خود ان باتوں پر کتنا عمل ہے؟ معمولی معمولی مصلحتوں کی خاطر گناہوں کی مجالس میں شریک ہوجاتے ہیں۔

یہودی دوسروں کو خوب تبلیغ کیا کرتے تھے مگر خود ان باتوں پر عمل نہیں کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس جرم اور گناہ پر یوں تنبیہ فرمائی:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتَابَ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۝ (۲:۴۴)

''کیا غضب ہے کہ کہتے ہو اور لوگوں کو نیک کام کرنے کو اور اپنی خبر نہیں لیتے حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے رہتے ہو تو پھر کیا تم اتنا بھی نہیں سمجھتے۔''

دوسری جگہ اہل ایمان کو تنبیہ فرماتے ہیں:

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَالَا تَفْعَلُوْنَ o كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ o (۶۱-۲،۳)

''اے ایمان والو! ایسی بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں، خدا کے نزدیک یہ بات بہت ناراضی کی ہے کہ ایسی بات کہو جو کرو نہیں۔''

یہ آیت اگرچہ دعوت وتبلیغ کے بارے میں نہیں بلکہ دعووں کے بارے میں ہے، مگر چونکہ دعوت وتبلیغ کا کام کرنے والا بھی زبان سے نہیں تو حال سے مدعی عمل ہوتا ہے اس لیے وہ بھی اس تنبیہ اور وعید میں داخل ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت عطاء فرمائی تو سب سے پہلے اپنے خاندان والوں کو تبلیغ کرنے کا حکم فرمایا:

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَتَكَ الْاَقْرَبِیْنَ o (۲۶:۲۱۴)

''اور آپ اپنے نزدیک کے کنبے کو ڈرایئے''

اس لیے اپنے قریبی رشتہ داروں اور بیوی بچوں پر دوسروں سے زیادہ محنت کریں، اور اپنا نفس تو سب سے زیادہ قریب ہے، اس پر ان سے بھی زیادہ محنت کریں۔

یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا ط (۶۶:۶)

''اے ایمان والو! اپنے کو اور اپنے گھر والوں کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔''

اس کا کوئی یہ مطلب نہ سمجھ لے کہ جب تک خود نہیں بنتے اور بیوی بچوں کو نہیں بنا لیتے اس وقت تک دوسروں کو تبلیغ نہیں کریں گے۔

یہ غلط ہے، تقدم اور تأخر کی دو قسمیں ہیں:

① زمانی ② رُتبی

یہاں اپنے نفس کو مقدم کرنا اور دوسروں کو مؤخر کرنا زمانی نہیں ہے کہ پہلے ایک

عرصہ اپنے اوپر محنت کرتے رہیں اس کے بعد دوسروں کو تبلیغ کریں، یہ صحیح نہیں اس لیے کہ یہاں اپنے نفس کو مقدم کرنے اور دوسروں کو مؤخر کرنے میں تقدم وتأخر زمانی نہیں رُتبی ہے، یعنی آپ کے دل میں جہنم اور اللہ تعالیٰ کے عذاب سے بچانے کی جتنی فکر دوسروں کے لیے ہے اپنے لیے یہ فکر نسبتاً زیادہ ہو۔ خود بھی بنیں اور دوسروں کو بھی بنائیں، دونوں کام ایک ہی زمانے میں کریں مگر اپنی فکر زیادہ ہو۔

اپنی فکر زیادہ ہے یا نہیں؟ یہ کیسے پتہ چلے؟ اس کے دو معیار ہیں:

① فکر استدراج:

دین کے کام کرنے کے بعد بھی اپنے آپ کو گناہ گار، عاجز اور ناقص سمجھتے ہیں، دینی خدمات کو اپنا کمال نہیں سمجھتے بلکہ اللہ تعالیٰ کا فضل وانعام سمجھتے ہیں، پھر استغفار بھی کرتے ہیں اور قبولیت کی دعاء بھی کرتے رہتے ہیں۔ ساتھ ساتھ یہ خطرہ بھی لگا رہتا ہے کہ معلوم نہیں ہماری یہ خدمات قبول بھی ہیں یا نہیں اور کہیں ہمارے اندر عجب وکبر کا خیال آ گیا، ہم ان خدمات کو اپنا کمال سمجھنے لگیں اور اللہ تعالیٰ کو آ گئی غیرت، تو ہمیں ان خدمات سے محروم نہ کردیں۔ (یہ مضمون تفصیل سے شروع میں بیان ہو چکا ہے۔ مرتب)

② محاسبۂ اعمال:

دینی باتیں جتنی دوسروں کے سامنے بیان کریں اس سے کہیں زیادہ اپنے طور پر خلوت میں سوچتے ہوں کہ ہم دوسروں کو جو تبلیغ کر رہے ہیں خود ہمارا ان پر عمل ہے یا نہیں؟ اپنے نقائص کو سوچ کر استغفار اور اللہ تعالیٰ سے دعائیں بھی کرتے ہوں۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ○ (۱۸:۵۹)

''اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو، اور ہر شخص یہ سوچا کرے کہ اس نے قیامت کے لیے کیا تیار کیا، اور اللہ سے ڈرو، یقیناً اللہ تعالیٰ تمہارے سب اعمال سے باخبر ہے۔''

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

حقیق بالمرء ان یکون له مجالس یخلو فیها ویذکر ذنوبه فیستغفر اللّٰه منها. (هب)

''انسان کے لیے کچھ خلوت کی مجلسیں ضروری ہیں جن میں وہ اپنے گناہوں کو یاد کر کے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کیا کرے۔''

صحیح بخاری میں امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیم واعظ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول نقل فرمایا ہے:

ما عرضت قولی علی عملی الا وجدتنی منافقا،

''میں نے جب بھی اپنے قول کو اپنے عمل پر پیش کیا اپنے کو منافق پایا۔''

حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول سے دو باتیں ثابت ہوئیں:

① جو شخص دوسروں کو وعظ و تبلیغ کرتا ہو اس کے لیے لازم ہے کہ روزانہ کچھ وقت اپنے اعمال کا محاسبہ کیا کرے، اگر وہ ایسا نہیں کرتا تو اس کی یہ دعوت و تبلیغ وغیرہ کچھ قبول نہیں، اس کی یہ خدمات اللہ کے لیے نہیں اپنے نفس کے لیے ہیں۔

② جو شخص تبلیغ میں مخلص ہوتا ہے وہ جب اپنے اعمال کا محاسبہ کرے گا تو اسے یہ محسوس ہوگا کہ وہ جتنی دوسروں کو تبلیغ کرتا ہے اس کا عمل اس سے بہت کم ہے، اپنی عبادات کو ناقص سمجھے گا، خود کو گناہ گار سمجھتا رہے گا، استغفار کرتا رہے گا، اور اپنی اصلاح میں ترقی کرتا رہے گا۔

پانچواں قانون، اہل طلب کو دوسروں پر مقدم رکھنا:

اللہ تعالیٰ کے دین کی باتیں تو طالبین اور غیر طالبین سب تک پہنچانا ہے، لیکن اگر

دونوں میں معارضہ ہو جائے کہ اگر طالبین پر وقت صرف کرتے ہیں تو غیر طالبین کے لیے وقت نہیں ملتا اور اگر غیر طالبین کے لیے وقت صرف کرتے ہیں تو طالبین کے لیے وقت نہیں، تو ایسے موقع پر اللہ تعالیٰ کا قانون یہ ہے:

''طالبین کو چھوڑ کر غیر طالبین کے لیے وقت صرف کرنا جائز نہیں، اہل طلب کا حق مقدم ہے، ان پر وقت صرف کرنے کے بعد اگر وقت بچے تو دوسروں پر محنت کی جائے ورنہ نہیں۔''

اگر یہ سوچ کر: ''اہل طلب تو اپنے ہی ہیں، انہیں تو ہمیشہ ہی مواقع ملتے رہتے ہیں'' دوسروں پر وقت صرف کریں گے تو یہ اللہ تعالیٰ کے قانون کی خلاف ورزی ہوگی۔ ایسی دینی خدمات اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول نہیں۔

حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کا واقعہ پہلے تفصیل سے بیان کیا جا چکا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم انہیں چھوڑ کر مشرکین کی طرف متوجہ ہوئے تو اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ عبس میں کیسی تنبیہ فرمائی۔

اسی طرح ایک بار حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کفار نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے الگ مجلس کا مطالبہ کیا، اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ارشاد ہوتا ہے:

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ وَلَا تَعْدُ عَیْنٰکَ عَنْھُمْ (۱۸:۲۸)

''اور اپنے آپ کو ان لوگوں کے ساتھ مقید رکھا کیجیے جو صبح و شام اپنے رب کی عبادت محض اس کی رضا جوئی کے لیے کرتے ہیں، اور آپ کی نظر ان سے ہٹ کر دوسروں کی طرف نہ جانے پائے۔''

یعنی آپ طالبین کو چھوڑ کر غیر طالبین کی طرف توجہ اور ان پر محنت نہ فرمائیں۔

چھٹا قانون، کثرتِ ذکر و فکر کی پابندی کرنا:

جو شخص اپنی اصلاح کی فکر دوسروں سے زیادہ رکھے گا اور جسے خلوت زیادہ محبوب

ہوگی وہ لازماً محاسبہ، مراقبہ، کثرتِ نوافل، اذکار، تسبیحات اور اپنی دوسری نجی عبادات کی پابندی دوسروں کو تبلیغ اور دیگر متعدی خدمات سے زیادہ کرے گا۔ یہ پابندی اس لیے بھی زیادہ ضروری ہے کہ تبلیغ اور متعدی خدمات پر ثمرہ اسی وقت مرتب ہوتا ہے جب انسان اپنی نجی عبادت کی زیادہ پابندی کرے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ امت کی اصلاح کا درد کس کے دل میں ہوسکتا ہے؟ اس کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم قیام لیل اس حد تک فرماتے تھے کہ پاؤں میں ورم آجاتا تھا اور کثرت سے نفل روزے رکھتے تھے اور ہر وقت ذکر اللہ میں مشغول رہتے تھے، آپ نے یہ خیال نہ فرمایا کہ کثرت نوافل کی بجائے یہ وقت بھی تبلیغ دین ہی میں صرف کرنا چاہیے (اس مضمون سے متعلق ایک مستقل وعظ ''تعلیم و تبلیغ کے لیے کثرتِ ذکر کی ضرورت'' کے نام سے شائع ہو چکا ہے۔ مرتب)

اگر کسی کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق تبلیغ دین کا فریضہ انجام دینا ہے تو اسے چاہیے کہ کثرت نوافل اور کثرت ذکر کی پابندی کرے۔ ایسا نہ ہو کہ جہاں دین کی خدمت میں لگے سب نفل عبادات، اذکار، تسبیحات اور نجی معمولات کو چھوڑ بیٹھے۔ ایسا کرنا اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے قانون کے بھی خلاف ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے بھی۔

خلاصۂ بیان

آج کی مجلس کا خلاصہ:

تبلیغ کی دو قسمیں ہیں:

[۱] فرض عین [۲] فرض کفایہ

[۱] فرض عین:

لوگوں کو گناہوں سے روکنا بقدر استطاعت ہر شخص پر فرض ہے۔

[۲] فرض کفایہ:

لوگوں تک شریعت کے احکام پہنچانا یعنی دین کی تبلیغ کرنا۔

پھر اس تبلیغ کی متعدد صورتیں ہیں:

افتاء، اصلاح باطن، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ وتبلیغ، جہاد وقتال فی سبیل اللہ۔

پھر ان دینی خدمات میں اخلاص ہے یا نہیں؟ اور یہ اللہ تعالیٰ کے یہاں مقبول بھی ہیں یا نہیں؟ اس کی تین بڑی علامات ہیں:

① خوف استدراج

② کام کے ساتھ کثرت دعاء واستغفار

③ قوانین شریعت کی پابندی

قوانین شریعت:

① کسی بھی مصلحت سے چھوٹے سے چھوٹا گناہ بھی جائز نہیں۔

② کسی گناہ کو دیکھ کر روکنا فرض ہے۔

③ دین کے دوسرے شعبوں میں کام کرنے والوں کو حقیر سمجھنا جائز نہیں۔

④ اپنی اور اپنے بیوی بچوں کی اصلاح کی فکر دوسروں سے زیادہ اہم ہے۔

⑤ اہل طلب دوسروں پر مقدم ہیں۔

⑥ کثرتِ ذکر و فکر کی پابندی کرنا۔

تبلیغ بصورت قتال فی سبیل اللہ چھوڑنے پر وعیدیں:

① **وَاَنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلَا تُلْقُوْا بِاَیْدِیْکُمْ اِلَی التَّھْلُکَۃِ وَاَحْسِنُوْآ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَo (۲:۱۹۵)**

''اور تم لوگ خرچ کیا کرو اللہ کی راہ (جہاد) میں اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں تباہی میں مت ڈالو اور کام اچھی طرح کیا کرو بلاشبہہ اللہ تعالیٰ پسند کرتے ہیں اچھی طرح کام کرنے والوں کو۔''

یعنی جہاد میں خرچ نہ کرنا اپنی ہلاکت اور تباہی کا باعث ہے۔

② **یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَالَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَۃِ فَمَا مَتَاعُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا فِی الْاٰخِرَۃِ اِلَّا قَلِیْلٌo (۹:۳۸)**

''اے ایمان والو! تم لوگوں کو کیا ہوا کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ اللہ کی راہ (جہاد) میں نکلو تو تم زمین کو لگے جاتے ہو کیا تم نے آخرت کے عوض دنیوی زندگی پر قناعت کر لی؟ سو دنیوی زندگی کا تمتع تو کچھ بھی نہیں بہت قلیل ہے۔''

③ **اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا وَّیَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَیْرَکُمْ وَلَا تَضُرُّوْہُ شَیْئًا وَّاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌo (۹:۳۹)**

''اگر تم (جہاد کے لیے) نہ نکلو گے تو اللہ تعالیٰ تم کو سخت سزا دے گا اور تمہارے بدلے دوسری قوم پیدا کر دے گا اور تم اللہ کو کچھ ضرر نہ پہنچا سکو گے اور اللہ کو ہر چیز پر قدرت ہے۔''

④ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلَافَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْا اَنْ يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِي الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَّوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ○ (۹:۸۱)

''یہ پیچھے رہ جانے والے خوش ہو گئے رسول اللہ کے بعد اپنے بیٹھے رہنے پر اور ان کو اللہ کی راہ میں اپنے مال اور جان کے ساتھ جہاد کرنا ناگوار ہوا اور کہنے لگے کہ تم گرمی میں مت نکلو، آپ کہہ دیجیے کہ جہنم کی آگ زیادہ گرم ہے کیا خوب ہوتا اگر وہ سمجھتے۔''

⑤ وَاتَّقُوْا فِتْنَةً لَّا تُصِيْبَنَّ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْكُمْ خَاصَّةً وَّاعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ○ (۸:۲۵)

''اور تم ایسے وبال سے بچو جو خاص ان ہی لوگوں پر واقع نہ ہو گا جو تم میں ان گناہوں کے مرتکب ہوئے ہیں اور یہ جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والے ہیں۔''

یعنی بذریعہ جہاد گناہوں سے نہ روکنے والے بھی عذاب میں شریک ہوں گے۔

⑥ عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم: من مات ولم يغز ولم يحدث به نفسه مات علىٰ شعبة من نفاق (رواہ مسلم، وابوداؤد والنسائی)

''جس نے نہ تو جہاد کیا اور نہ ہی اس بارے میں اس نے کبھی کچھ سوچا وہ نفاق کے ایک شعبہ پر مرا۔''

⑦ عن ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله عليه

وسلم قال: من لم یغز او یجهز غازیًا او یخلف غازیا فی اهله بخیر اصابه الله تعالیٰ بقارعة قبل یوم القیٰمة (رواہ ابن ماجہ)

''جس نے نہ تو خود جہاد کیا، نہ ہی کسی مجاہد کو تیار کر کے بھیجا اور نہ کسی مجاہد کے گھر کی دیکھ بھال کی، اللہ اس کو قیامت سے پہلے ضرور کسی ہلاکت خیز مصیبت سے دوچار کرے گا۔''

⑧ **عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: من لقی اللّٰه بغیر اثر من جهاد لقی اللّٰه وفیه ثلمة.** (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

''جو اللہ سے اس حال میں ملا کہ اس پر جہاد کا کوئی نشان نہ تھا وہ اس حال میں ملے گا کہ اس میں بہت بڑا نقص ہوگا۔''

⑨ **عن ابی بکر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: ما ترک قوم الجهاد الا عمهم الله بالعذاب،** (رواہ الطبرانی)

''جس قوم نے بھی جہاد چھوڑا اللہ نے اس پر عمومی عذاب مسلط کر دیا۔''

دُعاء

یا اللہ! تو ہماری تمام دینی خدمات کو قبول فرما، ان خدمات کو اپنی مرضی کے مطابق انجام دینے کی توفیق عطاء فرما، اپنا خوف اور اپنا تعلق نصیب فرما، اپنا ایسا تعلق، اپنی ایسی محبت عطاء فرما کہ کوئی کام بھی تیری مرضی کے خلاف نہ ہونے پائے، تیری چھوٹی سے چھوٹی نافرمانی کرتے ہوئے بھی شرم آئے، دینی خدمات میں اخلاص عطاء فرما اور قبول فرما، مخلوق سے نظر ہٹا کر اپنے اوپر نظر رکھنے کی توفیق عطاء فرما، نفس و شیطان کے مکاید اور حملوں سے ہماری حفاظت فرما۔

وصل اللّٰھم وبارک وسلم علیٰ عبدک ورسولک محمد وعلیٰ اٰلہٖ وصحبہٖ اجمعین والحمدللّٰہ رب العالمین.